
خونخوار
مظہر الحق علوی

پیش لفظ

قارئین کرام!

سلام منون

زیر نظر ناول "خونخوار" ایک مشہور رسالہ میں ہر ماہ باقاعدگی سے شائع ہوتا رہا ہے۔ اور اپنی انوکھی کہانی اور منفرد انداز تحریر کی وجہ سے اسے خاصی پذیرائی حاصل ہوئی جب آپ اس دلچسپ ناول کو پڑھنے بیٹھیں گے تو آپ کا جی نہیں چاہے گا کہ مکمل کئے بغیر اسے چھوڑیں۔

مظہر الحق علوی صاحب نے ہمیشہ دنیا کی بہترین ناولوں کا ترجمہ پیش کیا ہے۔ اور ان کے ترجمے عوام و خواص میں کافی پسند کئے گئے۔ چونکہ "خونخوار" کا پہلا حصہ "روح کی پکار" ہے اس لئے جب تک آپ اس کے پہلے حصے کو نہیں پڑھیں گے اس وقت تک دوسرے حصے کو سمجھ نہیں پائیں گے۔

قدم قدم پر سسپنس، سنسنی اور حیرت انگیز واقعات آپ کو دریائے حیرت میں ڈال دیں گے۔ یہ انگریزی کے ایک عالمی شہرت یافتہ مصنف رائیڈر ہیگرڈ کے مقبول ناول کا ترجمہ ہے

اب آپ ناول کو پڑھنا شروع کیجئے اور پڑھنے کے بعد اپنی رائے سے ہمیں ضرور نوازیئے۔

والسلام

ادارہ

"خونخوار"

سنو شباکا! میں ایک عورت ہوں۔ تمہارے ہونٹوں کے لمس کی آرزو میں میرے ہونٹ جل رہے ہیں۔ میں تمھیں چاہتی ہوں۔ تم مجھے دنیا کی ہر چیز سے زیادہ عزیز ہو۔

میں محبت کی دیوی ہوں۔ محبت کی پرستار ہوں۔ چنانچہ آگے بڑھو۔ آؤ! قریب آؤ۔ میرے ہونٹ چوم لو۔ میں نے بہت انتظار کیا۔ بہت صبر کیا لیکن اب اور صبر نہیں ہوتا۔"

ایک لمحے وہ خاموش کھڑی شدت جذبات سے کانپتی رہی۔ اور پھر ------- اور پھر -------- وہ آگے بڑھ کر مجھ سے لپٹ گئی۔ میں نے اسے اپنی بانہوں میں سمیٹ لیا اور اپنے ہونٹ اس کے ہونٹوں سے چسپاں کر دیئے۔

باب 1

میں ایلن کواٹر مین اپنی زندگی میں جو مجھے خاصی طویل معلوم ہوتی ہے عجیب و غریب آسائشوں میں سے گزرا ہوں اور میں اپنی اس آوارہ گردانہ زندگی میں نت نئے تجربات سے دوچار ہوا ہوں۔ یہ تجربات جتنے حیرت انگیز تھے اتنے ہی انوکھے بھی تھے لیکن اب میں جو داستان بیان کرنے جا رہا ہوں وہ میری پچھلی تمام داستانوں سے (شاید ایک دو چھوڑ کر) زیادہ حیرت انگیز اور زیادہ انوکھی ہے یہ میرے لیے مقدر ہو چکا ہے کہ میں فرصت کے اوقات میں اپنے کارناموں اور مہمات کی داستانیں آپ کی دلچسپی کی خاطر صفحہ قرطاس پر بکھیر دوں۔

اس حیرت انگیز انوکھی اور تقریباً ناقابل یقین داستان کو پڑھ کر آپ کے دماغ میں کئی سوالات ابھریں گے کیا یہ ممکن ہے؟ کیا واقعی میں نے ----- ایلن کواٹر مین نے ----- جو کچھ دیکھا وہ حقیقت تھی یا دیوانے کا خواب؟ کیا ایسا ہو سکتا ہے کہ انسان کئی جنم لے؟ کیا یہ ممکن ہے کہ صدیوں پہلے کا سراپ یا بد دعا کا اثر جنم جنم تک قائم رہے؟ میرا کام تو صرف کہانی بیان کرنا ہے ان سوالوں کے جواب دینا نہیں۔ تاہم اتنا ضرور کہوں گا کہ اس دنیا میں بعض حیرت انگیز عجیب و غریب اور ناقابل یقین واقعات ہوتے ہیں ضرور ہوتے ہیں عقل ان کو قبول نہیں کرتی یا قبول کرنے کے لیے تیار نہیں ہوتی۔ لیکن وہ واقعات جو محض افسانہ معلوم ہوتے ہیں

حقیقت پر مبنی ہوتے ہیں میں نے جو کچھ دیکھا اگر وہ ایک مسلسل خواب تھا تو پھر یہ کیا بات ہوئی کہ میں نے ان ممالک کو دیکھا اور ان واقعات میں ایک اہم کردار ادا کیا جن کے متعلق میری معلومات یا تو بہت کم تھیں یا پھر صفر تھیں؟ بہرحال اس مسئلہ پر بحث کرنا فضول ہے جسے ہم سچ ثابت نہیں کرسکتے یا جو ہماری مہم اور ہمارے علم سے باہر ہو بہرحال میرا کام تو داستان بیان کرنا ہے اور وہی میں کر رہا ہوں اور فیصلہ قارئین پر چھوڑتا ہوں۔

اس مختصر سی تمہید کے بعد میں اپنی کہانی بیان کر رہا ہوں۔

اپنی پچھلی کہانی "روح کی پکار" میں میں نے اپنی کاندہ لینڈ کی مہم کے واقعات بیان کئے تھے۔ یہ سفر میں نے لارڈ ریجینال کے ساتھ کیا تھا اور سبب اس سفر کا یہ تھا کہ ریجنال کی بیوی لیونا کو کاندہ کے دو مہنت ہاروت اور ماروت مصر سے اٹھالے گئے تھے۔

چنانچہ آپ کو معلوم ہوگا کہ لیونا یا خاتون ریجنال کے سینے پر ایک ہلالی داغ یا نشان تھا جس کی وجہ سے ہاروت و ماروت نے اسے یعنی خاتون ریجنال کو اپنے دیوتا کی راہبہ اور ندائے روح یقین کرلیا تھا۔ آپ کو یہ بھی یاد ہوگا کہ ایک ہاتھی نے خاتون ریجنال کے بچے کی جان لی تھی اور اس حادثہ کے بعد وہ خاتون ریجنال اپنے حواس میں نہ رہی تھی اور اسی عالم میں ہاروت و ماروت اسے اٹھا لے گئے تھے۔ اور پھر ہم چار آدمی ------ یعنی میں ریجنال اور سویج اور ہینس اسی خاتون کی تلاش میں کاندہ لینڈ گئے تھے اور آخر میں اسے اپنے ساتھ لے آنے میں کامیاب ہوگئے تھے۔ یہ عجیب و غریب اور سنسنی خیز داستان "ندائے روح" میں تفصیل سے بیان کرچکا ہوں۔ اس لیے ان واقعات کو یہاں دہرانا بے فائدہ ہے البتہ کاندہ لوگوں کے دیوتا طفل مقدس کے متعلق چند باتیں بتا دینا ضروری سمجھتا ہوں۔ جیسا کہ ریجنال نے کہا تھا۔ کاندہ لوگ ان قدیم مصریوں کی یادگار تھے جو شاہ فارس کمبوجیہ کے حملے کے وقت مصر سے فرار ہو کر افریقہ کے اس دور دراز اور گمنام خطے میں آباد ہوگئے تھے۔ جسے میں نے "کاندہ لینڈ" کہا ہے۔ چنانچہ "طفل مقدس" اور اس کی پرستش بھی یہ لوگ اپنے ساتھ لائے تھے کاندہ لوگ کا یہ دیوتا' یہ طفل

مقدس کوئی اور نہیں۔ بلکہ مصر قدیم کے زبردست 'دیوتا' اور دیوی ایزیس کا بیٹا ہورس تھا۔ وہی ہورس جس نے دیوتائے شرست سے اپنے باپ کا بدلہ تھا۔ یہی ہورس یا اس کا بت کاندہ لوگوں کا دیوتا "طفل مقدس تھا اور خاتون ریجنال جس کا اغوا ہاروت و ماروت کرگئے تھے۔ اسی طفل مقدس کی راہبہ تھی جسے "ندائے روح" کہتے تھے۔ اور یہ "ندائے روح" دراصل خود دیوی ایزیس کی تلیس تھی۔ جو دراصل ہورس کی ماں تھی۔

آپ کو یہ بھی یاد ہوگا کہ جب ہم کاندہ لینڈ سے روانہ ہو رہے تھے۔ تو ہاروت نے خاتون ریجنال کو دو تحفے دئے تھے ایک تو بردی کاغذوں کے دو پلندے جو طفل مقدس کے بت کے ساتھ صدیوں پہلے مصر سے لائے گئے تھے۔ اور دوسری چیز وہ عجیب و غریب پتیاں تھیں جو تمباکو سے مشابہ تھیں اور جسے کاندہ لوگ "ٹادو کی" کہتے تھے۔ "ٹادوگی" میں یہ عجیب خصوصیت تھی کہ اس کا دھواں اپنے پھیپھڑوں میں پہنچانے کے بعد آدمی عجیب و غریب تصویریں دیکھتا اور پیشین گوئیاں کرتا تھا۔ اور خود خاتون ریجنال کا۔ جب وہ کاندہ لوگوں کی "ندائے روح" تھی یہی کام تھا کہ وہ ٹادو کی کا دھواں نتھنوں کے ذریعہ کھینچ کر پیشین گوئیاں کیا کرتی تھی۔ اس کی یہ پیشین گوئیاں یا ان میں سے چند میں نے خود اپنے کانوں سے سنی تھیں۔ اور یہ عجیب بات ہے کہ یہ پیشین گوئیاں صحیح ثابت ہوئی تھیں۔ ایک دفعہ خود میں نے بھی ٹادوکی کے دھوئیں میں چند تصویریں دیکھی تھیں۔ جو کہ بعد میں حقیقت ثابت ہوئیں جس کی تفصیل میں "ندائے روح" میں بیان کرچکا ہوں۔

"روح کی پکار" میں' میں یہ بھی بیان کرچکا ہوں کہ کاندہ لینڈ سے رخصت ہونے سے چند دنوں پہلے مجھے اور خاتون ریجنال کو تنہائی میں گفتگو کرنے کا موقع مل گیا تھا۔ اس وقت خاتون ریجنال نے حیران کر دینے والی باتیں کہی تھیں اور یہ بھی کہا تھا کہ ایک ایسا وقت آئے گا۔ جب میں اور خاتون ریجنال اکیلے ہوں گے اور ٹادوکی دھوئیں میں ماضی یا مستقبل کی حیرت انگیز تصاویر دیکھیں گے۔ اور یہ کہ اس کہانی میں جو تصویریں ہمیں دکھائے گی۔ ہم دونوں کے علاوہ ریجنال ہاروت اور ہینس بھی اہم کردار کر رہا ہوگا۔ اس نے کہا تھا کہ ماضی یا مستقبل کی یہ

تصویریں دیکھنا ہمارے لیے مقدر ہوچکا ہے اور یہ کہ یہ الہام اسے اس وقت ہوا تھا۔ جب وہ کانڈہ لوگوں کی "ندائے روح" تھی۔

اس وقت میں نے خاتون ریجنال سے اس کی اس پیشین گوئی پر بحث کرنا مناسب نہ سمجھا تھا۔ خصوصاً اس لیے کہ وہ ہر چند اپنے حواس میں نظر آتی تھی۔ لیکن میرے خیال میں پوری طرح اپنے حواس میں نہ تھی۔ کیونکہ اس اثر کو جو ہاروت نے اس پر طاری کردیا ہے۔ زائل ہوئے زیادہ عرصہ نہ ہوا تھا۔ کانڈہ لینڈ سے واپس آنے کے بعد بھی کچھ ایسا مصروف رہا کہ خاتون ریجنال کی اس پیشین گوئی کو بھول گیا۔ یا یوں کہنا مناسب ہوگا کہ ان کی پیشین گوئی کے الفاظ لاشعور کے قبرستان میں دفن ہوگئے۔

اب آیئے اصل قصے کی طرف!

یہ ان دنوں کا ذکر ہے۔ جب میں اپنی مہمات سے آوارہ گردوں کی سی زندگی سے تھک کر گویا تعطیل گزارنے انگلستان آگیا تھا۔ انگلستان پہنچے مجھے زیادہ دن نہ ہوئے تھے کہ مجھے ایک دعوت میں شریک ہونے کا موقع ملا۔ اس دعوت میں بڑی بڑی جگادری ہستیاں شریک تھیں جو ظاہر ہے کہ مجھ جیسے "ادنیٰ شکاری" کی طرف متوجہ نہ ہو سکتی تھیں۔ میں میز کے انتہائی سرے پر بیٹھا بڑے اطمینان سے بیزار ہو رہا تھا۔ کہ خدا جانے کس طرح اپنے قریب بیٹھے ہوئے شخص سے میری گفتگو کا آغاز ہوگیا اس شخص کو کس طرح معلوم ہوگیا تھا کہ میری زیادہ تر عمر افریقہ کے جنگلوں میں گزری ہے۔ یہ کالی ڈاڑھی والا دبلا پتلا شخص، معلوم ہوا کہ امیر سائنسداں تھا۔ یہ شخص نباتیات داں تھا۔ اور جنوبی امریکہ کے جنگلوں میں اگنے والی جڑی بوٹیوں کے متعلق تحقیقات کر رہا تھا۔

باتوں باتوں میں ایک شخص نے ایک بوٹی کا ذکر کیا جس کا نام "یاجی" تھا۔ اور جس سے صرف ریڈ انڈین واقف تھے۔ اس نے کہا کہ اس بوٹی کو کوٹ کر اس کی گولیاں سی بنائی جاتی ہیں۔ اور یہ گولیاں جس شخص کو کھلائی جاتی ہیں اسے وہ واقعات نظر آنے لگتے ہیں جو میلوں دور وقوع پذیر ہو رہے ہوں۔ گویا اس کی نظر

کے سامنے فاصلے سمٹ جاتے ہیں اس نے کہا کہ اس نے تجربتاً" ایک گولی کھالی۔ تو اسے نظر آیا۔ کہ اس کا کوئی عزیز ____ شاید اس نے اپنی بہن سے کہا تھا ___ سخت بیمار ہے اور موت کی سرحد پر پہنچ چکا ہے اس نے جلدی جلدی اپنا بوریہ بستر اسنبھالا اور تیزی سے انگلستان کے لئے روانہ ہوگیا لیکن اس کی یہ تیزی محض بیکار ہی ثابت ہوئی۔ کیونکہ جب وہ اپنے گھر کے دروازے پر پہنچا۔ تو اس کی بہن کا جنازہ نکل رہا تھا۔

اس سائنسداں کے اس بیان نے ان یادوں کو دفعتہ" بیدار کر دیا جو میرے لاشعور قبرستان میں جا سوئی تھی۔ چنانچہ میں نے "ٹادو" کی اور اپنے تجربہ کی تفصیل اس سائنسداں کو سنادی۔ وہ بڑی دلچسپی، غور اور توجہ سے سنتا رہا۔

"سچ تو یہ ہے کہ یا سارا معاملہ مجھے ایک زبردست جھوٹ یا دھوکا معلوم ہوتا ہے"، آخر میں میں نے کہا۔

"یہ تو بھائی مظاہر قدرت ہیں۔ دنیا میں ایسی عجیب و غریب چیزیں ہیں کہ انسان کی عقل کام نہیں کرتی۔ چنانچہ آپ کی یہ ٹادو کی بھی انہی مظاہر قدرت میں سے ایک ہے۔ اور آپ اس لئے اسے جھوٹ اور دھوکہ کہہ رہے ہیں۔ کہ یہ ٹادو کی کا عمل آپ کی فہم سے بالا تر ہے۔" اس سائنس دان نے جواب دیا۔ فہم سے بالا تر تو کیا ہوتا۔ کیونکہ اتنا تو میں نے بھی سمجھ لیا کہ ٹادو کی کا دھواں دماغ کو تہ و بالا کر دیتا ہے۔ اور آدمی کسی پاگل کی طرح عجیب عجیب تصویریں دیکھنے لگتا ہے۔ اور بس۔ غالباً" ٹادو کی مجھے اسی لیے پسند نہیں کہ وہ ایک اچھے بھلے آدمی کا دماغ بگاڑ دیتی ہے۔

"صرف ٹادو کی ہی نہیں۔ بلکہ بہت سی چیزیں اور باتیں بھی انسان کا دماغ بگاڑ دیتی ہیں۔ بہرحال اگر آپ کو پھر کبھی ٹادو کی کے دھوئیں میں تصویریں دیکھنے کا اتفاق ہو تو مجھے اس کے نتائج سے ضرور آگاہ کیجئے گا۔" سائنس دان نے کہا۔

ہماری گفتگو یہیں تک پہنچ پائی تھی۔ کہ دعوت ختم ہوگئی۔ اس دعوت کا ذکر میں نے یہاں اس لئے کر دیا ہے کہ اس دعوت میں میری یہ وہ یادیں تازہ ہوگئیں۔ جنہیں میں بھلا چکا تھا۔ اس سائنس دان کے آخری الفاظ میرے دماغ میں

جم کر رہ گئے۔ اور بعد میں میں نے جو کچھ کیا اس کی تحریک انہی الفاظ کی وجہ سے ہوئی تھی۔

میں سچ کہتا ہو کہ اگر سائنس دان کی گفتگو سے پرانی یادیں تازہ نہ ہو گئی ہوتیں تو میں شوق تجسس سے یوں بیتاب نہ ہو اٹھتا اور ٹادو کی دھوئیں کو کبھی اپنے پھیپھڑوں میں نہ پہنچاتا۔ قصہ مختصر میں حقیقت معلوم کرنے کے لئے بیتاب ہو اٹھا تھا اور مناسب موقع کا منتظر تھا۔ اور میرا یہ انتظار مختصر ثابت ہوا۔

یہاں میں یہ بتادوں کہ میں کئی سال کی غیر حاضری کے بعد انگلستان آیا تھا اس اثنا میں چونکہ گنج سلیمان کی مہم سر ہو چکی تھی۔ اور اس مہم کی وجہ سے میں تھوڑا سا امیر بھی ہوگیا تھا۔ اس لئے اس خیال سے انگلستان آگیا تھا۔ کہ چند دن سکون اور اطمینان سے گزار سکوں، بہرحال "ندائے روح" کی مہم کے بعد سے لے کر انگلستان آنے تک میں افریقہ کے دور دراز خطوں کا سفر کرتا رہا تھا۔ اس لئے میں لارڈ ریجنال کے متعلق کچھ معلوم نہ کر سکا تھا۔ البتہ ایک دفعہ غالباً" سر ہینری کرٹس یا شاید کپتان گڈ نے بتایا تھا کہ لارڈ ریجنال ایک حادثہ کا شکار ہو کے انتقال کر گیا ہے یہ چونکہ ایک افواہ تھی اس لئے میں نے اس کی طرف کچھ زیادہ دھیان نہ دیا اور بات آئی گئی ہوگئی۔ خصوصاً" اس لیے بھی کہ میں اس وقت ایک نئی مہم کی تیاریاں کر رہا تھا۔ گنج سلیمان کی مہم سر کرکے انگلستان واپس آیا۔ تب بھی مجھے اس افواہ کی تحقیق کرنے کا خیال نہ آیا یہاں تک کہ اس دعوت میں میری ملاقات اس نباتات داں سے ہوگئی اور اس کی باتوں کے بعد مجھے خیال آیا کہ لگے ہاتھوں لارڈ ریجنال کی موت کے متعلق تحقیق کر لوں خصوصاً" اس لئے کہ مجھے یہ نہ بتایا گیا تھا کہ میرا دوست لارڈ ریجنال کون سے حادثہ کا شکار ہوگیا تھا۔ چنانچہ چند دنوں بعد ہی حوالوں کی ایک کتاب سے اس بات کی تصدیق ہوگئی کہ میرا دوست لارڈ ریجنال واقعی مرچکا تھا۔ اور اپنے پیچھے اپنی بیوہ چھوڑ گیا۔ تھا۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ اس کی کوئی اولاد نہ تھی۔ جو اس کی جائداد کی وارث ہوتی۔ چنانچہ خاتون ریجنال بلاشرکت غیر ریجنال کی جائداد کی وارثہ ہوتی۔

اس میں کسی شک و شبہ کی گنجائش باقی نہ رہ گئی تھی۔ چنانچہ ایک دن میں

اپنے گرینج والے مکان کے ایک کمرے میں بیٹھا خاتون ریجنال کو تعزیتی خط لکھنے کی تیاری کر رہا تھا اور خط کا مضمون سوچ رہا تھا کہ ڈاکیہ ڈاک لے کر آگیا۔ اور اس نے جو لفافہ میرے حوالے کیا اس کے کونے پر سرخ روشنائی سے چھپا ہوا تھا۔

"قصر ریجنال"

نیچے بڑی خوشخطی سے میرا پتہ تحریر تھا میری جانی پہچانی تحریر نہ تھی اور اس میں تعجب کی بات بھی نہ تھی۔ کیونکہ خاتون ریجنال کے خط دیکھنے کا پہلے کبھی اتفاق نہ ہوا تھا۔ بہرحال یہ خاتون ریجنال کا ہی خط تھا جسے میں حرف بہ حرف یہاں نقل کر رہا ہوں۔

"میرے عزیز کواٹرمین:۔

عجیب بات ہے کہ حال ہی میں میری ملاقات ایک صاحب سے ہوئی تھی۔ جنہوں نے بتایا کہ چند دنوں پہلے وہ ایک دعوت میں شریک تھے اور تمہارے قریب ہی بیٹھے ہوئے تھے۔ ان صاحب کا یہ دعویٰ بیشک غلط نہ تھا۔ کیونکہ انہوں نے تمہارا تعارفی کارڈ مجھے دکھایا تھا اس کارڈ پر تمہارا یارک شائر کا پتہ چھپا ہوا تھا۔

ہم دونوں بہرحال ایک جلسہ میں شریک تھے اور ایک خاص قسم کا پھول زیر بحث تھا کہ پھول کہاں پیدا ہوا تھا؟ جنوبی امریکہ یا افریقہ میں؟ یہ صاحب جو ماہر نباتیات ہیں۔ کہہ رہے ہیں کہ یہ پھول انہوں نے جنوبی امریکہ میں تو جو ان کی جولان گاہ رہا ہے۔ میں دیکھا البتہ ______ انہوں نے کہا ______ ایک شناسا کوٹرامین کا کہنا ہے کہ یہ پھول افریقہ کے قلب میں پایا جاتا ہے۔

تقریروں وغیرہ کے بعد چائے کا دور چلا تو میں پھر ان نباتیات داں کے پاس جا بیٹھی۔ اور پوچھ گچھ کی تو معلوم ہوا کہ ان کا شناسا، ایلن کواٹرمین وہی شخص ہے جو میرے شوہر کے ساتھ میری تلاش میں کاندہ لینڈ تک آیا تھا۔ اور جسے میں مردہ یقین کر چکی تھی۔ قصور میرا نہیں کواٹرمین کیونکہ چند برسوں پہلے مجھ سے کہا گیا تھا کہ مشہور سفید فام شکاری۔ اللہ کو پیارا ہوچکا۔ چنانچہ اگر میں نے تمہیں مردہ سمجھ لیا تھا۔ تو یہ میرا قصور نہ تھا۔ بہرحال میں نے اس سے تمہارا حلیہ پوچھا۔ اور اس نے جو حلیہ بیان کیا۔ وہ بے شک مشہور شکاری ایلن کواٹرمین کا ہی یعنی تمہارا ہی حلیہ تھا

ان صاحب نے کہا کہ تم ان دنوں انگلستان آئے ہوئے ہو۔

سچ کہتی ہوں۔ میرے دوست! اس خبر سے مجھے بیحد مسرت حاصل ہوئی ہے۔ پچھلے کئی برسوں میں میں نے اپنے دل میں مسرت خوشی کی ایسی لہریں محسوس نہ کی تھیں۔ کہ میں یہ سطور لکھ رہی ہوں۔ اور ماضی کی تصویریں میری نظر کے سامنے ابھر رہی ہیں۔ میرے دماغ میں یادوں کا ایک سیلاب سا آ رہا ہے۔ ہاں یادوں کا سیلاب سا امنڈا چلا آ رہا ہے لیکن میں سمجھتی ہوں کہ ہماری ملاقات جلد ہی ہوگی اور اس وقت ہم اطمینان سے ماضی کے متعلق کھل کر گفتگو کریں گے چنانچہ ماضی کی ان یادوں کو یہاں تحریر کرنا فضول ہے۔

افسوس ہے میرے دوست جب سے ہم بحر احمر کی ایک بندر گاہ پر ایک دوسرے سے رخصت ہوئے ہیں۔ تقریباً" اسی وقت سے بد قسمتی مجھ پر سایہ فگن ہے۔ میرے اور جارج کے خطوط سے تمہیں معلوم ہو ہی گیا ہوگا کہ ہم بخیر و خوبی انگلستان پہنچ گئے تھے۔ کواٹرمین! تم نے ہمارے ان خطوط کا جواب نہ دیا تھا (یہ خطوط مجھے نہ ملے تھے۔) خیر تو جب ہم انگلستان پہنچے ہیں تو خوش تھے کہ ہم ان پرانی خوشگوار زندگی کا آغاز کر سکیں گے لیکن کانده لینڈ والی مہم کے بعد میرے اور جارج کے مزاج میں ایک انقلاب عظیم واقع ہوچکا تھا۔ مجھے نہ دعوتوں سے دلچسپی رہی تھی۔ اور نہ رقص و سرود کی محفلوں سے جارج کی طبعیت بھی شکار اور سیاست سے مکدر تھی۔ یہ دونوں چیزیں اب اسے بیزار کر دیتی تھیں۔ حالانکہ پہلے وہ شکار کا دلدادہ اور سیاست پر فدا تھا۔ بہرحال وہ شکار اور سیاست سے بیزار ہو کر تاریخ عصر قدیم کی طرف خصوصاً" مصر قدیم کی تاریخ اور مصریاتکی طرف متوجہ ہوگیا۔ جارج کا یہ رجحان مجھے بے حد عجیب معلوم ہوا تم کو بھی یقیناً" عجیب معلوم ہوگا۔ بھلا کہاں جارج اور کہاں مصریات؟ لیکن میرا رجحان بھی اس طرف تھا۔ چنانچہ میں نے اسے اور بھی اکسایا اور ہم دونوں ملکر مصریات کے متعلق تحقیق کرنے لگے اور کواٹرمین اب میں ہیرو غلافی خط کسی بھی ماہر مصریات کی طرح پڑھ لیتی ہوں۔

ایک سال جارج نے کہا کہ وہ ایک بار پھر مصر جانا چاہتا ہے بشرطیکہ میں وہاں جانے سے ڈرتی نہ ہوں۔ میں نے جواب کہ ہرچند کہ سرزمین فراعنہ ہمارے لئے بڑی ہی

منحوس جگہ ثابت ہوئی تھی لیکن میں وہاں جانے سے نہیں ڈرتی۔ سچ تو یہ ہے کہ کواٹرمین کہ میں خود مصر جانے کے لئے بیتاب تھی۔ تمہیں ہماری پہلی ملاقات یاد ہوگی۔

کواٹرمین۔ اس وقت میں نے کہا تھا کہ مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے کہ نہ صرف مصر بلکہ پورے افریقہ سے میرا گہرا تعلق ہے۔ خیر میں اور جارج ایک بار پھر مصر کے لئے روانہ ہوگئے۔ ایک بار پھر میں مصر میں تھی۔ ایک بار پھر نیل کے سینے پر ہماری کشتی بہہ رہی تھی۔ ہمارا یہ زمانہ بڑا ہی خوشگوار گزرا حالانکہ میں ہر دم سوچ کر آپ ہی آپ چونک پڑتی تھی کہ گلی کے کسی موڑ پر سے بالو کے کسی ٹیلے کے پیچھے سے خونوں کے حرم یا ابوالہول یا کسی ہیکل کے ستون کے پیچھے سے دفعتہ" بوڑھا ہاروت نکل آئے گا۔ اور مجھے اٹھا کے اپنے وطن کانده لینڈ لے جائے گا۔ کہ مجھے طفل مقدس کی راہبہ اور ندائے روح بنا دے۔

اس کے بعد ہمارا یہ معمول ہوگیا کہ ہم نے موسم سرما مصر میں ہی گزارے تھے۔ چنانچہ پورے پانچ برس تک یونہی ہوتا رہا۔ یعنی ہمارے موسم گرما اور موسم باراں کو وطن میں گزارتے اور موسم سرما میں مصر میں ہم نے دریائے نیل کے کنارے پر ایک بے حد عمدہ بنگلہ تعمیر کرا لیا تھا۔ ہم اسی میں قیام کرتے تھے۔ جیسا کہ میں نے کہا ہے۔ یہ بنگلہ دریائے نیل کے عین کنارے پر واقع تھا۔ اور اس شہر میں تھا جو فراعنہ کے دور میں تھیلبس کہلاتا تھا۔ اور ہمارے زمانہ میں الاقصر کے نام سے مشہور ہے۔ جارج کو یہ جگہ بہت پسند تھی۔ اور میں اکثر و بیشتر ہنس کر جارج سے کہا کرتی تھی کہ میں یوں محسوس کرتی ہوں کہ کہ جیسے الاقصر سے کسی دور میں میرا کوئی گہرا تعلق رہا ہو۔ جیسے یہ میرا آبائی وطن رہا ہو قدیم مصر کے متعلق بھی کچھ میں یونہی محسوس کیا کرتی تھی۔

ہمارے اس بنگلہ کے قریب ہی جسے ہم "کاشانہ رہجنال" کہا کرتے تھے۔ ایک قدیم ہیکل کے کھنڈرات تھے۔ یہ ہیکل تقریباً" پورا کا پورا ریت میں دفن تھا۔ جارج نے بھاگ دوڑ کر کے اس ہیکل کی کھدائی کرنے کی اجازت حاصل کرلی۔ یہ کھدائی بڑی ہی صبر آزما ثابت ہوئی۔ اس کے علاوہ اس پر لاگت بھی آ رہی تھی۔

لیکن جارج کے پاس روپے کی کمی نہ تھی۔ چنانچہ پورے تین موسموں تک اس ہیکل کی کھدائی کا کام ہوتا رہا۔ کھدائی مکمل ہوچکی تو معلوم ہوا کہ ہرچند یہ ہیکل مصر قدیم کے دوسرے ہیکلوں کی طرح عظیم الشان نہ تھا۔ لیکن مکمل ترین تھا اور اسی حالت پر قائم تھا جیسا کہ اسے بنایا گیا تھا اور سبب اس کا یہ تھا کہ رومی فتوحات کے بعد یہ ہیکل ریت میں دب گیا تھا۔ چنانچہ متعصب عیسائی راحب جو چھینی اور ہتھوڑے لے کر مصر کے قدیم ہیکلوں کی تصویریں بگاڑا کرتے تھے اسی ہیکل میں نہ پہنچ پائے تھے۔

یہ ہیکل مصرقدیم کی زبردست دیوی ایزبس کا تھا۔ اور ایک قدیم ہیکل کے کھنڈروں پر فراعنہ کے آخری سلسلہ کے دور میں بنایا تھا۔ اور یہ کہ جس جگہ یہ ہیکل بنایا گیا تھا وہ "اماوہ" کہلاتی تھی۔ اور غالبا" زنوبیہ کی فتح کے بعد اس ہیکل کی تعمیر ہوئی تھی کیونکہ "اماوہ" زنوبیہ کے کسی شہر کا نام تھا۔ بہرحال یہ ہیکل ان فراعنہ میں سے کسی ایک نے بنوایا تھا۔ جن کے نام ایک ہی تھے۔ یعنی امنوتب۔ اب یہ مجھے یاد نہیں کہ ہیکل امنوتب اول نے بنوایا تھا۔ یا دوم نے یا سوم نے بہرحال ہیکل بہت خوبصورت تھا اور فراعنہ کے آخری خانوادوں کے دور کی ایک عمدہ تصویر پیش کرتا تھا اور اس زمانے کی طرز تعمیر کا مکمل ترین نمونہ تھا۔

پانچویں موسم سرما کے اوائل میں آخرکار ہم لوگ ہیکل کے معبد کے قریب پہنچ گئے۔ تم اندازہ نہیں لگا سکتے۔ کواٹرمین کہ کھدائی کا کام عموما" اور معبد تک پہنچنے کا کام خصوصا" کس قدر مشکل اور مشقت طلب تھا۔ اول تو اس لئے کہ کھدائی کے اردگرد ریت کے انبار لگ جاتے تھے۔ اور ریت کے ان انباروں کو کھدائی کی ہوئی جگہ میں دھنس آنے سے روکنے کے لئے ہمیں دیواریں بناتی پڑتی تھیں _____ کھدائی کا کام جتنی تیزی سے ہونے لگتا اتنی ہی تیزی سے ہمیں دیواریں تعمیر کرانی پڑتی تھیں۔ ورنہ اگر ریت کھڈ میں دھنس آئے۔ تو تم جانو سارے کئے کرائے پر پانی پھر جائے۔ اس کے علاوہ یہ بات بھی تھی۔ کہ کھدائی کے دوران قدیم نوادرات مل رہے تھے۔ جنہیں فورا" ہی باہر پہنچا دیا جاتا تھا۔ بہرحال جب ہم کھدائی کرتے کرتے معبد کے قریب پہنچے ہیں تو دفعتا" کدال کی ضرب سے

ایک قبر کھل گئی۔ یہ قبر مصر قدیم کی قبروں کے برخلاف اتھلی تھی۔ دوسری عجیب بات یہ دیکھی گئی کہ اس قبر کو بڑی عجلت میں انہیں پتھروں سے ڈھنک دیا گیا تھا جو ہیکل کے فرش میں جڑے ہوئے تھے۔ قبر کا نشان بھی نہ رکھا گیا تھا۔ معلوم ہوتا تھا کہ اس قبر میں کچھ چھپا دیا گیا تھا۔

اس قبر میں ایک انسانی ڈھانچہ پڑا ہوا تھا۔ ڈھانچے سے پتہ چلتا تھا کہ یہ شخص جب زندہ رہا ہوگا تو بڑا ہی بارعب اور دیو قامت رہا ہوگا۔ اسی قبر میں ڈھانچے کے قریب ایک زنگ آلود تلوار اور چند دوسرے ہتھیار رکھے ہوئے تھے۔ صاف ظاہر تھا کہ اس شخص کی لاش کو حنوط نہ کیا گیا تھا۔ کیونکہ لاش پر نہ تو کپڑے کی وہ پٹیاں لپٹی ہوئی تھیں۔ جو حنوط شدہ لاش پر لپیٹی جاتی تھیں نہ تو وہ مخروطی مرتبان کہیں نظر آرہے تھے۔ جن میں مردے کے اعضاء رکھے جاتے تھے۔ نہ تو قبر میں وہ مورتیاں تھیں جو مردے کی خدمت کی غرض سے رکھی جاتی ہیں۔ اور نہ ہی چڑھاوے کی چیزیں کہیں نظر آرہی تھیں۔ چانچہ ثابت ہوا کہ اس لاش کو بڑی افراتفری میں دفن کیا گیا تھا۔ ڈھانچہ کا مطالعہ کیا تو معلوم ہوا کہ ایسا کیوں تھا اس کا دایاں ہاتھ کہنی کے قریب سے کٹا ہوا تھا۔ کھوپڑی اس طرح ٹوٹی ہوئی تھی۔ جیسے کسی نے اس کے سر پر گرز مارا ہو اور تیر کا آہنی زنگ آلود پھل ڈھانچے کی پسلیوں میں کھبا ہوا تھا۔ چنانچہ معلوم ہوا کہ اس جنگ کے بعد، جس میں یہ شخص قتل ہوا تھا۔ اسے بھاگم بھاگ میں دفن کیا گیا تھا۔

ڈھانچہ ہٹا کے مٹی ٹٹولی تو ایک انگوٹھی مل گئی۔ جو اب بھی انگلی کی ہڈی میں پھنسی ہوئی تھی۔ اور انگوٹھی کے نگینے پر خط مصری میں یہ الفاظ کندہ تھے۔

راکا چہیتا پیروآ

اب یہ پیروآ کا غالبا" مطلب تھا "فرعون" اور یہ ڈھانچہ غالبا" اسی شخص کا تھا۔ جس نے فارسیوں کے خلاف بغاوت کی تھی اور جس کا نام خباشہ تھا اور جو دو تین سال تک مصریوں پر حکومت کرتا رہا تھا۔ اس کے بعد کہتے ہیں۔ اس باغی کو شکست ہوگئی تھی اور وہ مارا گیا تھا حالانکہ اس کے انجام اور اس کے مقبرے کے متعلق آج تک کچھ معلوم نہ ہوسکا۔ کہ واقعی خباشہ مارا گیا تھا یا نہیں اگر مار لیا گیا

تھا تو اسے کہاں دفن کیا گیا تھا۔ اب یہ میں نہیں کہہ سکتی کہ یہ ڈھانچہ واقعی خناشہ کا تھا یا اس کے کسی افسر کا تھا جس نے خناشہ کی انگوٹھی پہن رکھی تھی۔

جارج نے نگینے پر کی مہر پڑھ کر انگوٹھی میری طرف بڑھا دی اور میں نے لاشعوری طور پر یہ انگوٹھی اپنے بائیں ہاتھ کی شہادت کی انگلی میں پہن لی۔ اور اب بھی پہنے ہوئے ہوں۔

اور اب قبر کو کھلی چھوڑ کر ہم آگے بڑھ گئے۔ اور اپنا کام جاری رکھا۔

کیونکہ اس قبر کی دریافت کے بعد ہمارا شوق تجسس انتہا کو پہنچ گیا تھا۔ شام ہو رہی تھی کہ ہم معبد صاف کر کے قربان گاہ برآمد کرنے میں کامیاب ہو چکے تھے۔ یہ قربان گاہ ایک رنگی نہ تھی۔ بلکہ چار سرخ پتھروں کو جوڑ کر بنائی گئی تھی۔ لیکن ایسی ہی مہارت اور اتنی صفائی سے کہ پتھروں کے جوڑ کہیں نظر نہ آتے تھے۔ بہرحال قربان گاہ کی محراب پر جلی حروفوں میں مصری خطوط میں ایک عبارت کندہ تھی۔ جو اس قدر صاف تھی جیسے اسے گزشتہ کل ہی کندہ کیا گیا ہو۔ عبارت یوں تھی۔

"دیو تا راس کا مقدس بیٹا پیرو آ اس ہیکل کو قربان گاہ کا مع مادر مقدس اور طفل مقدس کے دیوتاؤں کے ظہور کے نام معنون کرتا ہے یہ ہیکل اور قربان گاہ پیرو آ نے دیوی ایزیس اور اس کے بیٹے دیوتا ہورس کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے بنوائی ہے اور خاتون آماوہ کے لئے بھی جو دیوی ایزیس اور دیوتا ہورس کی راہبہ ہے۔"

ہم نے یہ تحریر بڑی عجلت میں پڑھی کیونکہ ہم اس وقت یہ معلوم کرنے کے لئے بیتاب تھے۔ کہ خود قربان گاہ میں کیا ہے۔ جس کا دروازہ سڑ گل چکا تھا۔ اور جس میں صحرا کی ریت بھر گئی تھی ہم نے بالٹیاں بھر بھر کے ریت کو وہاں سے ہٹایا۔ اور پھر میرے دوست' قربان گاہ میں ایک بے حد خوبصورت قد آدم مجسمہ نظر آیا۔ جانتے ہو یہ مجسمہ کس کا تھا؟ ہاں۔ کسی اور کا نہیں بلکہ دیوی ایزیس کا جو سنگ جراحت سے تراشہ گیا تھا۔ دیوی ایزیس ایک کرسی نما تخت پر بیٹھی ہوئی تھی۔ اور اس نے اپنے سر پر گدھ کے بازوؤں کا تاج پہن رکھا تھا۔ اس تاج کا رنگ اڑ

گیا تھا۔ اس کے ہاتھ یوں آگے کی طرف اٹھے ہوئے تھے جیسے اس نے بچے کو اپنی بانہوں میں لے رکھا ہو ____ اور میرا یہ اندازہ غلط نہیں ہے۔

چونکہ دیوی کی ایک چھاتی عریاں تھی۔ اس لئے کسی زمانے میں اس دیوی کی آغوش میں بچہ ہو گا۔ جسے وہ دودھ پلا رہی ہو گی۔ لیکن اگر ایسا ہی تھا تو اس وقت وہ بچہ اس کی بانہوں میں نہ تھا خدا جانے کب کوئی اسے چرا لے گیا ہو گا۔

دیوی کے مجسمے کی تراش خراش مسحور کن تھی اور اس کے چہرے کے نقوش اور بشرے پر کے جذبات ایسے حقیقی تھی کہ میں یہ سوچنے پر مجبور ہو گیا۔ کہ بت تراش نے کسی حسین لڑکی کو سامنے بٹھا کر اس کی صورت پر یہ بت تراشا ہو گا۔

سورج غروب ہو رہا تھا۔ اس لئے ہم نے موم بتیوں کی روشنی میں اس بت کو دیکھا اور جب میری نظر اس بت پر پڑی تو میں چونک اٹھی اور مجھے ایسا محسوس ہوا ______ خیر جانے دو ---- میں نہ بتاؤں گی' کہ میں نے کیا محسوس کیا۔ اس کا اندازہ تم صحیح طور سے لگا سکتے ہو کیونکہ تم میری پچھلی زندگی سے پوری طرح واقف ہو۔

جب ہم ایک سناٹے کے عالم میں کھڑے دیوی ایزیس کے بت کی طرف دیکھ رہے تھے۔ تو خدا جانے کیا ہوا۔ میرا جی چاہا۔ کہ میں دیوی کے سامنے سجدہ ریز ہو جاؤں۔ دفعتہً" میں نے زمین کو لرزتے محسوس کیا۔ جیسے زلزلہ آگیا ہو۔ عین اسی وقت ہمارا ہیڈ اور سیر عصمت پاشا ایک دم سے قربان گاہ میں گھس آیا۔ اور اس نے گھبرائی ہوئی آواز میں چیخ کر کہا۔ بھاگو! بھاگو دیواریں ڈھے گئی ہیں۔ اور ریت کا آبشار سا کھڈ میں گر رہا ہے۔

عصمت پاشا نے میرا ہاتھ پکڑ لیا۔ مجھے گھسیٹ کر قربان گاہ سے باہر لے آیا۔ اور پھر کھلی ہوئی قبر کے قریب سے نکلا چلا گیا۔ میں اس کے ساتھ گھسٹ رہی تھی۔ اور جارج ہمارے پیچھے بھاگا آ رہا تھا۔ دوسرے ہی لمحے میں نے دیکھا کہ ریت کی ایک زبردست موج سی دیوار کی چوٹی پر اٹھی ____ اور دیوار کی اینٹوں اور پتھروں کو اپنے ساتھ گھسیٹتی دفعتاً" نیچے بہہ آئی۔ یہ موج اینٹیں اور پتھر قربان گاہ سے ٹکرائے اور قربان گاہ ٹوٹ کر الٹ گئی ____ اسی سے میں نے یہ نتیجہ اخذ

کیا تھا کہ قربان گاہ چار پتھروں کو جوڑ کے بنائی گئی تھی _____ اسی موج ریگ نے ایزیس کے مجسمے کے بھی ٹکڑے اڑا دیئے۔ کیونکہ میں نے دیکھا کہ ایزیس کا سر ایک دم سے اچھل کر جارج کی پیٹھ پر اتنے زور سے لگا کہ وہ اوندھے منہ گرا۔ جارج گرا لڑھکا اور خباشہ کی کھلی ہوئی قبر میں جا پڑا۔ دوسرے ہی لمحے ریت اینٹیں اور پتھر اس قبر کو ڈھنک چکے تھے۔ میرا جارج خباشہ کی قبر میں زندہ دفن ہو چکا تھا۔ اس کے بعد کیا ہوا مجھے نہیں معلوم جب مجھے ہوش آیا۔ تو میں نے اپنے آپ کو کاشانہ ریجنال کے ایک کمرے میں بستر پڑا پایا۔

عصمت پاشا اور اس کے مصری مزدوروں نے کچھ نہ کیا تھا اور سچ تو یہ ہے کہ وہ کچھ بھی نہ کر سکتے تھے۔ کیونکہ رات کا اندھیرا اتر چکا تھا۔ بہرحال دوسرے دن میں خود وہاں گئی۔ ہیکل سینکڑوں من ریت تلے دفن ہو چکا تھا۔ اس مقام کی دوبارہ کھدائی کرنے میں کئی ہفتے لگ جاتے اس کے علاوہ کھدائی خطرناک بھی تھی۔

چنانچہ قاہرہ سے ایک پادری کو بلایا گیا۔ اور اس نے ہیکل کے قریب جو اب ریت میں دب چکا تھا۔ کھڑے ہو کر آخری دعا پڑھی اور میرے پیارے شوہر کی نجات کی دعا مانگی جو دیوی ایزیس کے ہیکل اور خباشہ کی قبر میں زندہ دفن ہو گیا تھا۔

تو یہ ہے کہ ہماری کہانی کا المناک انجام یہ سرگزشت میں نے اسی قدر تفصیل سے اپنے اس خط میں اس لئے تحریر کر دی ہے کہ میں اس کے متعلق تم سے اس وقت گفتگو کرنا نہیں چاہتی جب ہماری ملاقات ہو اور میرے دوست کوانٹرمین ہماری ملاقات ہوگی ____ جلد ہوگی ____ اور ضرور ہوگی---- کیونکہ یہ میں شروع ہی سے جانتی تھی حتیٰ کہ اس وقت بھی جب مجھ سے کہا گیا تھا تم مر چکے ہو ____ مجھے یقین تھا کہ ہماری ملاقات ہوگی۔

تمہیں یاد ہوگا کہ کئی برسوں کانده لینڈ میں بھی میں نے تم سے یہی کہا تھا اور تمہیں یاد ہوگا کہ میں نے یہ بھی کہا تھا کہ ہماری یہ ملاقات اس وقت ہوگی جب میری زندگی میں ایک انقلاب آچکا ہوگا۔ حالانکہ یہ انقلاب کیا ہوگا اور کیسا ہوگا یہ میں اس وقت نہ جانتی تھی ....

تو یہ ہے۔ خاتون ریجنال کا خط۔ خط کے آخر میں خاتون ریجنال نے چند تاریخیں تحریر کر کے لکھا ہے کہ اسے یقین ہے کہ میں ان تاریخوں میں اس سے ملاقات کرنے پہنچ جاؤں گا۔

باب 2

جب میں خاتون ر یجنال کا یہ حیرت انگیز خط پڑھ چکا تو میں نے اسے تہہ کرکے ایک طرف رکھا۔ اپنا پائپ جلایا اور جن واقعات کا خط میں ذکر تھا ان پر غور کرنے لگا۔

خاتون ر یجنال جب خاتون ر یجنال نہ تھی بلکہ مس ہومز تھی اور ابھی بچی ہی تھی کہ کاندہ لینڈ کے دو مذہبی پیشواؤں ہاروت اور ماروت نے اس کا اغوار کرنے کی کوشش کی تھی کیونکہ ان کے اعتقاد کے مطابق وہ ندائے روح اور ان کے دیوتا کی راہبہ تھی۔ بعد میں ہمیں معلوم ہوا' جیسا کہ میں اپنے پچھلے ناول 'ندائے روح میں بیان کر چکا ہوں' کہ ان کا یہ دیوتا کوئی اور نہیں بلکہ قدیم مصریوں کا ہورس تھا اور کاندہ لوگ مصر قدیم کی دیوی ایزیس اور اس کے بیٹے ہورس کی پوجا کرتے تھے۔ اس کے بعد جب مس ہومز کی نسبت ر یجنال سے ہو چکی تھی تو ایک رات انہی دو مھنتوں' یعنی ہاروت و ماروت نے اسے پھر اٹھا لے جانے کی کوشش کی تھی لیکن میں اتفاقاً" پہونچ گیا تھا اور ہاروت و ماروت اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہوپائے تھے۔ بعد میں جب مس ہومز۔ خاتون ر یجنال بن چکی تھی اور ایک المئیے کے بعد اپنا دماغی توازن گنوا بیٹھی تھی تو ان دو مھنتوں نے پھر اپنی کوششوں کا آغاز کیا لیکن اس وقت مصر میں اور اس مرتبہ وہ دونوں خاتون ر یجنال

کو اٹھا لے گئے۔ آخر میں خاتون ر یجنال کو جو لباس پہنایا گیا تھا۔ وہ وہی لباس تھا۔ جس میں دیوی ایزیس مصر قدیم کی تصویروں میں نظر آتی ہے۔ کاندہ لینڈہ سے واپس آنے کے بعد ر یجنال اور خاتون ر یجنال یکایک مصریات کی طرف متوجہ ہوگئے اور ان کا یہ رجحان انہیں ایک بار پھر مصر لے آیا۔ وہاں انہوں نے ایک ہیکل کی کھدائی شروع کی اور حالانکہ مصر قدیم میں سینکڑوں ہی دیوتا تھے اور سینکڑوں ہی ہیکل تھے۔ لیکن یہ ہیکل جس کی کھدائی ر یجنال نے شروع کی تھی کسی اور دیوتا کا نہیں بلکہ خود ایزیس اور ہورس کا تھا اسی ایزیس کا جس کا پارٹ چند برسوں پہلے خود خاتون ر یجنال نے کاندہ لینڈ میں ادا کیا تھا اور اسی ہورس کا جس کی وہ راہبہ بنی تھی یا بنائی گئی تھی۔

اور اب ______ میں نے سوچا۔ مجھے کیا کرنا چاہیے۔ سچ تو یہ ہے کہ میں ماضی قریب کی اس کتاب کو دوبارہ کھولنا نہ چاہتا تھا۔ جس کا انجام خوشگوار نہ ہوا تھا۔ اس کتاب کے آخری المناک ابواب میں خاتون ر یجنال کی زبانی سننے کے لیے تیار نہ تھا۔ ہرچند کہ خاتون ر یجنال بہت زیادہ حسین اور پر کشش تھی' ہرچند کہ اس کی صحبت میں بیٹھنے والا "ایک بار دیکھا ہے دوسری بار دیکھنے کی ہوس ہے۔" کہا کرتا تھا لیکن اس عورت یعنی خاتون ر یجنال میں' کوئی خاص بات تھی جو مجھے چونکا دیتی تھی نہ صرف چونکا دیتی بلکہ ایک حد تک خوفزدہ بھی کر دیتی تھی۔ وہ دنیا کی کسی بھی عورت سے مختلف تھی۔ لیکن آپ کہیں گے کہ دنیا کی ہر عورت دوسری عورت سے مختلف ہوتی ہے۔ ٹھیک ہے لیکن جہاں تک خاتون ر یجنال کا تعلق ہے سو وہ بالکل ہی' کیا کہتے ہیں' منفرد تھی۔ یوں معلوم ہوتا تھا جیسے وہ کسی دوسرے دور یا دوسری دنیا کی عورت ہو۔ جیسے وہ کہیں ماضی میں سے نکل کر ہماری دنیا اور ہمارے زمانے میں آ گئی ہو اور ہماری دنیا اور ہمارے زمانے کا لباس اس نے پہن لیا ہو۔ یہ میں نے اسی وقت محسوس کر لیا تھا جب میں پہلی دفعہ اس سے ملا تھا۔ اور اب اس کے خط نے جسے میں نقل کر چکا ہوں میری ریڑھ کی ہڈی میں ٹھنڈک کی لہریں سی دوڑا دی تھیں۔

اس کے علاوہ میرا دل بھی خاتون ر یجنال کی طرف کھنچتا تھا۔ یہ کشش

معمولی یا عام قسم کی نہ تھی۔ میں ایسا محسوس کر رہا تھا۔ جیسے صدیوں سے خاتون کو جانتا ہوں۔ حالانکہ ہمارا ساتھ بڑا ہی مختصر تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے ہم دونوں کے درمیان ایک باریک اور پتلا مگر ناقابل عبور دروازہ حائل ہو اور میں یہ دروازہ کھولنا نہ چاہتا تھا کیوں کہ کون جانے اس دروازے کے دوسری طرف کیا ہے؟ اور آپ جانئے کہ اگر اس خاتون سے' جس کی خاطر آپ نے عجیب و غریب کارنامے انجام دیئے ہوں' اگر تنہائی میں اور کھل کر گفتگو کی جائے تو پھر ماضی یا مستقبل کے دروازے ادھر ادھر سے کھل ہی جاتے ہیں۔

اس کے علاوہ چند برسوں پہلے میں نے طے کر لیا تھا کہ میں عورتوں سے جو بڑی پر اسرار ہوتی ہیں' کوئی تعلق نہ رکھوں گا بلکہ اپنی زندگی کے بقیہ دن مردوں کی ہی صحبت میں گزار دوں گا جو نہ تو صنف نازک کی طرح پر اسرار ہوتے اور نہ ہی ایسا معمہ ہوتے ہیں جو "نہ سمجھنے کے لئے ہے اور نہ سمجھانے کے لئے۔" بچارے مردوں کے خیالات اور حرکات و سکنات گویا کھلی کتاب ہوتے ہیں اس لئے آدمی انھیں سمجھ سکتا ہے۔ اگر پوری طرح نہیں تو بہت حد تک سمجھ سکتا ہے۔

اور آخر میں اس عجیب و غریب تمباکو "ٹادو کی" کا معاملہ تھا اور جہاں تک ٹادو کی کا سوال ہے میں ایک آخری فیصلہ کر چکا تھا۔ دنیا کی کوئی طاقت مجھے ٹادو کی کا دھواں اپنے پھیپھڑوں میں پہنچانے پر مجبور نہ کر سکتی تھی۔ بے شک ایک دفعہ خاتون ریجنال نے مجھ سے کہا تھا۔ اور بڑے یقین سے کہا تھا کہ میں اس وقت ٹادو کی کے دھوئیں میں اپنا سر دے دوں گا جب وہ خود' یعنی خاتون ریجنال چاہے گی لیکن یہیں اس نے مجھے سمجھنے میں غلطی کی تھی۔ میں اس کی مرضی سے بھی ایسا نہ کر سکتا تھا----

رہی یہ بات کہ اس نے مجھے ایک تاریخ کو قصر ریجنال میں آنے کی دعوت دی تھی تو میں اس کی یہ دعوت قبول کر لینے کے لیے تیار تھا۔ وہ اکیلی تھی' اس کا شوہر ایک حادثے کا شکار ہو گیا تھا' وہ بے یارو مددگار تھی' اسے کسی ہمدرد دوست کی ضرورت تھی چنانچہ ایسی حالت میں اس کی دعوت کو ٹھکرا دینا بڑی ذلیل سی بات تھی میں اس کی کچھ نہ کچھ مدد تو بہرحال کر سکتا تھا۔ میں اس کی مدد کرنے

کے تیار تھا بشرطیکہ وہ میرے اختیار سے باہر نہ ہو۔

بے شک مجھے جانا چاہئے۔ میں نے کہا۔ لیکن اگر اس نے ٹادو کی کا نام بھی لیا تو میں الٹے قدموں لوٹ آؤں گا۔ لیکن میں سمجھتا تھا کہ ٹادو کی کا نام بھی لیا جائے گا۔ اگر یہ لعنتی تمباکو گم نہیں ہو گئی ہے۔ تب بھی خاتون اسے بھول چکی ہو گی۔

اور آخر میں ہوا یہ کہ چونکہ میں طویل خط لکھنا نہ چاہتا تھا اس لئے میں نے ایک تار دے دیا۔ کہ اگر وہ فرصت سے ہو اور مناسب سمجھے تو میں سنیچر کے دن شام کو قصر ریجنال پہنچ جاؤں۔ اور منگل کے روز واپس چلا آؤں کیونکہ یہاں چند مہمان آنے والے ہیں۔ اور میں نے غلط بھی نہ کہا تھا نومبر کا مہینہ تھا۔ اس لئے شکار کا موسم تھا۔ اور شکار میں شریک ہونے کے لئے میرے چند دوست آنیوالے تھے شکار کی تاریخ چونکہ پہلے ہی سے طے ہو چکی تھی۔ اس لئے اس میں رد و بدل کرنا ناممکن نہ تھا۔

اور دوسرے دن ہی میرے تار کا جواب آ گیا۔

"بے حد مسرت حاصل ہوئی آجاؤ کاش تم زیادہ دنوں تک قیام کر سکتے۔!

خاتون ریجنال (لیونا)

سنیچر کے دن شام کے ٹھیک چار بجے دو گھوڑوں والی بگھی قصر ریجنال کی محراب میں آ کر رکتی ہے۔ قصر کے صدر دروازے کے کواڑ کھلتے ہیں۔ بگھی والا اپنی نشست پر سے کود کر نیچے اترتا ہے ______ اور دو خادم قصر ریجنال سے برآمد ہوتے ہیں۔ اور بگھی کے پاس آ کر مودب کھڑے ہو جاتے ہیں۔ بگھی والا آگے بڑھ کے بگھی کا دروازہ کھولتا ہے اور بگھی میں سے جو شخص باہر آتا ہے وہ کوئی اور نہیں بلکہ آپ کا جانا پہچانا ایلین کواٹرمین ہی ہے۔

میں بگھی میں باہر آیا تھا۔ کہ قصر ریجنال کے دونوں خادموں نے میرا سامان اٹھا لیا۔ میرا سامان ہی کیا تھا۔ ایک سوٹ کیس اور ایک کتابچہ چنانچہ ایک خادم نے میرا سوٹ کیس اٹھایا اور دوسرے نے کتاب اٹھائی اور ہم تینوں زینہ چڑھ کر قصر کے بیرونی کمرے میں پہنچے اور وہاں پہنچ کے استقبالیہ کمیٹی کے ان دونوں

ممبروں نے مجھے قصر ریجنال کے گویا رکاب دار کے حوالے کر دیا۔ موخر الذکر نے میری طرف بڑی ناقدانہ نظر سے دیکھا۔ میں نے بھی ان کا جائزہ لیا اور معلوم ہوا کہ یہ شخص اپنے طبقہ کا بے حد عمدہ نمونہ تھا۔ وہی نفاست وہی تمکنت وہی دبدبہ جو میں نے سیوتج میں دیکھا تھا۔ چنانچہ جب وہ میرا کوٹ اتار رہا تھا تو میں اپنے آپ کو روک نہ سکا اور میں نے کہا۔

"پچھلی دفعہ جب میں یہاں آیا تھا تو تمہاری جگہ ایک اور شخص اس خدمت پر مامور تھا۔"

"اچھا۔" وہ بولا۔ "اور اس شخص کا نام کیا تھا صاحب؟"

"سیوتج------" میں نے جواب دیا۔

"عجیب نام ہے صاحب" اس نے کہا اور اب یہ مسٹر سیوتج کہاں ہیں۔"

"ایک سانپ کے پیٹ میں۔" میں نے جواب دیا۔ "میرا مطلب ہے سیوتج سانپ کے پیٹ میں پہنچ گیا تھا۔ لیکن اس وقت وہ میں سمجھتا ہوں جنت میں ہوگا اور اپنے سرکار کی خدمت کر رہا ہوگا۔"

سیوتج کا قائم مقام یہ سنکر ذرا گھبرا کے یوں پیچھے ہٹا کہ اپنے ساتھ میرا کوٹ بھی گھسیٹ لے گیا۔ پھر وہ تھوڑا سا کھنکھارا' اپنی گنجی چندیاں پر ہاتھ پھیرا چند ثانیوں تک خاموش کھڑا میری صورت تکتا رہا اور پھر سنبھل کر بولا۔

"ب۔ ب۔ بات یہ ہے کہ میں سرکار کے انتقال کے بعد یہاں آیا ہوں۔ یعنی اس وقت جب خاتون نے پرانے ملازموں کو برطرف کرکے نئے ملازم رکھ لئے تھے۔ الفرڈ! ان صاحب کو علیہ حضرت کے کمرے میں لے جاؤ۔ ولیم! تم ان صاحب سامان _____ آہم _______ میرے کمرے میں پہنچا دو۔ جناب! علیہ حضرت اسی وقت آپ سے ملنا چاہتی ہیں کیونکہ دوسرے لوگ بھی آ رہے ہیں۔ تشریف لے جائیے۔"

میں بڑا زینہ طے کرکے قصر کے اس حصے میں پہنچا جسے میں نے پچھلی دفعہ نہ دیکھا تھا۔ میں سوچ رہا تھا کہ یہ "دوسرے لوگ" کون ہو سکتے ہیں۔ جو آ رہے ہیں؟ یہاں میں یہ بتادوں کہ زینہ چڑھتے وقت میں ایسا محسوس کر رہا تھا جیسے مرحوم سیوتج

کی روح میرے پیچھے پیچھے چلی آ رہی ہے۔

آخر کار میرا یہ اندرون قصر کا سفر ختم ہوا' ایک کمرے کا دروازہ کھلا اور مجھے اس کمرے میں پہنچا دیا گیا۔ کمرے میں مدھم مدھم روشنی ہو رہی تھی اور فضا عجیب طرح کی بھینی بھینی خوشبو سے بسی تھی۔ آتشدان میں آگ جل رہی تھی۔ اس کے قریب چائے کی میز رکھی ہوئی تھی اور میز کے قریب ایک عورت گہرے رنگ کے کپڑوں میں ملبوس بت کی طرح کھڑی ہوئی تھی اور آتشدان کے شعلوں کے سائے اس کے ریشمی بالوں پر ناچ رہے تھے یہ خاتون ریجنال تھی۔

وہ میری طرف گھوم گئی اور میں نے دیکھا کہ اس وقت بھی وہ اپنے گلے میں سرخ پتھروں کی مالا ڈالے ہوئے تھی۔ یہ وہی مالا تھی جو اسے ہاروت و ماروت نے اس وقت دی تھی جب وہ پہلی دفعہ قصر ریجنال میں آئے تھے اور وہ بھی کسی اور کی نہیں بلکہ خود میری تلاش میں۔ اس مالا کے نیچے اور خاتون ریجنال کے عین سینے پر ایک سرخ پھول تھا جو اس نے اپنے گریبان میں اڑس رکھا تھا۔

بے شک یہ خاتون ریجنال ہی تھی۔ وہی جس کا نام لیونا تھا۔ لیکن میں اسے دیکھ کر چونکا کیا دم بخود رہ گیا تھا کیونکہ میرا خیال تھا وہ موٹی بھدی اور معمر ہوچکی ہوگی اور میں اسے اس کی آنکھوں کی پراسرار چمک اور اس کی آواز سے ہی پہچان سکوں گا۔ لیکن نہیں۔ میرا یہ خیال غلط تھا۔ اس میں ذرا بھی تبدیلی نہ ہوئی تھی سوائے اس کے کہ اس کا جسم ذرا بھر گیا تھا لیکن جسم کے اس بھراؤ کی وجہ سے وہ اور بھی حسین اور اور بھی پر عظمت نظر آنے لگی تھی۔ خاتون ریجنال کا پورا جائزہ میں ایک ہی نظر میں لے چکا تھا۔

"علیہ حضرت! مسٹر کواٹرمین حاضر ہیں" خادم نے کہا۔ اور کمرے کا دروازہ بند کر دیا خاتون ریجنال اپنے دونوں ہاتھ لمبے کرکے تیزی سے میری طرف بڑھی اور اپنی مترنم آواز میں بولی۔

"خوش آمدید! میرے دوست......" دفعتہ" وہ خاموش ہوگئی اور پھر اس نے کہا "ارے! تم ذرا بھی نہیں بدلے زمانہ بدل گیا!"

"خاتون ریجنال! ان قدیم چیزوں میں' جو پتھر بن گئی ہوں' کوئی تبدیلی

نہیں ہوتی۔" میں نے جواب دیا' لیکن خود بھی تمہارے متعلق یہی سوچ رہا تھا۔ یعنی تم میں بھی کوئی تبدیلی نہیں ہوتی ہے۔"

"چنانچہ یہ تمہاری زیادتی ہے کہ تم نے مجھے بھی گویا در پردہ پتھر کہا ہے حالانکہ ابھی میں اس مقام تک نہیں پہنچ پائی ہوں۔ کواٹرمین! میرے دوست! تمہیں دیکھ کر بے حد" مسرت حاصل ہوئی۔ بے حد اور اس نے اپنے دونوں ہاتھ میری طرف بڑھا دیئے' میں نے اس کے ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے لئے۔

اور اس وقت میرا جی چاہا کہ اسے بانہوں میں سمیٹ کر اپنے ہونٹ اس کے ہونٹوں پر رکھ دوں۔ اس دن کے بعد سے لے کر آج تک میں سوچ رہا ہوں کہ اگر واقعی میں نے اس کے ہونٹ چوم لئے ہوتے تو کیا وہ خفا ہو جاتی؟ شاید نہیں۔ شاید اس نے اپنے ہاتھ اسی لئے میری طرف بڑھا دیئے تھے کہ میں اسے اپنی بانہوں میں سمیٹ لوں ____ تھوڑی دیر بعد اس نے میرے ہاتھ چھوڑ دیئے اور بڑی بشاشت سے کہا۔

"کواٹرمین میں اسی وقت تمہیں بتا دینا چاہتی ہوں کہ ایک مصیبت آپڑی ہے مجھ پر........"

میں نے سوچا کہ شاید اسے یاد نہیں رہا کہ وہ اپنے شوہر کی المناک موت کی تفصیل اپنے خط میں بیان کر چکی ہے۔ اور اس میں تعجب کی کوئی بات بھی نہ تھی کیونکہ ہر وہ شخص بعد میں بھولکڑ بن جاتا ہے جس کا ذہنی توازن ایک دفعہ بگڑ چکا ہو۔ چنانچہ میں مجسم ہمدردی بن گیا' میں نے لمبی آہ کھینچی اور خاتون ریجنال کی زبانی اس "مصیبت" کی داستان سننے کے لئے تیار ہو گیا۔

"ارے نہیں کواٹرمین! یہ مصیبت ایسی نہیں کہ تم یوں آہیں بھر رہے ہو اور ایسے غمگین نظر آتے ہو جیسے کسی عزیز کا انتقال ہو گیا ہو' اس نے مسکرا کے کہا۔ ہمیشہ کی طرح اس دفعہ بھی اس نے میری دلی کیفیت معلوم کر لی تھی اور میرے خیالات پڑھ لئے تھے۔ اس مصیبت کے متعلق تو ہم بعد میں باتیں کریں گے فی الحال میں نے جس مصیبت کا ذکر کیا ہے وہ یہ ہے کہ میرا خیال تھا کہ ہمارے یہ دو دن' جن میں تم یہاں قیام کرو گے تنہائی میں اور سکون سے گزریں گے۔ لیکن اب وہ

ایسٹربی اسمتھ کے افراد آ رہے ہیں۔ ایک نہ دو پورے پانچ وہ آدھے گھنٹے میں یہاں آیا ہی چاہتے ہیں۔"

"ایسٹربی اسمتھ کے افراد!" میں نے کہا اور یہ حقیقت ہے کہ اس انکشاف سے میں بھی خدا جانے کیوں اداس ہو گیا تھا۔

"کون ہیں یہ لوگ؟"

"جارج کے قریبی رشتہ دار ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ جارج پوری جائداد حتیٰ کہ ایک ایک تنکا بھی ان کے نام کر گیا ہو گا۔ لیکن جارج نے ان کے نام کچھ نہیں کیا ہے۔ ہاں ایک تنکا بھی نہیں۔ جارج کو ان لوگوں کی صورت تک سے نفرت تھی۔ تم جانوں جارج کی پوری جائداد غیر مشروط تھی اور وہ اسے پوری کی پوری میرے نام چھوڑ گیا ہے۔ اب ایسٹربی اسمتھ کا پورا خاندان قصر ریجنال پر گویا چڑھائی کر رہا ہے کہ میں جائداد ان کے حوالے کر دوں اور شاید میں ان کی ہر شرط مان لیتی بشرطیکہ وہ اس وقت نہ آ رہے ہوتے۔"

"اگر ایسا ہی ہے تو پھر تم نے انہیں اس وقت آنے سے منع کیوں نہ کر دیا۔؟" میں نے پوچھا۔

"اس کا مجھے موقع ہی نہیں دیا گیا ارے کیا سمجھتے ہو ان لوگوں کو؟ بڑے چالاک اور عیار ہیں یہ لوگ" اس نے پیر پٹخ کے جواب دیا "ورنہ تم سمجھتے ہو میں انہیں اس وقت' میرا مطلب ہے ہماری ملاقات کے وقت آنے دیتی؟ قطعی نہیں۔ یہ لوگ بڑے چالاک ہیں۔ دوپہر کے کھانے کے وقت مجھے ان کا تار ملا جس میں اس ریل کا وقت درج تھا جس سے وہ لوگ آ رہے ہیں۔ نہ پتہ اور نہ کچھ کہ میں جوابی تار کر کے انھیں روک دیتی۔ میں نے سوچا کہ اپنے برکلی اسکوائر والے مکان میں چلی جاؤں لیکن اول تو اس کا وقت نہ تھا اور دوم یہ کہ میں نہ جانتی تھی کہ تم سے ملاقات کیسے ہو گی کیونکہ تم یہیں ____ قصر میں ہی آنے والے تھے۔ خدا کی قسم مجھے بڑا غصہ آ رہا ہے۔ ممکن ہے کہ یہ لوگ اچھے آدمی ہوں۔" میں نے آہستہ سے کہا۔

اچھے آدمی! ذرا مل لو ان سے پھر پوچھوں گی کہ ایسٹربی اسمتھ والے اچھے

ہیں یا کیا ہیں۔ لیکن اگر وہ فرشتے بھی ہوتے تب بھی ان کا اس وقت آنا مجھے برا معلوم ہوتا۔ لیکن کس قدر خود غرض ہوں میں کہ اپنی ہی ہانکے جا رہی ہوں! آؤ۔ چائے وغیرہ پی جائے۔ اور ہاں۔ تم زیادہ دنوں تک یہاں قیام کر سکتے ہو بشرطیکہ ایسٹر بی اسمتھ والوں نے تمہیں زندہ چھوڑا کیونکہ تم جانو یہ لوگ اتنے برے ہیں کہ سفید کالے اور کاندہ کے قبائل مل کر بھی ایسی خونخواری کا نمونہ پیش نہیں کر سکتے۔ میں تو یہاں تک کہنے کو تیار ہوں کہ ان لوگوں کے بجائے بوڑھے ہاروت آ رہے ہوں تو مجھے اتنا برا نہ معلوم ہوگا۔ اور سچ تو یہ ہے کہ کواٹرمین کہ میں بوڑھے ہاروت سے ایک بار پھر ملنا چاہتی ہوں یا کم سے کم اسے دیکھ لینا چاہتی ہوں۔ تم بھی اسے دیکھنا پسند کرو گے۔؟"

اور یکایک اس کے بشرے سے وہ پراسرار اور ہیجانی جذبات ہویدا ہوئے جن سے میں بخوبی واقف تھا۔

"ہاں------ میرا مطلب ہے شاید" میں نے قدرے بے چین ہو کر کہا۔ "لیکن مجھے بہرحال منگل کے روز صبح کی گاڑی سے روانہ ہونا ہے وقت میں معلوم کر کے آیا ہوں۔ یہ ریل صبح آٹھ بجے جاتی ہے۔"

"اگر تم منگل کو جا رہے ہو تو پھر ایسٹربی اسمتھ والوں کو پیر کے دن ہی رخصت ہونا ہے۔ اگر وہ اپنی مرضی سے نہ گئے تو میں انہیں دھکے مار کر نکلوا دوں گی۔ کم سے کم ایک شام تو ہم دونوں کو ملنی چاہیے۔ ایک منٹ"

اور اس نے گھنٹی بجائی اور دوسرے ہی لمحے ایک خادم یوں نمودار ہوا گویا دروازے پر ہی کھڑا ہماری باتیں سن رہا تھا۔

"آلفرڈ!" خاتون ریجنال نے کہا "ماکسلی سے کہو جا کر (معلوم ہوا کہ ماکسلی وہی صاحب تھے جنہوں نے مرحوم سیویج کی جگہ پر کی تھی) کہ جب مسٹر اور مسز ایسٹربی اسمتھ ان کی دونوں صاحبزادیاں اور صاحبزادہ صاحب تشریف لے آئیں تو انہیں اس کمرے میں پہنچا دیا جائے جو ان کے لیے تیار کر رکھا ہے اور باورچی سے کہو کہ رات کا کھانا ساڑھے آٹھ بجے سے پہلے نہ لگایا جائے اور اگر مسٹر اور مسز اسکروپ جلد آ جائیں تو ماکسلی سے کہو کہ وہ میری طرف سے ان سے معذرت طلب

کر کے انہیں مطلع کر دے کہ ایک بے حد ضروری کام کی وجہ سے مجھے آنے میں دیر ہو گئی ہے۔ سمجھ گئے؟"

"سمجھ گیا حضور" آلفرڈ نے کہا اور چلا گیا۔

"اب یہ ایک بھی نہیں سمجھا ہے" خاتون ریجنال نے کہا۔ "بہرحال وہ سمجھا ہے یا نہیں سمجھا اس سے مجھے کوئی سروکار نہیں البتہ اگر وہ ایسٹربی اسمتھ والوں کو سیدھا ہمارے پاس ہی لے آیا تو پیر کے دن ان مہمان کے ساتھ میں آلفرڈ کو بھی رخصت کر دوں گی۔ بہرحال امید تو ہے کہ الفرڈ اور ماکسلی بھی میری ہدایتوں پر عمل کرے گا آؤ بھئی۔ بیٹھ جاؤ آتشدان کے قریب۔ میں تو کھڑے کھڑے تھک گئی ہوں اور تم مجھ سے زیادہ تھکن محسوس کر رہے ہو گے کیونکہ سفر کر کے آ رہے ہو کم سے کم ایک گھنٹہ اور بیس منٹ تک تو ہماری تنہائی میں کوئی مخل نہ ہوگا۔"

ایک گھنٹہ اور بیس منٹ پلک جھپکنے میں گزر گئے۔ ہم دونوں کے پاس باتوں کا اتنا بہت سا ذخیرہ تھا کہ ہم ایک دوسرے سے وہ باتیں کہہ ہی نہ سکے جو کہنا چاہتے تھے۔ مثلاً" میں اسے اپنی گنج سلیمان والی مہم کے متعلق بتانے لگا اور یہ سرگذشت خاصی طویل تھی اور خاتون ریجنال نے وہ واقعات بیان کئے جو کاندہ لینڈ سے واپسی کے بعد ہوئے تھے انہی باتوں میں ایک گھنٹہ اور پندرہ منٹ گزر چکے تھے کہ دفعتہ" کمرے کا دروازہ کھلا اور گھبرائے آلفرڈ نے نمودار ہو کر قدرے خوفزدہ آواز میں اعلان کیا "مسٹر اور مسز ایسٹربی اسمتھ دو مس ایسٹربی اسمتھس اور مسٹر ایسٹر اینڈ مسزبی اسمتھ دوم تشریف لا رہے ہیں۔"

دفعتہ" اس کی نظر خاتون ریجنال کے چہرے پر پڑ گئی اور وہ لرز کر بھاگا وہاں سے۔

میں نے یہ بھی خاتون ریجنال کے چہرے کی طرف دیکھا اس کے بشرے سے غصے اور نفرت کے ایسے جذبات عیاں تھا کہ اگر اس کمرے کا دوسرا دروازہ ہوتا تو میں بھی اس دروازے سے نکل کر بھاگ گیا ہوتا۔ لیکن کمرہ کا دروازہ ایک ہی تھا اور اسی دروازے میں سے ایسٹربی اسمتھ والوں کا لشکر کمرے میں داخل ہو رہا تھا۔ سب سے آگے ایسٹربی اسمتھ کے مربی چلے آ رہے تھے۔ یعنی مسٹر ایسٹربی اسمتھ

جو خاصے موٹے تھے۔ اور مجھے تو اس بھینسے کی طرح معلوم ہو رہے تھے جو مویشیوں کے گلے کے آگے آگے اپنی سینگ اٹھائے بڑی شان اور فخر سے چلا کرتا ہے۔ سرخ چہرے ڈبل روٹی کے سے گال اور سر پر بالوں کے دو سینگ سے انہوں نے ڈنر سوٹ پہن رکھا تھا بلکہ تمام ایسٹربی اسمتھ والے ڈنر کے لباس میں ملبوس تھے مسٹر کے پیچھے ان کی بیگم صاحبہ یعنی مسز ایسٹربی اسمتھ چلی آ رہی تھیں۔ ان کا مٹاپا بھی اپنے شوہر سے کم نہ تھا بلکہ کچھ زیادہ ہی تھا۔ یہ محترمہ سیاہ ریشمی لباس پہنے ہوئے تھیں جس میں سرخ موتی ٹنکے ہوئے تھے۔ اس نفرت انگیز اور خوفناک جوڑے کے پیچھے ان کے بچوں کی قطار تھی۔ ان کی اولادیں بلند قامت اور دبلی پتلی تھیں اور سب کے بال بھورے رنگ کے تھے۔ دونوں لڑکیاں جن کی عمر کا اندازہ نہ لگا سکا' تقریباً ہم شکل تھیں۔ بعد میں مجھے معلوم ہوا کہ وہ جڑواں تھیں۔ دونوں کی آنکھیں زردی مائل نیلی تھیں اور خدا جانے کیوں وہ دونوں مجھے تراوٹ مچھلیوں کی طرح معلوم ہوئیں۔ دونوں نے نیلے رنگ کے کپڑے پہن رکھے تھے اور گلے میں پکھراج کی مالائیں ڈال رکھی تھیں۔ ان دونوں کے بھائی کی عمر اکیس بائیس سال کی تھی اس کی آنکھیں بھی اپنی بہنوں کی طرح تھیں اور اس نے یک چشمی عینک لگا رکھی تھی۔ اس کے بال بھورے رنگ کے تھے اور یوں معلوم ہوتے تھے جیسے انھیں رنگ گیا ہو۔ اس نے اپنے بالوں میں کوئی خوشبودار تیل چپڑ کے بیچ میں سے مانگ نکال رکھی تھی۔

چند ثانیوں تک کمرے میں گہری خاموشی طاری رہی۔ یہ خاموشی مجھے بڑی ہی بے چین کر دینے والی معلوم ہوئی۔ یہ ایسی ہی خاموشی تھی جیسی کہ سخت طوفان کی آمد سے پہلے طاری ہو جاتی ہے۔

آخر کار خاندان کے مربی یعنی ایسٹربی اسمتھ کلاں نے اپنی گہری گونجدار آواز میں کہنا شروع کیا۔

"کیسی ہو بیٹی لیونا؟ تمہارے خادم خاص سے معلوم ہوا کہ تم کپڑے تبدیل کرنے اب تک نہیں گئی ہو اس لئے میں نے اس سے کہا کہ وہ فی الفور ہمیں تمہارے پاس پہنچا دے چنانچہ وہ ہمیں یہاں لے آیا۔ تمہیں دیکھے ایک عرصہ ہو چکا

ہے

تھا اس لئے ہم سب تم سے ملنے اور تمہاری خیریت دریافت کرنے کے لئے بے تاب تھے' ہائے میرا جارج۔ اس کی ناگہانی موت کا ہمیں بھی اتنا ہی غم ہے جتنا کہ شاید تمہیں ہو گا۔"

"شکریہ۔ لیکن تم جارج کے پرسے کو پہلے بھی آ چکے تھے اور ایسی باتوں سے میرا دل دکھتا ہے اس لئے مناسب ہو گا کہ تم اب اس جانکاہ حادثہ کا ذکر نہ کرو۔ میں اسے بھول جانا چاہتی ہوں" خاتون ریجنال نے بڑی رکھائی سے جواب دیا۔

اس کے بعد کیا ہوا میں نہیں جانتا کیونکہ میں اٹھا اور غالباً" کپڑے تبدیل کرنے کا بہانہ کرکے کمرے سے نکل گیا اور چونکہ وہاں کوئی تھا نہیں جو مجھے اپنے کمرے تک پہنچا دیتا اس لئے میں قصر ریجنال کی بھول بھلیاں میں بھٹکتا رہا یہاں تک کہ رات کے کھانے کی گھنٹی کی آواز قصر ریجنال کی خاموش گزر گاہوں میں گونج اٹھی۔ یہاں میں یہ بتا دوں کہ میرا یہ فرار یا پسپائی بھی ایسٹربی اسمتھ والوں کے لئے نیک شگون نہ ثابت ہوئی۔ ہوا یوں کہ گھبراہٹ اور عجلت میں کمرے سے بھاگتے وقت میرا پیر ڈولی یا پالی (ان دونوں کے یہی نام تھے) کے لباس پر پڑ گیا اور ساتھ ہی ایک پٹاخے کی آواز سنائی دی جیسے ڈولی یا پالی کی کمر ٹوٹ گئی ہو۔ ایسٹربی اسمتھ خود یعنی آرتھر ہنسا اور دونوں بہنوں نے ایک ساتھ کہا: (وہ دونوں بیک وقت بولا کرتی تھیں۔)

"جنگلی کہیں کا"

بد قسمتی نے اب بھی میرا ساتھ نہ چھوڑا چنانچہ ہوا یوں کہ میں کمرۂ طعام کی طرف چلا ہوں تو اس ڈھنڈار قصر میں بھٹک گیا اور راستہ بھول کر کہاں سے کہاں جا پہنچا۔ اور اب میں اکیلے نیلے رنگ کے دروازے کے سامنے کھڑا ہوا تھا۔ اس دروازے کے دیکھتے ہی پچھلی چند یادیں تازہ ہو گئیں میں نے دروازے کے ماتھے پر نظر کی۔ بے شک یہ وہی کمرہ تھا جہاں پچھلی دفعہ میں میں نے قیام کیا تھا کیونکہ دروازے کے ماتھے پر گھنٹی کا وہ تار تھا جسے راہبر بنا کے میں ایک رات مرحوم سیوتج کے کمرے تک پہنچا تھا۔ یہ اطمینان کرنے کے لئے کہ واقعی یہ وہی کمرہ ہے یا دوسرا ہے میں آگے بڑھا کہ دروازہ کھول کر کمرے میں نظر ڈال لوں اور ابھی میں

نے دروازہ کھولا میں نے دروازہ کھولا ہی تھا کہ ڈولی یا شاید پالی کی بانہوں میں تھا۔

"ہائے" وہ ایک دم سے اچھلی "آپ نے تو مجھے بدحواس ہی کر دیا مسٹر۔"

بدحواس تو میں بھی ہو گیا تھا چنانچہ میں نے گڑبڑا کے پوچھا۔

"معاف کیجئے گا میں راستہ بھول گیا ہوں۔ کیا آپ کمرۂ طعام تک جانے کا راستہ جانتی ہیں؟"

جی نہیں راستہ وہ بھی نہ جانتی تھی چنانچہ ہم دونوں پر پیچ گزرگاہوں میں بھٹکتے رہے یہاں تک مسز ایسٹربی اسمتھ اپنی بیٹی کو تلاش کرتی ہوئی آگئیں اور مجھے اپنی بیٹی کے ساتھ دیکھ کے یوں چونکی ہیں جیسے انہیں بچھو نے ڈنک مار دیا ہو۔ اگر میں دنیا کا مشہور ترین لٹیرا ہوتا تب بھی اس موٹی عورت نے مجھے ایسی مشکوک نظروں سے نہ دیکھا ہوتا جیسا کہ اب دیکھا بہرحال اس نے آگے بڑھ کے ڈولی یا شاید پالی کا ہاتھ پکڑا اور اسے تقریباً" گھسیٹتی ہوئی آگے بڑھ گئی۔ میں اس چور کی طرح جو رنگے ہاتھوں پکڑا گیا ہو۔ سرجھکا کے ان دونوں کے پیچھے چلا۔ بڑی بی چونکہ اس راستے سے واقف تھیں جو کمرۂ طعام تک جاتا تھا۔ چنانچہ وہ وہاں پہنچ گئیں۔

ان دونوں کے پیچھے میں بھی کمرۂ طعام میں پہنچ گیا اور یہ دیکھ کر میری باچھیں کھل گئیں کہ کمرے میں میرا پرانا دوست اسکروپ اور اس کی بیوی بھی موجود تھی پچھلے چند برسوں میں وہ دونوں ذرا موٹے ہو گئے تھے لیکن ان کی خوش طبعی اور بزلہ سنجی میں کوئی فرق نہ آیا تھا۔ چنانچہ اسکروپ اور اس کی بیوی کی صحبت میں اور ایسٹربی اسمتھ والوں کو بھول گیا۔ اسی کمرے میں خیراتی اسکول کا صدر جافری بھی موجود تھا اور اس کے ساتھ اس کی بیوی بھی تھی۔ سنہری بالوں والی اس لڑکی سے جافری نے حال ہی میں شادی کی تھی۔ جافری پچھلی دعوت میں شریک تھا اور میں اسے بھولا نہ تھا۔ یا شاید بھول گیا تھا لیکن خاتون ریجنال نے اسے دعوت دیتے وقت یہ کہہ دیا تھا کہ ایسٹربی اسمتھ کے علاوہ بھی اس دعوت میں شریک ہو رہا ہوں۔ اور پھر وہ نوجوان نائب پادری بھی موجود تھا جو ہمیشہ وقت اور ابدیت کے اسرار کے متعلق غور کرتا معلوم ہوتا تھا حالانکہ وہ اس مسئلے پر غور کر رہا ہوتا کہ اگلی دعوت کہاں ہوگی اور اس دعوت میں کون کون سے روغنی کھانے پیش کئے جائیں گے۔

ہم لوگ اس جانے پہچانے کمرے میں کھڑے تھے۔ یہی وہ کمرہ تھا جہاں پہلی دفعہ میں نے ہاروت و ماروت کو دیکھا تھا اور اسی کمرے میں خاتون ریجنال سے ـــــ جب وہ مس ہومز تھی ـــــ میری ملاقات ہوئی تھی۔

اب میرا، اسکروپ اور اس کی بیوی اور جافری اور اس کی بیوی کا ایک گروہ بن گیا اور ایسٹربی اسمتھ والوں نے اپنا گروہ بنالیا۔ بنا کیا لیا ان کا گروہ تو پہلے سے بنا بنایا تھا۔ چنانچہ ہمارا گرو اور ایسٹربی اسمتھ والوں کا گروہ آمنے سامنے کھڑا ہوا تھا اور ان دو گروہوں کے درمیان نائب پادری سرجھکائے کھڑا تھا گویا وہ وقت اور ابدیت کے اسرار پر غور کر رہا ہو حالانکہ وہ حالیہ دعوت اور اس میں پیش کئے جانے والے لذیذ کھانوں کے متعلق سوچ رہا تھا۔

آخر کار خاتون ریجنال اپنے تاخیر کے متعلق معذرت طلب کرتی ہوئی نمودار ہوئی۔ کسی خاص مقصد کے تحت جس سے صرف وہی واقف تھی، اس نے وہ بہترین لباس زیب تن کر رکھا تھا جو بڑی بڑی دعوتوں میں شریک ہونے کے وقت پہنا جاتا ہے اور غالباً" مسز اسمتھ کو جلانے کے لئے اس نے ہیروں کے زیورات پہن رکھے تھے اس لباس اور ان زیورات میں وہ بہت زیادہ حسین اور مرعوب کن معلوم ہو رہی تھی۔ اس کے ہونٹوں پر ملکوتی تبسم اور آنکھوں میں عجیب طرح کی چمک تھی۔

کھانا لگ جانے کا اعلان کیا گیا اور ہم کمرۂ طعام کی طرف چلے۔ ایک بار پھر خاتون ریجنال میرے ساتھ تھی، مسٹر جافری کے ہاتھ میں مسز ایسٹربی اسمتھ کا ہاتھ تھا، مسز جافری ایسٹربی اسمتھ کلاں کے ساتھ تھی، اور اسکروپ نے ڈولی یا شاید پالی کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے رکھا تھا، دوسری صاحبزادی نائب پادری کے ساتھ تھی اور مسز اسکروپ ایسٹربی اسمتھ خرد کی ساتھی تھی۔

"بہت حسین اور شاندار نظر آ رہی ہو۔" میں نے خاتون ریجنال سے کہا ـــــ ہم دوسرے لوگوں کے پیچھے تھے اور اتنے دور تھے کہ آگے والے ہماری باتیں سن نہ سکتے تھے۔

"شکریہ" وہ مسکرائی۔ میرا مطلب ہے جہاں تک حسین نظر آنے کا تعلق

ہے وہاں تک تو ٹھیک ہے۔ رہی یہ بات کہ میں بہت شاندار بھی نظر آتی ہوں تو مطلب اس کا تو یہ ہے کہ میں نے قصداً" ہیروں کے زیورات پہنے ہیں۔ وہ کمبخت مسز ایسٹربی اسمتھ اپنے ہر خط میں ریجنال خاندان کے "بے حد قیمتی" زیورات کے متعلق لکھا کرتی تھی چنانچہ میں نے سوچا کہ لاؤ آج موقعہ ہے اس نفرت انگیز عورت کو پہلی اور آخری بار ان زیورات کے دیدار کرا دوں۔ بچاری نے ایسے قیمتی زیورات کاہے کو دیکھے ہوں گے۔ جل رہی ہوگی اندر ہی اندر' جل کیا رہی ہوگی حقیقت میں کھول رہی ہوگی۔ لیکن مجھے یہ بھڑکدار اور بھاری بھرکم زیورات پسند نہیں تھے۔

مجھے تو صرف ایک زیور پسند ہے اور وہ نے اپنے لباس کے نیچے پہن رکھا ہے" "بہت شریف ہو تم" میں نے ہنس کر کہا۔

"شاید" اس نے جواب دیا "بہرحال مجھے ان خود پسند اور بیہودہ لوگوں سے نفرت ہے جو بے وقت یہاں ٹپک پڑے ہیں اور جنہوں نے میری دعوت کا ستیاناس کر دیا ہے۔ سچ کہوں کواٹرمین! میرا ارادہ تو دو باریک لباس پہن کر آنے کا تھا جو مجھے کاندہ لینڈ میں ندائے روح بنا کر پہنایا گیا تھا۔ یہ لباس میرے پاس موجود ہے اور محفوظ ہے۔ قصر ریجنال سے رخصت ہونے سے پہلے تم مجھے اس لباس میں دیکھ لو گے۔ چونکنے کی کوئی ضرورت نہیں بھئی اس طرح گزرے ہوئے زمانے کی یادیں تازہ ہو جائیں گی۔ خیر تو میں نے اس خیال سے اپنے اس ارادے کو جامہ عملی پہنایا کہ ایسٹربی اسمتھ والے مجھے پاگل یقین کر لیں گے۔"

دعوت بڑی شاندار اور دلچسپ رہی۔ میرا مطلب ہے جہاں تک میرا تعلق ہے میرے لئے یہ دعوت ذرا بھی بیزار کن نہ تھی کیونکہ میں خاتون ریجنال اور مسز اسکروپ کے درمیان بیٹھا ہوا تھا اور دوسرے لوگ اتنے فاصلے پر تھے کہ ان کے گفتگو کرنا ممکن نہ تھا۔

کواٹرمین! کس قدر عجیب بات ہے یہ کہ ایک بار پھر ہم دونوں اسی میز پر ساتھ ساتھ بیٹھے ہوئے ہیں جس پر کئی برسوں پہلے بیٹھے ہوئے تھے لیکن پچھلی دعوت اور اس دعوت کے درمیان جو وقفہ حائل ہے اس میں ایک انقلاب عظیم آ چکا

ہے۔ میرا مطلب ہے میری زندگی میں۔ پچھلی دعوت میں جب تم شریک ہوئے تھے تو اس وقت میں ریجنال کی منگیتر تھی لیکن اب ریجنال کی بیوہ ہوں اس وقت اس کرسی پر' جس پر تم بیٹھے ہوئے ہو' میری والدہ بیٹھی ہوئی تھیں اس سائنسداں نے جب مجھ سے کہا کہ تم جسے مردہ یقین کر چکی تھی نہ صرف زندہ ہے بلکہ انگلستان آ گئے ہو تو مجھے اس قدر خوشی حاصل ہوئی تھی کہ میرا جی چاہا تھا کہ اس سائنسداں کا منہ چوم لوں۔"

کوئی جواب میری سمجھ میں نہ آیا اس لئے میں خاموش رہا۔ لیکن خاتون ریجنال نے ہمیشہ کی طرح میری دلی کیفیت معلوم کر لی اور مسکرا کر کہا۔

"سچ تو یہ ہے کواٹرمین کہ میں ایک یتیم بچے کی طرح محسوس کر رہی تھی۔ تنہا اور اداس تھی۔ میرا کوئی دوست اور ہمدرد نہ تھا۔ حالانکہ ان کی وجہ سے" اور اس نے اپنے زیورات کی طرف دیکھا بہت سے شناسا پیدا ہو گئے ہیں چنانچہ بہت سے _____ میرا مطلب ہے _____ شادی کے امیدوار بھی پیدا ہو گئے ہوں گے" میں نے کہا۔ ان کا کیا پوچھتے ہو۔ وہ تو برساتی مینڈکوں کی طرح پیدا ہو گئے ہیں۔ لیکن ظاہر ہے کہ انہیں مجھ سے نہیں بلکہ میری دولت سے دلچسپی ہے اور خود مجھے بھی ان میں سے کسی ایک کی ذرہ برابر بھی پروا نہیں۔ مجھے کسی چیز سے دلچسپی نہیں ہے کسی شخص اور کسی مقام سے دلچسپی نہیں۔ البتہ دنیا میں صرف دو مقامات ہیں جنھیں میں اپنا مکہ سمجھتی ہوں۔ ایک مقام تو وہ جو عقبی قبرستان میں ہے جہاں میری والدہ دفن ہیں اور دوسرا مقام مصر میں ہے یعنی دیوی ایزیس کا وہ ہیکل جہاں میرا شوہر میرا جارج زندہ ہی دفن ہو گیا تھا۔"

اس انقلاب کے بعد مجھے اپنی زندگی خالی خولی معلوم ہونے لگی ہے کواٹرمین مجھے کوئی شکایت نہیں۔ میری قسمت میں جتنا سکھ تھا مل گیا۔ اس کے علاوہ جو میں نے یہ کہا ہے کہ مجھے کسی چیز سے دلچسپی نہیں تو شاید یہ میں نے غلط کہا ہے کیونکہ مصر سے مجھے دلچسپی ہے حالانکہ میں سمجھتی ہوں کہ اب میں وہاں کبھی نہ جا سکوں گی۔ افریقہ سے مجھے دلچسپی ہے اور "اس نے آواز دبا کے کہا" یہ میں بلا کھٹکے کہہ سکتی ہوں کیونکہ تم میرے ان الفاظ کو غلط معنی نہ پہنا دو گے _____ ہاں تو تم

سے دلچسپی ہے ہاں کواٹرین! میں اسی وقت سے تمہیں پسند کرنے لگی تھی جبکہ پہلی دفعہ میں نے تمہیں قصر میں دیکھا تھا۔"

میں پسند ہوں! میں نے چاندی کی رکابی میں اپنا عکس دیکھتے ہوئے حیرت سے کہا۔ چاندی کی رکابی میں میرے خد و خال اور بھی برے معلوم ہو رہے تھے یہ تو تمہاری ذرہ نوازی ہے ورنہ من آنم کہ من دانم۔ تاہم اس بات پر حیرت ضرورت ہے کہ میں تمہیں کیوں پسند آگیا؟ خصوصاً" اس لئے بھی میں حیران ہوں کہ ہم دونوں زیادہ دنوں تک ساتھ نہیں رہے ہیں۔ اس قصر میں ہماری جو ملاقات ہوئی تھی وہ بے حد مختصر تھی اور پھر کاندہ لینڈ سے واپسی کے طویل سفر میں ہم ساتھ تھے لیکن اس وقت تم دوسری طرف متوجہ تھیں چنانچہ دو ملاقاتوں میں ظاہر ہے کہ کوئی کسی کو پسند کرنے نہیں لگ جاتا۔ ملاقاتیں طویل اور مسلسل ہوں' انسان ایک دوسرے کے مزاج سے واقف ہوجائیں اور اس کے بعد وہ دونوں ایک دوسرے کو پسند یا ایک دوسرے کی کوئی خاص بات یا ادا کو پسند کرنے لگ جائیں تو بات سمجھ میں آسکتی ہے۔"

"میں خود حیران ہوں کہ ایسا کیوں ہے حالانکہ یہ میں خود بھی جانتی ہوں کہ تم قطعی گلفام نہیں ہو۔ لیکن _____ لیکن _____ میں یوں محسوس کر رہی ہوں جیسے میں بہت پہلے سے تمہیں جانتی ہوں برسوں بلکہ شاید صدیوں سے تمہیں پہچانتی ہوں اور تمہارے متعلق ہر اس بات سے واقف ہوں جس سے شاید تم بھی واقف نہیں غرض یہ کہ میں گویا تمہاری رگ رگ سے واقف ہوں۔ اس کے علاوہ میں تمہاری موجودہ زندگی سے بھی واقف ہوں۔ جارج اور ہاروت نے مجھے تمہارے متعلق بہت سی باتیں بتائی تھیں۔"

"ہاروت تو اول نمبر کا جھوٹا تھا۔" میں نے کہا۔

"یہ تم کہہ رہے ہو لیکن میں تجربے کی بنا پر کہہ سکتی ہوں کہ اس کی ہر بات تکلیف دہ حد تک سچ ہوا کرتی تھی حالانکہ میں آج تک یہ نہ معلوم کر سکی ہوں اور نہ سمجھ ہی سکی ہوں کہ وہ ساری باتیں اسے کس طرح معلوم ہوجاتی تھیں۔"

بہرحال اس نے پر معنی نظروں سے میری طرف دیکھا" کہیں یوں سمجھ نہ بیٹھنا کہ میں

تمہیں بتا رہی ہوں یہ میں نے سچ کہا ہے کہ تم مجھے پسند ہو۔ کیوں پسند ہو؟ اس سوال کا جواب میرے پاس نہیں ہے۔ غالباً" اس لئے پسند ہو کہ کبھی ہم دونوں میں کوئی رشتہ قائم تھا۔ تمہیں یاد ہوگا کہ کاندہ لینڈ کے اس جنگل میں جو کوہ مقدس پر تھا میں نے یہی بات کہی تھی کہ میں ایسا محسوس کر رہی ہوں جیسے تمہیں صدیوں سے جانتی ہوں۔ جیسے تم میرے کچھ ہو یاد ہے؟"

"ہاں یاد ہے" میں نے ذرا بے چین ہو کر جواب دیا۔

"اور تمہیں وہ پتیاں بھی یاد ہوں گی جنھیں ٹادو کی کہتے ہیں۔ یہ پتیاں مجھے ہاروت نے دی تھیں اور وہ میرے پاس محفوظ ہیں۔ خیر تو ایک دفعہ میں چند پتیوں کی ناس لی تھی۔ خیال رہے صرف چند پتیوں کی کیونکہ اس عجیب و غریب چیز کو بچائے رکھنا ضروری تھا۔"

"اچھا! اور کیا" _____ میرا مطلب ہے _____ دیکھا تم نے؟ میں نے بڑے اشتیاق سے پوچھا۔

"یہ نہ پوچھو۔ اس وقت تو سوال یہ ہے کہ ہم دونوں دیکھیں گے؟"

کچھ بھی نہیں میں نے بڑے یقین سے سر ہلا کر کہا "دنیا کی کوئی طاقت مجھے ان لعنتی پتیوں کا دھواں کھینچنے پر مجبور نہیں کر سکتی۔"

"ہاں۔ سوائے میرے۔"

"کیا مطلب؟"

"مطلب یہ کہ میں مجبور کر سکتی ہوں" اس نے بڑے پیار اور یقین سے کہا" اور دیکھو بھاگنے کی نہ سوچنا۔ یوں بھی تم بھاگ نہیں سکتے۔ کیونکہ اتوار کو کوئی ریل نہیں جاتی۔ اس کے علاوہ تم میری مرضی کے خلاف اور مجھے خفا کرکے یہاں سے رخصت ہونا پسند بھی نہ کرو گے۔"

"محترمہ! پرندوں کی نظروں کے سامنے جو جال بچھایا جاتا ہے اس میں کوئی پرندہ نہیں پھنستا۔ کم سے کم وہ پرندے تو نہیں پھنستے جنھوں نے شکاری کو جال بچھاتے دیکھ لیا ہو" میں نے کہا۔ اس کے باوجود بہت سے پھنس جاتے ہیں۔ میرا مطلب ہے جانے بوجھے _____ پھنس جاتے ہیں۔"

عین اسی وت ایسٹربی اسمتھ نے میز کے دوسرے سرے پر سے اپنی گونجدار آواز میں خاتون ریجنال کو مخاطب کرکے خدا جانے کیا کہنا شروع کر دیا۔ بہرحال ہماری یہ گفتگو ختم ہوگئی۔

"میں کہتا ہوں یار۔" اسکروپ نے جھک کے میرے کان میں کہا۔ اس کی آنکھیں مسکرا رہی تھیں" کہیں تم تیسری دفعہ شادی کرنے کے متعلق تو نہیں سوچ رہے ہو؟ اگر ایسا ہی ہے تو انتخاب برا نہیں" اور اس نے خاتون ریجنال کی طرف دیکھا جو مہمان خواتین کے ساتھ کمرۂ طعام سے باہر جا رہی تھی کیونکہ دعوت ختم ہو چکی تھی" لیکن ذرا ہوشیار رہنا۔ مجھے تو قصر ریجنال کی مالکن بڑی پراسرار معلوم ہوتی ہے۔"

"بکومت" میں نے اسے ڈانٹ دیا۔

"بک نہیں رہا کہہ رہا ہوں کہ شادی بڑی شریفانہ' بڑی عمدہ اور بڑی منافع بخش چیز ہے۔ خصوصاً" اس صورت میں جبکہ بیوی گویا جہیز میں سونے کے ڈلے اور قابل رشک جائداد لے کر آ رہی ہو۔ مجھے یاد ہے کہ کئی سال پہلے اسی کمرے میں اور اسی میز پر میں نے کوئی ایسی ہی بات کہی تھی لیکن اس وقت بچارا جارج روڑا بنا ہوا تھا۔ لیکن اب وہ روڑا لڑھک گیا ہے ایک طرف اور راستہ صاف ہے۔ چنانچہ ---- ہوں ----"

اس کے ہونٹوں پر بڑی معنی خیز مسکراہٹ رقص کر رہی تھی۔

باب 3

جب ہم کمرے میں داخل ہوئے ہیں تو مسز ایسٹربی اسمتھ کہہ رہی تھی:۔

"لیونا! یہ تم کیا کہہ رہی ہو۔ کیا واقعی تم ان کافروں میں دیوی بنی ہوئی تھیں اور کیا واقعی تم ایسا لباس پہنا کرتی تھیں جس میں سے ______ جس میں سے تمہارا پورا بدن صاف نظر آتا تھا؟"

"اور نہیں تو کیا میں جھوٹ کہہ رہی ہوں" خاتون ریجنال نے کہا "ایسا باریک لباس جس میں سے میرا پورا بدن نظر آتا تھا اور پروں کی ٹوپی بھی۔ اب اگر تم یا تمہاری صاجزادیاں بے ہوش نہ ہوجائیں تو میں اسی وقت وہ لباس پہن کے دکھا دوں۔ جس میں سے میرے خوبصورت بدن کے نشیب و فراز تم بھی اچھی طرح دیکھ سکو گی۔"

"ہائے ہائے اب خاموش ہوجاؤ۔" دونوں بہنوں نے حسب معمول ایک آواز ہو کر کہا۔ "مرد آ رہے ہیں۔ توبہ۔"

چنانچہ اب نشست گاہ میں بے چین کر دینے والی خاموشی طاری تھی اور اس خاموشی کو مسز اسکروپ اور جافری کی بیوی کی ہنسی کی آوازیں کبھی کبھی توڑ دیتی تھیں۔ وہ دونوں منہ دبا کر ہنس رہی تھیں۔ شکر ہے کہ وہ شام یا شام کا وہ آخری حصہ جلدی ہی ختم ہوگیا کیونکہ تھوڑی دیر بعد ہی مسز ایسٹربی اسمتھ اپنا بھاری بدن

سنبھال کر اٹھی، عجیب نظروں سے مجھے گھور کر دیکھا اور اپنی نازک اندام بچیوں کو گویا اپنے پروں میں لے کر سونے کے لئے چلی گئی۔

بعد میں مسز اسکروپ سے مجھے معلوم ہوا کہ خاتون ریجنال نے مجھ ناچیز کے کردار کو ایسا مسخ کر کے مسز ایسٹربی اسمتھ کے سامنے بیان کیا تھا کہ وہ چونک پڑی تھی صرف یہی نہیں بلکہ خاتون ریجنال نے مسز ایسٹربی اسمتھ کو یقین دلا دیا تھا کہ میں افریقہ کے ایک آدم خور قبیلے کا سردار ہوں چنانچہ کبھی میں بالکل ہی "مادر زاد" گھوما کرتا تھا اور دوسرے قبائل پر حملہ کر کے انکی جوان جوان لڑکیاں اٹھالاتا تھا اور یہ کہ کپڑے پہننا مجھے خاتون ریجنال نے سکھایا ہے چنانچہ یہی وجہ تھی کہ میرے کمرے میں داخل ہوتے ہی بڑی بی اپنی زرد رو "خاندانی" لڑکیوں کو لے کر وہاں سے چلی گئیں کیونکہ کیا پتہ وہ مجھے پسند آ جائیں اور میں انہیں بھی اٹھا لے جاؤں۔ اس کے بعد اسکروپ اور اس کی بیوی رخصت ہوئے۔ جانے سے پہلے انہوں نے دوسرے دن دوپہر کا کھانا اپنے یہاں کھانے کی مجھے دعوت دی اور ان کی یہ دعوت میں نے فوراً ہی قبول کرلی حالانکہ میں نے خاتون ریجنال کو بڑبڑاتے سنا _______ "کمین کہیں کا"------ لیکن میں انجان بنا رہا۔ اب جافری اور اس کی بیوی نے "شب بخیر" کہا اور نائب پادری بھی ان کے ساتھ رخصت ہوا۔ سب کے آخر میں خاتون ریجنال مجھے شب خیر کہہ کر اپنی خوابگاہ میں چلی گئی۔

دوسرے دن صبح میں قصداً دیر سے ناشتے پر پہنچا۔ خاتون ریجنال اپنی خوابگاہ میں بند تھی کیونکہ اس کے "سر میں درد تھا۔" مسٹر ایسٹربی اسمتھ کلاں بھی سر کے شدید درد کی شکایت کر رہے تھے اور اس میں تعجب کی بات بھی نہ تھی کیونکہ وہ تین چار قسم کی شرابوں کو ملا کر پیتے رہے تھے۔ اور ان کے خاندان کا بھی مزاج درست نہ تھا۔ ہر ایک کو ایک نہ ایک شکایت تھی۔ یہ معلوم کر کے کہ ایسٹربی اسمتھ والے عبادت کے لیے گرجا میں جا رہے ہیں میں قصر ریجنال سے باہر آیا اور دو میل کا چکر کاٹ کر اسکروپ کے گھر پہنچ گیا اور ان کی صحبت میں میرا وقت بڑا ہی دلچسپ گزار۔ اسہ پہر کی چائے کے وقت واپس قصر ریجنال پہنچا تو خاتون ریجنال غصے میں بھری ہوئی شیرنی کی طرح نظر آ رہی تھی چنانچہ میں پھر وہاں سے نکل بھاگا

اور اس دفعہ گرجا میں پہنچ کر شام کی عبادت میں شریک ہوا اور رات کے کھانے کے وقت سے کچھ پہلے ہی پھر قصر ریجنال میں پہنچا تو مجھے اپنے اس فرار کی سزا یوں ملی کہ کھانے کی میز پر مجھے مسز ایسٹربی اسمتھ کے قریب بٹھایا گیا۔ یہ محترمہ چونکہ مجھے کسی وحشی قبیلے کا وحشی اور خونخوار سردار سمجھے ہوئے تھیں اس لیے سہمی بیٹھی تھیں۔ ہم میں کوئی گفتگو نہ ہوئی کبھی کبھی وہ "قاب ذرا بڑھا دیجئے۔ شکریہ" "یا ذرا نمک کی بوتل تو دیجئے" کہہ کر پھر خاموش ہو جاتی تھیں۔ لیکن میں نے دیکھا کہ میز کے دوسرے سرے پر خاتون ریجنال اور ایسٹربی اسمتھ کلاں میں کس بات پر بحثا بحثی ہو رہی تھی۔ آخر کار میں نے بابر کی توپ کو اپنی گو نجدار آواز میں کہتے سنا۔"

"لیونا بٹی! ہمارا تو خیال تھا کہ ہم چند دن تک تمہارے ساتھ قیام کر کے تمہارا غم غلط کرتے رہیں گے لیکن تم کہہ رہی ہو کہ ایک ایسا ضروری کام پڑا ہے کہ یہ ممکن نہیں رہا۔" خاتون ریجنال نے بڑی رکھائی سے کہا:-

"یقین کیجئے کہ دس بجے کی ریل بے حد مناسب اور عمدہ ہے۔ آدمی ٹھنڈے ٹھنڈے اپنے گھر پہنچ جاتا ہے۔ اسی لئے میں نے ٹھیک ساڑھے نو بجے بگھی لانے کو کہہ دیا ہے۔"

"چونکہ تمہارے کوئی خاص اور ضروری کام کی وجہ سے ہمارا یہ زیادہ رکنا ممکن نہیں رہا۔ جس کا ہم سب کو افسوس ہے اس لئے ہم اسی وقت تم سے تنہائی میں چند خاندانی امور طے کرلینا چاہتے ہیں کہ بعد میں کوئی جھگڑا باقی نہ رہے اور قصہ آج ہی رات کو ختم ہو جائے۔"

"ہاں۔ ہاں۔ کیوں نہیں۔ بلکہ میں تو چاہتی ہوں کہ یہ معاملہ جلد از جلد طے ہو جائے کہ میں چین کی نیند سو سکوں، خاتون ریجنال نے کہا اور پھر میری طرف دیکھ کر بولی "کواٹرمین! معاف کرنا کہ یہ معاملہ ذرا خانگی قسم کا ہے لیکن میں نے قصر کے عجائب گھر کی بتیاں جلا دینے کا حکم دے دیا ہے۔ اب تک عجائب گھر تمہارے لئے کھول دیا گیا ہوگا۔ اس میں چند مصری نوادرات موجود ہیں۔ چنانچہ جب تک ہم خاندانی معاملات طے کرلیں۔ تب تک عجائب گھر کی سیر کرتے رہو۔ امید ہے کہ تمہارا وقت دلچسپ گزرے گا۔

"مجھے مصریات سے خاص دلچسپی ہے" میں نے کہا اور بھاگا وہاں سے۔

پورے دو گھنٹوں تک میں قصر ریجنال کے اس عجائب گھر کی سیر کرتا رہا جس میں بہت سی مصری نوادرات کے علاوہ دو ممیاں بھی تھیں جو اپنے کفن کی پٹیوں میں بڑی بھیانک معلوم ہو رہی تھیں۔ ان میں سے کسی ایک ممی "آمن کی رقاصہ" کی تھی اور میں نے سوچا کہ اب "آمن کی یہ رقاصہ خدا معلوم کہاں رقص کر رہی ہوگی۔" آخر کار میں کانچ کے ایک صندوق کے قریب پہنچ گیا اور صندوق نے فورا ہی مجھے اپنی طرف متوجہ کرلیا کیونکہ اس پر جو لیبل لگا ہوا تھا وہ یوں تھا۔

"بردی کاغذوں کے دو پلندے جو کاندہ قبیلے کے مہنتوں نے
خاتون ریجنال کی خدمت میں پیش کئے تھے۔"

صندوق میں دونوں پلندوں کو کھول کر رکھا گیا تھا اور پلندوں کے نیچے ان پر غلافی تحریر کا انگریزی ترجمہ تھا۔ ترجمہ یہاں وہاں سے غیر مکمل تھا کیونکہ خود پلندے جگہ جگہ سے پھٹ گئے تھے اور تحریر مٹ گئی تھی۔

پلندہ نمبر ایک "پیرو آ کے سال جلو اول میں لکھا گیا تھا۔ اور یہ پیرو آ کا فرمان تھا کہ وہ شاہی خاندان کی خاتون امادہ کو دیوی ایزیس اور اس کے بیٹے دیوتا ہورس کے اس مندر کی راہبہ اور نیبہ "نامزد کرتا ہے جو مادر نیل کے مشرقی ساحل پر واقع ہے اور معلوم ہوا کہ اس مندر کا نام آمادہ تھا ______ یہ مندر' جس کا نام امادہ تھا یقیناً" وہی تھا جس کی کھدائی مرحوم ریجنال نے کی تھی اور جس کی ایک کھلی ہوئی قبر میں وہ زندہ ہی دفن ہو گیا تھا "میرے خدا! یہ عجیب اتفاق ہے" میں نے لرز کر سوچا۔

مجھے یاد آگیا تھا کہ یہ پلندے اسے کس نے دیئے تھے۔ جی ہاں کاندہ لینڈ کے مہنتوں نے جو کسی اور کی نہیں بلکہ دیوتا ہورس کی پوجا کرتے تھے اور جنہوں نے خاتون ریجنال کو کچھ اور نہیں بلکہ خود دیوی ایزیس اور ہورس کی راہبہ اور ندائے روح بنا رکھا تھا ______ یہ چونکا دینے والا اتفاق تھا۔

دوسرے پلندے کی تحریر یا اس کا ترجمہ یوں تھا:-

"خاتون امادہ دیوی ایزیس اور دیوتا ہورس کی راہبہ ہے چنانچہ وہ عمر بھر کنواری رہے گی۔ کوئی مرد اسے نظربد سے نہ دیکھے گا کوئی مرد اس کی طرف ہاتھ نہ بڑھائے گا' کوئی مرد اسے اپنی بیوی نہ بنائے اور کوئی مرد اس کے تقدس اور تجرد کو توڑنے کی کوشش نہ کرے گا اور اگر کسی بدنصیب نے ایسا کیا تو مادر مقدس اور خاتون ماہ دیوی ایزیس اور طفل مقدس ہورس کا عذاب اس پر نازل ہوگا (اور یہاں ان عذابوں کی فہرست تھی جو اس شخص پر نازل ہوں گے جو خاتون آمادہ کا کنوارہ پن مٹا دے گا) اور اس کافر کی موت سخت اور عبرتناک ہوگی۔ وہ اپنے وطن سے' جہاں اس نے پہلی دفعہ (یعنی سورج) کے دیدار کئے ہوں گے بہت دور اور دیار غیر میں مارا جائے گا۔ اس کی موت سخت اور عبرتناک ہوگی۔ اسکی موت ناگہانی ہوگی۔ اور پھر آنتی (عالم آخرت) میں اسے لرزہ خیز عذاب دیئے جائیں گے۔ (یہاں عالم آخرت کے عذابوں کی فہرست تھی) چنانچہ اس شخص کو ہوشیار ہوجانا چاہئے جو اپنے اس جنم میں یا کسی بھی اگلے جنم میں خاتون امادہ کا تقدس توڑنا اور اس کا کنوار پن ختم کرنا چاہتا ہو۔ جائز یا ناجائز طریقے سے بہرحال وہ مادر مقدس اور طفل مقدس کے عذابوں میں مبتلا ہوگا۔"

یہاں میں یہ اعتراف کر لوں کہ یہ بات مجھے بڑی حیرت انگیز اور عجیب معلوم ہوئی کہ یہ پلندہ اور وہ پلندہ بھی' جس میں آمادہ کو راہبہ نامزد کیا گیا تھا دو ہزار سال بعد افریقہ کے ایک دور دراز خطے میں خاتون ریجنال کو دیا جاتا ہے اور پھر اس کا شوہر امادہ مندر کی کھدائی کرتے وقت اپنے وطن سے دور اور دیار غیر میں "ایک حادثے کا شکار ہو کر "ناگہانی موت" مرتا ہے۔ دوسری عجیب بات یہ معلوم ہوئی کہ کاندہ لینڈ میں خاتون ریجنال ایک عرصہ تک "راہبہ" کا ہی کردار ادا کرتی رہی تھی اور وہ بھی اس ہیکل میں جہاں یہی وہ پلندہ بطور تبرک کے رکھے ہوئے تھے۔ اور

کانده لینڈ میں "ندائے روح" کے علاوہ اس کے دو اور لقب بھی تھے۔ ایک "نیہ" اور دوسرا "خاتون ماہ" ______ خاتون ماہ اس لئے کہ اس کے سینے پر ہلالی نشان تھا اور ہلال دراصل دیوی ایزیس کی علامت تھی۔

حالانکہ میں جانتا ہوں کہ دنیا میں ایسی بہت سی باتیں ہیں جن کی تشریح کرنے سے فلسفہ عاجز ہے اور حالانکہ میں توہم پرست نہیں ہوں تاہم مجھے اعتراف ہے کہ ان پلندوں کی تحریر اور ان واقعات نے، جن کا تعلق پلندوں کی تحریر سے معلوم ہوتا تھا، مجھے حقیقت میں خوفزدہ کر دیا اور میں نہ صرف چکرا گیا بلکہ سوچنے لگا کہ کاش میں خاتون ریجنال کی دعوت پر قصر ریجنال میں نہ آیا ہوتا۔

میں سچ مچ خوفزدہ ہو کر عجائب گھر سے نکل پڑا اور اس گزرگاہ میں چل پڑا جو بڑے زینے تک جاتی تھی۔

ابھی میں چند قدم ہی آگے بڑھا تھا کہ ایک انوکھے نظارے نے میرے قدم روک دیئے۔ ایسٹربی اسمتھ والے اپنی خواب گاہ کی طرف جا رہے تھے وہ لوگ ایک کے پیچھے ایک زینہ چڑھ رہے تھے اور ان سب کے ہاتھ میں ایک ایک موم بتی تھی۔

جب وہ لوگ جاچکے تو میں آگے بڑھا اور دیکھا خاتون ریجنال غضبناک تھی بلکہ مارے غصے کے رو رہی تھی وہ۔ وہ ایک دم سے مجھ پر برس پڑی "بہت ذلیل اور نالائق ہو تم خود تو بھاگ گئے اور مجھے ان کمینوں کے ساتھ اکیلی چھوڑ گئے۔ بہرحال اب وہ یہاں کبھی نہ آئیں گے کیونکہ میں نے ان سے کہدیا ہے کہ اگر اب کبھی وہ بھولے سے بھی یہاں آگئے تو میرے ملازم ان سب کو اٹھا کر باہر پھینک دیں گے۔"

ظاہر ہے کہ میں اس کے الزام کا کوئی جواب نہ دے سکتا تھا چنانچہ میں نے گڑ بڑا کے صرف یہ کہا کہ عجائب گھر میں میرا وقت بہت اچھا گزرا۔ میرے اس جواب نے اسے اور بھی غصے کر دیا اور وہ "شب بخیر" کہے بغیر پھنکارتی ہوئی وہاں سے چلی گئی۔ میں بھی اپنی کمرے میں چلا گیا۔ ریجنال اور ایسٹربی اسمتھ کے جھگڑوں نے خود مجھے الجھن میں ڈال دیا تھا حالانکہ اس جھگڑے سے میرا کوئی تعلق نہ تھا یہ تو

کچھ ایسی ہی بات تھی کہ جنگل میں دو مست ہاتھی لڑ رہے تھے اور بیچ میں بیچارے درختوں کا کچومر نکل رہا تھا۔

دوسرے دن صبح بیدار ہوا تو آلفرڈ خاتون ریجنال کا رقعہ لئے منتظر کھڑا تھا۔ میں نے سمجھا کہ خاتون ریجنال نے اپنے اس رقعے میں درخواست کی ہوگی کہ میں بھی ایسٹربی اسمتھ والوں کے ساتھ اسی صبح رخصت ہو جاؤں۔ لیکن میرا یہ خیال غلط تھا کیونکہ جب میں نے رقعہ کھول کر پڑھا تو اس میں لکھا تھا:-

"عزیز کواٹرمین!

گزشتہ رات میں آپے سے باہر ہو رہی تھی چنانچہ غصے کے اندھے پن میں میں نے تمہیں سخت سست کہہ دیا تھا جس کی میں معافی چاہتی ہوں۔ اگر تمہیں معلوم ہوتا کہ ان نالائق لوگوں نے اپنی باتوں سے میرے دل کو کیسا صدمہ پہنچایا تھا تو یقیناً" تم میرے غصے کو حق بجانب سمجھتے اور میرے سخت سلوک کا برا نہ مناتے۔ ایک بار پھر میں اپنے گزشتہ رات کے سلوک کی معافی چاہتی ہوں۔

میں نے دس بجے ناشتہ لگانے کا حکم دے دیا ہے اس سے پہلے نیچے نہ جانا۔

"لیونا ریجنال"

خیر تو آمدم بر سر مطلب خاتون ریجنال کا یہ رقعہ پڑھ کر میں نے اطمینان کا سانس لیا کیونکہ میں یہی سمجھے ہوئے تھا کہ وہ واقعی مجھ سے خفا ہے۔ بہرحال میرے دل پر سے ایک بوجھ سا ہٹ گیا اور میں منہ ہاتھ دھو کر چند ضروری خطوط لکھنے بیٹھ گیا۔

بہرحال دس منٹ بعد خاتون ریجنال بھی آگئی۔ وہ خوش اور مطمئن نظر آتی تھی۔ اور ہماری وہ صبح اور وہ دن یادگار اور دلچسپ گزرا ہم دونوں دنیا جہاں کی باتیں کرتے رہے۔ کبھی قصر میں اور کبھی باغ میں اور جب ہم باغ عبور کر کے دوسری طرف پہنچے ہیں تو ہم ایک روش پر تھے۔ میں چونکہ یہ وہی روش تھی جہاں

میں نے ایک رات خاتون ریجنال کو ہاروت و ماروت کے پنجے سے چھڑایا تھا۔

کیا بات ہے کواٹرمین! یہ روش دیکھ کر چونک کیوں اٹھے؟ خاتون ریجنال نے پوچھا۔

اور میں اسے وہ پوری داستان سنانے پر مجبور ہوگیا جو ریجنال نے اس سے چھپائی تھی۔ میں نے اسے بتایا کہ ایک رات _____ یہ وہی دعوت کی رات تھی _____ کس طرح ہاروت و ماروت نے اس کا اغوا کرنے کی کوشش کی تھی اور کس طرح میں نے عین وقت پر پہنچ کر اسے بچالیا تھا۔ وغیرہ۔ وہ غور اور توجہ سے سنتی رہی اور جب میں خاموش ہوا تو بولی۔ "تو یہ تھا تمہارا ایک اور احسان ہے مجھ پر _____ لیکن بہرحال ہاروت و ماروت اپنے مقصد میں کامیاب ہوگئے آخر کار۔ اور اگر وہ پہلی ہی دفعہ اپنی کوششوں میں کامیاب ہوگئے ہوتے اور تم بیچ میں نہ ٹپک پڑے ہوتے تو ظاہر ہے کہ جارج کی اور میری شادی نہ ہوتی بلکہ وہ اپنی زندگی میں مجھے دوبارہ دیکھ بھی نہ سکتا اور یہ اس کے حق میں اچھا ہی ہوتا۔"

"کیوں؟ اچھا کیوں ہوتا؟" میں نے پوچھا "تم اس کا سب کچھ تھیں۔ زندگی تھیں اس کی؟"

"کواٹرمین! کوئی عورت کسی بھی مرد کے لئے سب کچھ اور اس کی زندگی بنی ہے؟"

میں جواب دینے میں پس و پیش کرنے لگا کیونکہ میرا خیال تھا کہ وہ مجھے ٹیخنی دینا چاہتی ہے۔

"جواب دینے کی کوئی ضرورت نہیں" اس نے کہا "کیونکہ تمہارا جواب خاصا طویل ہوگا اس کے علاوہ تم مجھے قائل بھی نہ کر سکو گے۔ البتہ خود جارج میرے لئے سب کچھ تھا اور میں اسے خوش و خرم اور پھلتے پھولتے دیکھنا چاہتی تھی اور اگر اس نے مجھ سے شادی نہ کی ہوتی تو وہ عمر بھر خوش و خرم رہتا اور دنیا کی ساری مسرتیں اس پر نچھاور ہوجاتیں۔"

"تم کیا کہہ رہی ہو!"

"میں ٹھیک ہی کہہ رہی ہوں کواٹرمین۔ میں بڑی سبز قدم ہوں۔ میری

طرف سے اسے دکھ ہی ملے ہیں۔ پوری داستان سے تم واقف ہو اس لئے اسے دہرانے کی کوئی ضرورت نہیں۔ اور پھر وہ وہاں مصر میں میری ہی بدولت مارا گیا یا دیوی یزلیس کی بدولت میں لقمہ اجل بن گیا۔

میں کچھ نہیں کر سکتا سوائے اس کے کہ یہ عجیب الجھیڑا ہے۔ میں تو یہ بھی نہیں جانتا کہ ایزلیس اور ہورس کسی چیزیا کون سی قوت کی علامت تھے کیونکہ یہ تو بہرحال یقینی امر ہے کہ وہ دونوں محض بت نہ تھے جن کی پرستش قدیم مصری اور کاندہ لوگ کر رہے تھے۔ یہ دونوں بت یقیناً" کسی قوت کے مظاہرہ ہوں گے۔" "بے شک۔ ایزلیس خود قدرت اور اس کی ہمہ گیر قوتوں کی مظہر تھی اس کے علاوہ اسے حسن اور عشق کی زبردست دیوی بھی تسلیم کیا گیا تھا حالانکہ اس کی یہ خصوصیات ثانوی تھیں کیونکہ عشق کی زبردست دیوی ہاتور تھی۔ رہا ہورس تو وہ ابدیت کا دیوتا تھا۔ ابدی زندگی' ابدی قوت' ابدی جوانی اور ابدی حسن کا دیوتا مصریوں کا عقیدہ تھا کہ انسان کا جسم مرجاتا ہے لیکن روح جسے "وہ کا" کہتے تھے نہیں مرتی چنانچہ وہ دوسرا جنم لیتی ہے۔ چنانچہ ہورس اس آواگون کا بھی دیوتا تھا۔ اس کے علاوہ ہورس "انتقام" کا بھی دیوتا تھا کیونکہ اس نے دیوتائے سرشت سے اپنے لباس کا بدلہ لیا تھا۔

"اس صورت میں قدیم مصریوں کا مذہب عیسائیت سے کچھ زیادہ مختلف نہ تھا۔"

بے شک نہ تھا۔ اگر اس زمانہ میں عیسائیت رائج ہوگئی ہوتی تو پورا مصریہ مذہب اختیار کرلیتا کیونکہ عیسائی بن کر بھی وہ انہی قوموں کے سامنے سر جھکاتے حالانکہ ان قوتوں کے نام مختلف ہوتے ہیں یعنی یسوع مسیح اور مریم وغیرہ چلو بھئی اب قصر میں چلیں۔ سردی بڑھ رہی ہے۔"

چنانچہ ہم قصر ریجنال میں پہنچے۔ شام کی چائے خاتون ریجنال کے کمرۂ خاص میں پی گئی اور چائے کے بعد ہم خاموش بیٹھے رہے۔ خاتون ریجنال آتشدان کے دوسری طرف بیٹھی ہوئی تھی اور سگریٹ منہ میں دبائے میری طرف یوں ٹکٹکی لگائے دیکھ رہی تھی کہ میں رفتہ رفتہ بے چینی محسوس کرنے لگا اور یہ خیال خدا

جانے کہاں سے دماغ میں رینگ آیا کہ اب کوئی مصیبت آنے والی تھی مجھ پر۔ اور میرا یہ انداز غلط نہ تھا کیونکہ چند ثانیوں کے بعد ہی اس نے کہا:-

"کواٹرمین! ایک دفعہ ہم نے ایک طویل سفر ساتھ ساتھ طے کیا تھا۔ ہے نا؟"

"ہاں۔ مجھے یاد ہے" میں نے کہا اور کاندہ لینڈ سے واپسی کے سفر کے متعلق خدا جانے کون کون سی تفصیلات بیان کرنے لگا یہاں تک کہ خاتون ریجنال نے ہاتھ ہلا کر مجھے خاموش کر دیا اور کہا:-

"بہرحال آج رات کے کھانے سے فارغ ہو کر ہم دونوں ایک طویل سفر کریں گے۔ بے حد طویل سفر۔"

"کیسا سفر؟ کہاں جائیں گے! کیسے جائیں گے؟" میں نے ایک دم سے گڑ بڑا کر کہا

"یہ تو میں نہیں جانتی کہ کہاں جائیں گے۔ رہی یہ بات کہ کیسے جائیں گے تو اس کا جواب اس بکس میں موجود ہے" اور اس نے صندل کی لکڑی کے بنے ہوئے اس منقش بکس کی طرف اشارہ کیا جو ہم دونوں کے درمیان میز پر رکھا ہوا تھا۔

"یہ _____ یہ _____ کیا ہے اس میں؟" میں نے گھبرا کر پوچھا۔

"کھول کر دیکھ لو" اس کا جواب تھا۔

ایک کراہ کے ساتھ اٹھ کر میں نے بکس کھولا۔ بکس میں ایک اور چاندی کی ڈبیہ رکھی ہوئی تھی۔ میں نے یہ ڈبیہ کھولی۔ ڈبیہ میں خشک پتیاں رکھی ہوئی تھیں جو تمباکو کی طرح معلوم ہوتی تھیں۔ اور ان پتیوں میں سے عجیب طرح کی بو اٹھ رہی تھی جس نے میرے دماغ میں گھس کے اسے دفعتہ" دھندلا دیا۔ یہ بو میری جانی پہچانی تھی۔ میں نے جلدی سے ڈبیہ اور چوبی بکس کا ڈھکن بند کیا اور پیچھے ہٹ کر اپنی کرسی پر بیٹھ گیا۔

"تادوکی!" میں بڑبڑایا۔

"ہاں تادوکی۔ اور میں سمجھتی ہوں کہ یہ پتیاں خراب نہیں ہوئی ہیں بلکہ

ان کی خوبی جوں کی توں موجود ہے۔"

"خوبی؟" میں نے تقریباً چیخ کر کہا۔ "میرے خدا! تم ان پتیوں کے جو غالباً" شیطان کے باغ میں اگتی ہیں' شیطانی وصف کی خوبی کہہ رہی ہو؟ خاتون ریجنال! میں تمہارے ہر حکم کی تعمیل کے لئے تیار ہوں لیکن دنیا کی کوئی طاقت مجھے ان لعنتی پتیوں کا دھواں سونگھنے پر مجبور نہیں کر سکتی۔"

وہ ہنسی۔

"کیوں نہیں کر سکتی؟"

"میری زندگی پیچیدگیوں اور یادوں سے اتنی پر ہے کہ اب اس میں مزید پیچیدگی اور مزید یادوں کی گنجائش باقی نہیں رہ گئی ہے۔ کم سے کم وہ تصویریں دیکھنا نہیں چاہتا جو اس بکس یا پتیوں کے دھوئیں میں چھپی ہوئی ہیں۔ جی نہیں۔ مجھے تو معاف ہی رکھئے۔"

"بھئی فضول بحث نہ کرو" اس نے جواب دیا۔ "بڑی تھکا دینے والی چیز ہے اور آج رات ہمیں بالکل تازہ دم اور چاق و چوبند رہنا ہے۔"

میں نے حیرت اور خوف سے خاتون ریجنال کی طرف دیکھا۔ آخر وہ مصر کیوں ہے؟ وہ کیوں اپنی بات منوا کر رہتی ہے؟ آخر وہ جواب میں نہیں سننا کیوں پسند نہیں کرتی؟ ہمیشہ کی طرح اس دفعہ بھی اس نے میرے خیالات پڑھ لئے۔

"کواٹرمین! آدم نے شجر ممنوعہ کا وہ دانہ کیوں کھالیا جو حوا نے انھیں دیا تھا؟" اس نے پوچھا۔

"اس لئے کہ عورت نے انہیں اکسایا تھا۔"

"بالکل ٹھیک اور میں عورت ہی ہوں اور تمہیں اکسا رہی ہوں آدم نے مسلسل انکار کے بعد کھالیا تھا اور اس طرح انہوں نے لاعلمی پر علم کی توجیح دی تھی۔ اور ظاہر ہے کہ تم بھی علم سمیٹنے میں اپنی مثال آپ ہو۔ تمہارے حیرت انگیز کارنامے اس بات کا بین ثبوت ہیں کہ تم پیاسے ہو اور بہت سی باتیں' وہ باتیں جو کسی کے علم میں نہ ہوں' معلوم کرنا چاہتے ہو۔"

"بہرحال ہم بحث نہ کریں گے جیسا کہ تم نے کہا ہے چنانچہ میں صرف یہ

کہنے پر اکتفا کرتا ہوں کہ میں اس شجر ممنوعہ دانہ' جو تم پیش کر رہی ہو' نہ کھاؤں گا۔"

"پھر وہی" وہ بولی "آدم نے بھی مسلسل انکار کے بعد حوا کی بات مان لی تھی۔ اور آخر میں تم بھی میری بات مان لو گے۔"

اور یوں کہہ کر وہ اٹھی' وہ میرے قریب آ کھڑی ہوئی' بے اختیار میری نگاہیں اس کی طرف اٹھ گئیں' اس نے میری آنکھوں میں آنکھیں ڈال دیں ____ اور کچھ ہوا ____ میری ساری قوت ارادی' ساری مستقل مزاجی ریت کے گھروندے کی طرح ڈھے گئی۔

وہ پیچھے ہٹ کر اپنی کرسی پر بیٹھ گئی۔ وہ ہنسی۔ فتحمندانہ ہنسی۔ اور اس نے کہا۔

"کسی کے خواب و خیال میں بھی یہ بات نہ ہوگی کہ افریقہ کا مشہور مہم جو ایلن کواٹرمین ایک بزدل شخص ہے۔"

"بزدل!" میں نے کہا "بزدل"

"ہاں بزدل! کم سے ایک منٹ پہلے تم نے بڑی بزدلی کا ثبوت دیا تھا۔ لیکن اب تمہاری ہمت و جرات عود کر آئی ہے۔ ارے! رات کے کھانے کا وقت بھی ہو گیا؟ لیکن ٹھہرو۔ جانے سے پہلے میری ایک بات سن لو۔ کواٹرمین! میرا تم پر کوئی اختیار ہے۔ تم ایک حد تک میرے اثر میں ہو بالکل اسی طرح جس طرح کہ مجھ پر تمہیں کوئی اختیار حاصل ہے اور میں کسی طرح تمہارے اثر میں ہوں اس لئے اگر تم مجھ سے کوئی کام کروانا چاہو تو کروا سکتے ہو حالانکہ وہ میری مرضی کے خلاف ہی کیوں نہ ہو۔ بہر حال میں تمہارا حکم بجانے لانے پر مجبور ہو جاؤں گی۔ اسی طرح تم بھی وہ کام کرنے پر اپنے آپ کو مجبور پاؤ گے جو میں چاہوں گی۔ خیر تو آج رات ہم ایک زبردست دروازہ کھولنے والے ہیں۔ مستقبل یا شاید ماضی پر سے پردہ اٹھانے والے ہیں اور یہ پردہ اٹھا کے ہم وہ درخشاں زمانہ اور وہ حیرت انگیز باتیں دیکھیں گے جو ہمیں بے خود کر دیں گی اور عمر بھر ہمیں نہ صرف یاد رہیں گی بلکہ ہم ان باتوں اور اس دور کو یاد کر کے مرتے دم تک خوش ہوتے رہیں گے۔ کواٹرمین! تم

مجھے دھوکا تو نہ دو گے؟ اور اس نے عجیب نظروں سے میری طرف دیکھا۔ "اگر تم نے میرا ساتھ نہ دیا تو چونکہ کوئی اور میرا دوست ہے نہیں اس لئے یہ تجربہ مجھے تنہا ہی کرنا پڑے گا اور اس کے بعد میری زندگی کو کوئی خطرہ لاحق ہو جائے گا۔ یہ خطرہ کیا ہوگا۔ اور کیسا ہوگا یہ میں نہیں جانتی۔ ہو سکتا ہے میں ایک بار پھر اپنا ذہنی توازن کھو بیٹھوں اور مرتے دم تک پاگل ہی رہوں۔ لیکن اگر تم نے میرا ساتھ دیا تم مجھے پاگل ہونے سے بچا لو گے۔ ہاں اگر تمہیں پروا نہ ہو' اگر تم چاہتے ہو کہ میں پاگل ہو جاؤں تو بات دوسری ہو"

"خدا نہ کرے" میں بڑبڑایا "اگر ایسا ہو گیا تو میں اپنے آپ کو کبھی معاف نہ کروں گا" "میں جانتی تھی کہ تم مجھے دھوکا نہ دو گے۔ تو پھر وعدہ کرتے ہو کہ تم وہ کرو گے جو میں چاہوں گی؟" اور اس نے پھر عجیب نظروں سے میری طرف دیکھا

"وعدہ کرنے میں اپنی ہتک محسوس کر رہے ہو؟ اس کی کوئی ضرورت نہیں۔ کیونکہ میں وہ باتیں جان لیتی ہوں جو کوئی اور نہیں جان سکتا۔ کواٹرمین! کاندہ لینڈ کی وہ شام تمہیں یاد ہو گی جب میں نے کہا تھ کہ مجھ میں کوئی خاص قوت پوشیدہ ہے اور یہ کہ میں دنیا کی کسی بھی عورت سے مختلف ہوں۔"

"میں وعدہ کرتا ہوں" میں نے کہا اور کچھ اور بھی کہنے والا تھا _____ اس وقت یاد نہیں آ رہا کہ میں کیا کہنے والا تھا ________ کہ اس نے جلدی سے کہا۔

"بس ٹھیک ہے کیونکہ میں جانتی ہوں کہ تم وعدہ کے پکے ہو۔ جاؤ اب جلدی سے کپڑے تبدیل کرلو جا کر ورنہ کھانا ٹھنڈا ہو جائے گا۔"

باب 4

میں کپڑے تبدیل کرنے کے لئے اپنے کمرے میں پہنچا۔ رات کے کھانے کی گھنٹی بجنے میں تھوڑی سی دیر تھی اس لئے مجھے صورت حال پر غور کرنے کا موقعہ مل گیا خیالات برکھا کے بادلوں کی طرح امنڈ آئے۔

میں شکست کھا چکا تھا۔ میں مستحکم ارادہ کرکے آیا تھا کہ وہ نہ کروں گا جو خاتون ریجنال چاہے گی۔ میرا مطلب ہے ٹادو کی سے کوئی تعلق نہ رکھوں گا لیکن میرے ارادوں کا یہ مستحکم قلعہ ریت کی دیوار کی طرح ڈھے گیا۔

میں مایوسی' انتہائی مایوسی کے عالم میں سوچنے لگا کہ کیا میں فرار نہیں ہو سکتا؟ کیا یوں نہیں ہو سکتا کہ میں پچھلے دروازے سے نکل کے فرار ہو جاؤں۔ اپنا سامان یہیں چھوڑ کے اپنے کپڑوں میں بھاگ نکلوں؟ لوگ اتنی سردی میں مجھے ایسے ہلکے پھلکے کپڑوں میں دیکھیں گے تو پاگل تصور کرلیں گے۔ لیکن نہیں۔ میں اپنے آپ کو وعدے کی زنجیروں میں جکڑ چکا تھا اور وعدہ خلافی میرا شیوہ نہیں۔ لیکن میں اس قدر خوفزدہ کیوں تھا گویا میں کسی کی بیوی کا اغوا کر رہا ہوں؟ خوفزدہ ہونے کی کوئی وجہ نہ تھی۔ ٹادو کی کا دھواں ظاہر ہے کہ میری جان نہ لے سکتا تھا۔ اور اگر مر بھی جاؤں تو اس سے کیا فرق پڑ جانے والا تھا؟ میں دنیا دیکھ چکا تھا لیکن ......

دفعتہ" رات کے کھانے کی گھنٹی بجی۔ اور سچ کہتا ہوں کہ اس قیدی کو'

جسے پھانسی دی جانے والی ہو' اس گھنٹے کی آواز' جو پھانسی دینے سے چند منٹ پہلے بجایا جاتا ہے۔ ایسی لرزہ خیز نہ معلوم ہوتی ہوگی جیسی کہ اس وقت مجھے اس ننھی سی گھنٹی کی معلوم ہوئی۔ میں قتل گاہ کی طرف جاتی ہوئی بھیڑ کی طرح نیچے پہنچا تو خاتون ریجنال کو نشست گاہ میں موجود پایا۔ وہ نہایت عمدہ لباس پہنے ہوئے تھی اور بہت خوش نظر آتی تھی مجھے یاد ہے کہ اسے یوں خوش دیکھ کے مجھے غصہ آگیا تھا لیکن میں خاموش رہا۔ اس نے مجھے سر سے پاؤں تک دیکھا اور کہا:۔

"سچ مچ کواٹرمین تم تو ایسے خوفزدہ اور گھبرائے ہوئے نظر آتے ہو جیسے تم نے ریجنال کا بھوت دیکھ لیا ہو یا اپنی مرضی کے خلاف اس لڑکی سے شادی کرنے جا رہے ہو جس سے تمہیں نفرت ہے۔ اس کے علاوہ تم اپنی ٹائی کی گرہ لگانا بھی بھول گئے ہو۔"

میں نے دیوار پر لگے ہوئے آئینے میں دیکھا۔ اس نے غلط نہ کہا تھا۔ بے شک میں نے ٹائی کی گرہ نہ لگائی تھی اور اس کے سرے میرے سینے پر دائیں بائیں لٹک رہے تھے۔ چنانچہ میں جلدی جلدی ٹائی کی گرہ لگانے لگا لیکن کامیاب نہ ہوا۔ خاتون ریجنال ہنس کر آگے بڑھی اور خود اس نے میری ٹائی کی گرہ لگا دی اور اس تمام عرصے میں شرارت سے مسکراتی رہی۔ اس کی انگلیوں کے لمس سے میری جرات اور قوت گویائی عود کر آئی اور میں نے کہا:۔

"خاصی بھوک معلوم ہو رہی ہے اس وقت"

"تو کھانا بھی چن دیا گیا ہے۔ لیکن خیال رہے تمہیں زیادہ نہیں کھانا ہے اور صرف پانی پینا ہے" اس نے کہا۔ "کیونکہ کاندہ لینڈ کی داسی نے مجھے بتایا تھا کہ اگر ٹادو کی کا دھواں لینا ہو اور اس کا اثر مکمل طور سے دیکھنا ہو تو شکم سیر ہو کر کھانا نہ کھانا چاہیے اور تم جانتے ہو آج رات ہم اس کا مکمل ترین اثر دیکھنے والے ہیں۔ تمہیں یاد ہوگا کہ کئی برس پہلے اسی کمرے میں ہاروت نے نہ صرف چٹکی بھر ٹادو کی کا دھواں ہی ہمارے پھیپھڑوں یا شاید دماغ میں پہنچایا تھا۔

میں نے ایک لمبا سانس کھینچا اور وہ پھر ہنسی۔

وہ مسکرائی اور چلی گئی۔ میں نے دروازہ بند کیا اور آتشدان کے قریب

ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔ اس وقت میرے دل کی عجیب حالت ہو رہی تھی اور شراب کی ایسی طلب محسوس کر رہا تھا کہ پہلے کبھی محسوس نہ کی تھی۔

ایک منٹ بعد ہی میں نے دبی دبی ہنسی کی آواز سنی' نظر اٹھا کر سامنے دیکھا اور اگر میں کرسی پر بیٹھا ہوا نہ ہوتا تو لڑکھڑا کر کئی قدم پیچھے ہٹ جاتا۔

میرے سامنے کوئی اور نہیں بلکہ قدیم مصریوں کی دیوی ایزیس دلہن بنی کھڑی تھی۔ جی ہاں۔ دیوی ایزیس نے حجلہ عروسی میں جاتے وقت ہی لباس پہنا تھا کم سے کم مصر قدیم کی تصویروں سے تو یہی ثابت ہوتا تھا۔ سفید چغہ سر پر پروں کی ٹوپی' قدیم طرز کے کنگن جو کلائیوں میں جگمگا رہے تھے' نازک اور گورے پیروں میں سنہرے پیر تلے' یاقوت کی مالا اور دوسرے زیورات۔ یہ خاتون ریجنال تھی جس نے دیوی ایزیس کا عروسی جوڑا پہن رکھا تھا۔ میں حیرت سے اس کی طرف دیکھتا رہا۔ بس دیکھتا ہی رہا اور پھر بے اختیار بول اٹھا۔

"میرے خدا! کس قدر حسین معلوم ہو رہی ہو تم!"

"سچ! اس نے خوش ہو کے کہا۔

وہ آگے بڑھی اور اس نے کمرہ کا دروازہ بند کر دیا۔

اب اس نے میرے قریب آکر کہا "مناسب ہوگا کہ ہم بلا تاخیر اپنے کام کی طرف متوجہ ہو جائیں۔ لیکن اگر تم دیوی ایزیس کی پوجا کرنا چاہو تو اس کے لئے تمہیں چند سیکنڈ دیئے جا سکتے ہیں۔"

"جی نہیں" میں نے کہا "میں دیوی ایزیس اور کسی بھی دیوی کی پوجا کرنا نہیں چاہتا خصوصاً" اس لئے بھی کہ میں نے جس بات کا وعدہ کیا ہے اس میں یہ شرط نہ تھی کہ پہلے مجھے دیوی کی پوجا کرنی ہوگی۔"

"بے شک یہ شرط نہ تھی" اس نے سر ہلا کر اور مسکرا کر کہا "لیکن کون کہہ سکتا ہے کہ آئندہ ایک گھنٹہ گزرنے سے پہلے تم کس کی پوجا کر رہے ہو گے؟ معاف کرنا بھئی کہ میں یوں ہنس رہی ہوں تم پر۔ لیکن کیا کروں میں اپنے آپ کو روک نہیں سکتی۔ کس قدر خوفزدہ نظر آ رہے ہو تم!"

"اور کون خوفزدہ نہ ہوگا؟ "میں نے ٹادوکی کے اس بکس کی طرف دیکھتے

ہوئے کہا جسے اب میرے سامنے میز پر رکھ دیا گیا تھا۔ "خاتون ریجنال میں نے سنبھل کر جلدی سے کہا "کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ ہم اس لعنتی ٹادوکی کے معاملے کو کسی اور وقت کے لئے اٹھا رکھیں؟ وہ ایسٹربی اسمتھ والے جا چکے ہیں اور اب ہم اطمینان سے باتیں کر سکتے ہیں۔ کہو تو میں اپنے کارناموں کی داستانیں سنا دوں۔ بڑی دلچسپ داستانیں ہیں۔"

"جی نہیں میں خود اپنے کارنامے معلوم کرنا چاہتی ہوں او تم بھی معلوم کرنا چاہتے ہو گے۔ میری یہ داستان جو تصویروں کی زبانی ہوگی' تمہیں بھی یقیناً" دلچسپ معلوم ہوگی۔ اس نے بڑے سکون سے کہا' تمہارے خیال میں یہ معاملہ غیر مقدس' مضحکہ خیز اور احمقانہ ہے۔ لیکن یقین کرو کواٹرمین کہ تمہارا یہ خیال غلط ہے۔ کانڈہ لینڈ کی ایک داسی نے مجھے بہت کچھ بتا دیا تھا۔ یعنی اس وقت جب میں گویا اپنے حواس میں نہ تھی۔ ایک عرصے تک کچھ یاد نہ آیا کہ داسی نے کیا کہا تھا لیکن پھر آہستہ آہستہ اس کی کہی ہوئی باتیں جستہ جستہ یاد آتی رہیں چنانچہ ان نامکمل یادوں نے مجھے بے تاب کر دیا اور میں ان یادوں کو مکمل کرنے یا یوں کہوں کہ ان کی خانہ پری کرنے کے لئے بے چین ہو اٹھی بلکہ اب میری زندگی کی سب سے بڑی آرزو یہی ہے کہ میں وہ باتیں پوری طرح معلوم کر لوں جن کے ذرات سے میرے دماغ میں اڑتے پھر رہے ہیں۔ اور میں جانتی تھی اور اب بھی جانتی ہوں کہ میں جو کچھ معلوم کرنا چاہتی ہوں وہ تمہاری شرکت کے بغیر معلوم نہ کر سکوں گی۔ یہ مجھے کیسے معلوم ہوا اور ایسا کیوں ہے یہ مجھے اب یاد نہیں رہا۔ چنانچہ یہی وجہ ہے کہ جب مجھے معلوم ہوا کہ تم نہ صرف زندہ ہو بلکہ انگلستان آگئے ہو تو میں خوشی سے پاگل ہو اٹھی۔ کواٹرمین! امید ہے کہ اب تم مجھے مایوس نہ کرو گے۔ میرے پاس کوئی ایسی چیز نہیں ہے جو میں پیش کر کے تمہاری خدمات حاصل کر سکوں سوائے اپنی دوستی اور خلوص کے۔ اور میں جانتی ہوں کہ تم میرے مخلص دوست ہو چنانچہ اس تجربے میں میرا ساتھ دو گے" میں نے نظریں اٹھا کے دیکھا تو خاتون ریجنال کی آنکھوں میں آنسو تھے۔ اور ان آنسوؤں سے ظاہر ہے کہ معاملہ طے کر دیا۔

"بے شک میں تمہارا ساتھ دوں گا" میں نے اس کے آنسوؤں سے متاثر

ہو کر کہا ____ "کہو اب کیا کرنا ہے مجھے؟ پتہ نہیں اس لعنتی تجربے کا نتیجہ کیا ہو۔ اس لئے پہلے انتظام کر لینا ضروری ہے کہ بعد میں کسی پر الزام نہ آئے اور دوسرے لوگ الٹی سیدھی باتیں سوچنے پر مجبور نہ ہو جائیں۔

"یہ عجیب بات ہے کہ ایلن کواٹرمین' جس کی زندگی خطرات کا مقابلہ کرتے گذری ہے موت سے ڈرتا ہے۔"

"یہ ____ یہ _____ تمہیں کیوں خیال آیا!" میں نے بے چین ہو کے کہا' اس کے برخلاف یوں کیوں نہ سوچا کہ مجھے یہ خوف ہو کہ مبادا تم مرجاؤ اور حکومت مجھے پھانسی پر لٹکا دے" یہ آخری الفاظ میں نے کچھ سوچ کر ____ کہے تھے۔

"اوہ! یہ بات ہے" اس نے کہا "کسی قدر خیال ہے تم کو میرا! لیکن یہ تمہاری فطرت ہے

"بے شک یہ میری فطرت ہے۔"

خاتون ریجنال نے کچھ کہے بغیر ایک الماری کے قریب' اس کا نچلا خانہ کھول کر ایک بڑا سا پیالہ نکالا۔ یہ پیالہ بے حد قدیم تھا اور کسی قسم کے کالے پتھر سے تراشہ گیا تھا۔ پیالے کے دونوں طرف عورت کے سر کی شکل کے دو دستے بنے ہوئے تھے۔ پیالہ اس نے ایک طرف رکھا اور اسی خانے میں اس نے ایک نیچی سی آبنوسی تپائی برآمد کی میں نے ان دونوں چیزوں کو فوراً ہی پہچان لیا۔ یہ دونوں چیزیں کبھی کاندہ لینڈ کے ہیکل میں قربان گاہ کے سامنے رکھی ہوئی تھیں اور اس رات جب کاندہ لوگ پہلی فصل کا جشن منا رہے تھے' میں نے خاتون ریجنال کو دیوی ایزیلس کے لباس میں دیکھا تھا اور اسی پیالے میں ٹادوکی جلائی گئی تھی اور اس کے دھوئیں میں منہ ڈال کر خاتون ریجنال نے کاندہ لوگوں کے دیوتاؤں کے زوال کی پیشین گوئی کی تھی۔

"تو یہ چیزیں بھی تم اپنے ساتھ لے آئی ہو" میں نے کہا۔

"ہاں۔ یہ چیزیں بھی لے آئی ہوں۔" اس نے بڑی سنجیدگی سے جواب دیا۔" تاکہ وقت مقررہ پر ہمیں بھاگ دوڑ نہ کرنی پڑے اور وہ تصویریں ہمیں

صاف اور مکمل نظر آنے والی ہیں۔"

اس کے بعد وہ "انتظامات" میں مصروف ہوگئی۔ اس نے تپائی اٹھا کر کمرے کے عین بیچ میں رکھی اور یہ دیکھ کر میں نے اطمینان کا سانس لیا کہ تپائی اس نے آتشدان سے کافی دور رکھی تھی کیونکہ اس بات کا امکان تھا کہ ہم دونوں میں سے کوئی ایک ٹادوکی کا نشہ ____ کیونکہ حیران ہوں کہ اسے اور کیا کہوں ____ ہاں تو ٹادوکی کا نشہ چڑھنے کے بعد فرش پر گرنے کے بجائے آتشدان میں ہی جا پڑتا اور پھر نتیجہ معلوم؟ لیکن میرا یہ اندیشہ بے بنیاد تھا کیونکہ وہ نشست کا ایک صوفہ گھسیٹ لائی جس کی پشت ایسی تھی کہ آدمی ٹیک لگائے تو وہ پیچھے ڈھلک جائے اور اس پر بیٹھنے والا دراز ہو جائے۔ اب اس نے مجھے اس صوفے پر بیٹھ جانے کا اشارہ کیا میں نے اس کی اس حکم کی تعمیل کی۔ اور مجھے اعتراف ہے کہ اس وقت میں ایسی سنسنی محسوس کر رہا تھا جیسی کہ وہ مریض کیا کرتے ہوں گے جنھیں آپریشن کی میز پر لٹا دیا جاتا ہوگا۔

اور اب وہ لعنتی چیز لائی گئی۔ یعنی ٹادوکی ڈبیہ۔ میرا مطلب چاندی کی اس ڈبیہ سے ہے جو چوبی بکس میں رکھی ہوئی تھی۔ یہ ڈبیہ اس نے ڈھکن کھول کر تپائی کے قریب رکھ دی۔ آخر میں اس نے چمٹے کے ذریعہ آتشدان میں سے چند انگارے اٹھا کے پتھر کے پیالے میں ڈال دیئے۔

"تو یہ ہوگئے انتظامات۔ چنانچہ اب اپنی زندگی کے سب سے عجیب اور عظیم تجربے کے لئے تیار ہو جاؤ۔" اس نے ایسی آواز میں کہا جو بیک وقت خواب ناک بھی تھی اور وجد آفریں بھی۔

"کیا کرنا ہے مجھے؟" میں مردہ آواز میں پوچھا۔

"ظاہر ہے کہ پتھر نہیں پھوڑنے ہیں" اس نے جواب دیا اور میرے قریب صوفے پر بیٹھ گئی۔ چنانچہ اب وہ تپائی' جس پر پتھر کا پیالہ رکھا ہوا تھا' میرے اور اس کے قریب اور ہم دونوں کے ذرا بیچ میں تھی۔ یوں اطمینان سے بیٹھ کے اس نے گویا مجھے سمجھاتے ہوئے کہنا شروع کیا:-

"تمہیں صرف یہ کرنا ہے کہ جب پتھر کے پیالے میں سے ذرا گاڑھا گاڑھا

دھواں نکلنے لگے تو اپنا سر ذرا سا آگے جھکا کے دھوئیں کو اپنے پھیپھڑوں میں پہنچا اور یہاں تک کہ تم اپنے حواس اور قوت مدرکہ کو رخصت ہوتے محسوس کرو حالانکہ میں سمجھتی ہوں کہ اس کی کوئی ضرورت نہیں کیونکہ یہ ٹادو کی بڑی تیز ہے تاہم احتیاط بہرحال لازمی ہے۔ اور جب تمہارے حواس مختل ہونے لگیں اور محسوس کرو کہ تمہارا دماغ سونے لگا ہے تو پھر اپنا سر صوفے کی پشت پر ٹکا دو' اپنی آنکھیں بند کرلو اور خواب دیکھنے لگ جاؤ۔ بس چھٹی ہوئی۔"

"کیا خواب دیکھنا ہے مجھے؟" میں نے مری ہوئی آواز میں پوچھا کیونکہ میرے حواس تو ابھی سے گم ہو رہے تھے۔

"میرے خیال میں تم ماضی بعید کی تصویریں دیکھو گے۔ اس ماضی کی جس میں ہم دونوں نے کوئی اہم کردار ادا کیا ہے۔ کم سے کم میرا تو یہی خیال ہے۔ یہ تصویریں یا خواب میں پہلے بھی کاندہ لینڈ میں دیکھ چکی ہوں لیکن اس وقت میرا ذہنی توازن قائم نہ تھا۔ اس کے علاوہ مجھے یہ یاد بھی نہیں رہا کہ میں نے کیا دیکھا تھا۔ اس کے علاوہ مجھے یہ بھی معلوم ہوا تھا کہ ماضی کی یہ تصویریں اس وقت مکمل طور پر دیکھی جائیں گی جبکہ ہم دونوں ساتھ ہوں گے اور اس وقت ہم دونوں ساتھ ہیں اور اکیلے ہیں چنانچہ اب ہم جو تصویریں دیکھیں گے وہ مکمل ترین ہوں گے۔ بس اب کچھ نہ کہو۔ خاموش رہو اور دیکھو کہ ٹادو کی ہمیں کیا دکھاتی ہے۔"

اس کے ان آخری الفاظ نے میرے اعصاب جھنجھنائے اور میرا جی چاہا کہ ہماری یہ گفتگو ممکن ہو تو اور بھی طویل ہوجائے لیکن اب یہ ممکن نہ رہا تھا کیونکہ وہ ایک دم سے اٹھ کر تپائی کی طرف رخ کرکے کھڑی ہوگئی اور بے حد مترنم اور شیریں آواز میں کوئی گیت گانے لگی۔ میں نہیں جانتا کہ وہ کون سا گیت گا رہی تھی اور اس کے بول کیا تھے کیونکہ وہ جس زبان کا گیت تھا اس سے میں واقف نہ تھا البتہ میں سمجھتا ہوں کہ یہ کوئی قدیم گیت تھا جو اس نے کاندہ لینڈ میں سیکھا ہوگا۔ بہرحال وہ تپائی کے سامنے اپنے دونوں ہاتھ اوپر اٹھائے اپنے مقدس لباس میں ایک دیوی کی طرح لگ رہی تھی اور ایک وجد کے عالم میں کوئی پروہتی گیت گا رہی تھی۔ دفعتہ" وہ جھکی' اس نے ڈبیہ میں سے چٹکی بھر ٹادو کی اٹھائی' کوئی منتر پڑھا

اور چٹکی میں دبی ہوئی ٹادو کی پتھر کے پیالے میں دہکتے ہوئے انگاروں پر چھوڑ دی۔ دو دفعہ یہی عمل دہرایا گیا اور اب وہ میرے قریب صوفے پر بیٹھ گئی۔ مطمئن اور منتظر۔

پتھر کے پیالے سے دفعتہ" ایک شفاف اور ننھا سا شعلہ اٹھا جو چند سیکنڈ تک جلتا رہا اور پھر مدھم ہو کر غائب ہوگیا۔ اور اب اس میں سے دھواں اٹھ رہا تھا۔ سفید' گاڑھا اور بل کھاتا ہوا اور اس دھوئیں میں ایسی خوشبو تھی جیسی کہ حرارت خانے میں ہوتی ہے جہاں بے موسم کے پھول رکھے جاتے ہیں۔ دھواں ہم دونوں کے درمیان مور کے پنکھے کی طرح پھیل گیا اور اس دھوئیں میں سے میں نے خاتون ریجنال کی آواز سنی۔

"ماضی کا دروازہ چوپٹ کھل گیا ہے۔ داخل ہوجاؤ اس میں میکومیزن۔"

میں جانتا تھا کہ اس کا مطلب کیا تھا اور اس وقت میں نے سوچا کہ اسے دھوکا دے جاؤں لیکن دفعتہ" مجھے احساس ہوا کہ وہ میرے اس ارادے سے کسی طرح واقف ہوچکی تھی اور خدا جانے کس طرح میری قوت ارادی کو سلب کر رہی تھی۔ چنانچہ اب سوائے اس کے کوئی چارہ نہ رہ گیا تھا کہ اس کے حکم کی تعمیل کی جائے۔ اور میں نے دل پر جبر کرکے اپنا سر گرم اور خوشبودار دھوئیں میں دے دیا۔ گرم گرم اور گاڑھا دھواں تیز بھاپ کی طرح میرے چہرے سے ٹکرایا لیکن نہ تو میرے گلے میں پھندے سے پڑے اور نہ میرا دم ہی گھٹتا محسوس ہوا اور نہ آنکھوں میں جلن پیدا ہوئی۔

میں لمبے لمبے سانس کھینچ کر اس دھوئیں کو اپنے پھیپھڑوں میں اتارنے لگا ____ ایک دفعہ ____ دو دفعہ ____ تین دفعہ ____ اور میرا دماغ گھومنے لگا ____ میں نے اپنا سر پیچھے ہٹا کر صوفے کی پشت پر ٹکا دیا جیسا کہ مجھ سے کہا گیا تھا اور مجھ پر بے حد خوشگوار غنودگی طاری ہونے لگی۔ اور آخری چیز جو مجھے یاد ہے وہ یہ ہے کہ مجھ پر غنودگی طاری ہو رہی تھی۔ تو گھڑی دس کا گجر بجا رہی تھی اور میں نے اس گجر کی پہلی دو آوازیں صاف طور سے سنی تھیں۔ تیسری آواز بھی میں نے سنی تھی لیکن یہ آواز بڑی گونجدار' بڑی گمبھیر اور بڑی زور دار تھی۔

گجر کی یہ تیسری ضرب اس گھنٹے کی آواز کی طرح معلوم ہوئی تھی جو قدیم یونانی تھیٹر میں پردہ اٹھنے کے وقت بجایا جاتا تھا اور مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ اس گونجدار اور گمبھیر آواز کو سن کر دفعتہ" مجھے یہ احساس ہوا تھا کہ اس اسٹیج کا پردہ اٹھنے والا ہے جس پر میں ایک دنیا دیکھ لوں گا۔ پوری دنیا دیکھ لوں گا۔

____

کیا دیکھا تھا میں نے؟ کیا دیکھا تھا میں نے؟ ٹھہرئے۔ مجھے یاد کر لینے دیجئے کہ میں اس کی پوری تفصیلات درج کر سکوں۔

سب سے پہلے تو کچھ گڈمڈ چیزیں نظر آئیں ____ نجارات کے زبردست بادل سے۔ ناپیدا کنار سمندر _____ پانی ہی پانی _____ یہ سمندر زیادہ تر پر سکون تھے _____ پھر آگ اور لاوا اگلتے ہوئے ان گنت آتش فشاں' زلزلے اور ارضی اتھل پتھل۔ چٹانیں' پہاڑیاں اور پہاڑ _____ گرم و سرد خطے _____ ریگزار _____ نخلستان _____ گھنے جنگلات جو دل و دماغ کو تازگی بخشتے تھے _____ دلدلیں اور دلدلوں کے کناروں پر دنیا کے ابتدائی دور کے گھناؤنے اور مہیب جانور جو ادھر ادھر بھٹک رہے تھے۔ دلدلوں کے پیچھے تاڑ کے سے بلند و بالا درختوں کے جھنڈ اور ان جھنڈوں میں ہاتھیوں کی قسم کے زبردست جانور _____ اور پھر _____ اور پھر _____ ایک جھنڈ کے درمیان چھپا ہوا ایک وسیع و عریض میدان اور اس میدان میں بے ڈھنگی جھونپڑیاں اور ان جھونپڑیوں کے قریب کسی قسم کے جانداروں کا ہجوم _____ یہ جاندار نیم انسان اور نیم بندر تھے۔ چند قدم تک وہ اپنی دونوں ٹانگوں پر کھڑے ہو کر چلتے تھے اور پھر چند قدم تک اپنی چاروں ٹانگوں اور ہاتھوں پر بھاگنے لگتے تھے اس کے علاوہ یہ ذی روح بال دار تھے۔ یعنی ان کے جسم پر بال تھے اور یہی گویا ان کا لباس تھا۔ جب یہ لوگ مجھے نظر آئے ہیں تو بہت زیادہ خوفزدہ تھے اور کسی کی سمجھ میں نہ آنے والی بولی میں آپس میں کچھ جڑ جڑ کر رہے تھے کیونکہ اس وقت اس میدان میں جس میں جھونپڑیاں تھیں دور قدیم کا وہ چوپایہ جسے میموتھ کہتے تھے اور جو ہاتھیوں کا جد امجد تسلیم کیا گیا ہے' گھس آیا تھا۔ بہرحال وہ ایک زبردست ہاتھی تھا جس کا قد بیس فٹ

سے کم نہ تھا اور جس کے دانت بہت بڑے اور مڑے ہوئے تھے۔

اس پورے منظر یا تصویر کی یہ عجیب خصوصیت تھی کہ اس خوفزدہ بال دار اور جڑ جڑ کرتے ہوئے ہجوم میں میں نے اپنے آپ کو پہچان لیا۔ میرے بدن پر بھی بال تھے اور میں بھی ان کی سی بولی بول رہا تھا اور اس قدیم اور بال دار ایلین کواٹرمین جو یہ منظر دیکھ رہا تھا' سمجھ نہ سکتا تھا۔ یہاں میں یہ بتادوں کہ میں نے اپنے آپ کو شکل و صورت سے نہ پہچانا تھا اور پہچان بھی نہ سکتا تھا البتہ کسی اندرونی بلکہ روحانی ذریعہ سے میں نے اپنے آپ کو اس وحشی ہجوم میں پہچان لیا تھا _____ اور ایک عورت _____ حیران ہوں کہ اس بال دار ہستی کو اور کیا کہوں حالانکہ وہ قطعی عورت نظر نہ آتی تھی بہرحال وہ چونکہ جنس مخالف سے تھی اس لئے میں نے اسے عورت کہا ہے _____ ہاں تو ایک عورت مجھے اکسا رہی تھی اور سمجھا رہی تھی کہ اگر میں اسے حاصل کرنے کا آرزو مند ہوں تو اس زبردست چوپائے میموتھ کا خاتمہ کردوں ورنہ وہ اس چوپائے کا خاتمہ کر دے گا _____ آخر میں ہوا یہ کہ میں جوش میں آکر میموتھ کی طرف لپکا۔ اور اس وقت کون سا ہتھیار تھا میرے ہاتھ میں؟ ایک لٹھ کے سرے پر بندھا ہوا تیز نوکدار پتھر کا ایک ٹکڑا۔ تو یہ تھا وہ ہتھیار جس سے میں میموتھ کا خاتمہ کرنے والا تھا _____ (اور میں نے ایلین کواٹرمین نے سوچا کہ بھلا یہ کیسے ممکن ہے کہ ایسے معمولی سے ہتھیار سے' جو قطعی ہتھیار نہیں ہے' بیس فٹ بلند چوپائے کا خاتمہ کر دیا جائے؟ لیکن میں سمجھتا ہوں کہ وہ پتھر زہر آلود تھا)

بہرحال جو کچھ ہونا تھا چشم زدن میں ہوگیا۔ میں نے لکڑی سے بندھا ہوا پتھر میموتھ کے کھینچ مارا۔ دفعتہ" میموتھ کی لمبی سونڈ سوں سے میری طرف بڑھی' وہ میری کمر کے گرد لپٹ گئی اس نے مجھے اٹھالیا اور اب وہ مجھے نہایت تیزی سے ہوا میں گول گول گھما رہی تھی۔

اور میں سمجھتا ہوں کہ اس وقت میرے حواس پوری طرح مختل نہ ہوئے تھے کیونکہ جب میں نے خود اپنے آپ کو میموتھ کی گرفت میں دیکھا تو دفعتہ" یہ خیال میرے دماغ میں رینگ آیا کہ کاندہ لینڈ کے دیوتائے شر جانا ہے یہ میرا پہلا

مقابلہ تھا جو کروڑوں سال پہلے دنیا کے ابتدائی دور میں ہوا تھا اور میں نے یہ بھی سوچا کہ ایک عورت کی خاطر اس قسم کی کوشش کرنا حماقت تھی۔)

دفعتہ" اس منظر پر اندھیرے کا پردہ پڑ گیا۔ اندھیرا _____ اندھیرا _____ بس اندھیرا ہی اندھیرا۔ لیکن تھوڑی دیر کے بعد _____ اور اس تھوڑی دیر میں سینکڑوں سال گزر گئے تھے _____ اندھیرا دور ہونے لگا۔ اندھیرا دور ہوگیا _____ روشنی پھر پھیل گئی _____ جیساکہ میں نے کہا ہے اس عرصے میں _____ یعنی اندھیرے کا پردہ گرنے اور پھر اٹھنے کے درمیانی عرصے میں صدیاں گزر گئی تھیں _____ ہاں تو روشنی پھر پھیل گئی اور ایک بار پھر میں نے اپنے آپ کو دیکھا اور اس دفعہ میں ایک سیاہ فام تھا اور ایک افریقی کرال میں رہ رہا تھا اور یہ کرال ایک ٹیلے پر تھا۔

ٹیلے کے قدموں میں سے شور و غوغا کی آوازیں آ رہی تھیں۔ کسی دشمن نے حملہ کر دیا تھا۔ ناگہاں ایک عورت جھونپڑی سے باہر آئی اور اس نے میرے ایک ہاتھ میں بھالا اور دوسرے میں ڈھال پکڑا دی۔ ڈھال چوبی تھی اور اس پر سفید داغ سے بنے ہوئے تھے۔ عورت نے اس پگڈنڈی کی طرف اشارہ کیا جو ٹیلے پر سے نیچے آ رہی تھی۔ اس پگڈنڈی پر سے کرال والے نعرے لگاتے اتر رہے تھے۔ میں بھی ان کے ساتھ ہو لیا لیکن بے دلی سے۔ ٹیلے کے قدموں میں ایک دیو قامت شخص سے میرا مقابلہ ہوگیا۔ میں نے اس کے بھالا مارا۔ اس نے مجھ پر حملہ کیا اور اس کا بھالا میرے پیٹ میں اتر گیا۔ درد و تکلیف سے میں چیخ پڑا۔ مجھے ٹیلے پر پہنچا دیا گیا وہاں اس عورت نے جس نے مجھے دوسروں کے ساتھ نیچے بھیجا تھا۔ میرے پیٹ سے بھالا کھینچ لیا اور یہ بھالا اس نے ایک دوسرے مرد کو دے دیا جو قریب ہی کھڑا ہوا تھا۔

اس کے بعد کیا ہوا مجھے یاد نہیں۔

بہرحال اس منظر کے بعد نامکمل اور الجھے ہوئے مناظر کا سلسلہ چلا۔ یہ مناظر آپس میں یوں گڈمڈ تھے کہ میں ایک سے دوسرے منظر کو الگ نہ کر سکا اور نہ اب کر سکتا ہوں۔ بہرحال اتنا کہدینا کافی ہوگا کہ وہ مناظر گزرے ہوئے زمانوں کے

تھے۔ اور موضوع وہی تھا جو پہلے دو مناظر کا تھا۔ یعنی جنگ' قحط' زخم اور موت وغیرہ اور ہاں ایک عورت جو ہر منظر میں مجھے کچھ نہ کچھ کہنے پر اکساتی تھی۔

آخر کار ماضی کی یہ نامکمل اور الجھی ہوئی تصویریں میری نظر کے سامنے سے ہٹ گئیں یا شعور سے محو ہوگئیں اور اب مجھے وہ منظر نظر آیا جو صاف واضع اور مسلسل تھا۔ یہ منظر بہت زیادہ قدیم دور کا بھی نہ تھا اور ماحول جانا پہچانا تھا یا وہ تھا جس سے میں واقف تھا یا کم سے کم میں تو یونہی محسوس کر رہا تھا۔ اور یہی اصل اس کہانی کا آغاز ہے جو میں ان صفحات میں بیان کرنے جا رہا ہوں۔

براہ کرم آپ یہ نہ بھولیں کہ اس منظر میں اور ہر منظر میں میں نے اپنے آپ کو یا اپنی ہستی یا اپنے وجود کو فورا" پہچان لیا تھا۔ چنانچہ اس کہانی کا "میں" وہی ایلن کواٹرمین ہے جو یہ کہانی بیان کر رہا ہے۔ حالانکہ اس کہانی میں میرا نام ایلن کواٹرمین نہیں بلکہ کچھ اور ہوگا۔ لیکن بے شک وہ میں ہی تھا حالانکہ میرا نام ایلن کواٹرمین نہ تھا۔ ایلن کواٹرمین میرا اس دور کا نام ہے۔ یا اس جنم کا نام ہے۔ اس جنم کا نام خواہ کچھ ہی کیوں نہ ہو وہ میں ہی تھا۔ چنانچہ اس کہانی میں جو ٹادو کی نے مجھے دکھائی تھی اور جسے میں اب بیان کر رہا ہوں۔ میں نے جو کارنامے سے انجام دیئے ہیں وہ میرے ہی کارنامے ہیں۔ یہ کارنامے میں نے صدیوں پہلے انجام دیئے تھے۔ کم سے کم منظر نے تو یہی بتایا تھا۔ اب یہ آپ کو اختیار ہے کہ آپ ماضی کی ان تصویروں کو اس کہانی کا تانا بانا بنتی ہیں' سچ سمجھیں یا جھوٹ۔

تو کہانی یوں چلتی ہے۔

میں نے دیکھا کہ ....

میں ایک رتھ میں سوار ہوں جسے دو خوبصورت اور برق رفتار گھوڑے گویا اڑائے لئے جا رہے ہیں۔ ان گھوڑوں کی لگامیں ایک رتھ بان کے ہاتھوں میں ہیں جو رتھ کے اگلے حصے میں ایک نشست پر بیٹھا ہوا ہے۔ یہ رتھ خوب سجا ہوا ہے' منقش ہے۔ رتھ سے لمبا بانس کا ڈنڈا لگا ہوا ہے اور اس ڈنڈے کے اگلے سرے پر دائیں بائیں دو بازو ہیں جن میں گھوڑے جتے ہوئے ہیں۔

میں اسی رتھ میں کھڑا ہوا تھا۔ میں نے نہایت ہی عمدہ ریشمی اور نفیس چغہ پہن رکھا تھا جس کا دامن میرے پیچھے ہوا میں اڑ رہا تھا کیونکہ رتھ تیزی سے بھاگ رہا تھا۔ میری کمر پر ایک چوڑا پٹکا بندھا ہوا تھا جس میں رنگ برنگے ہیرے جواہرات جڑے ہوئے تھے۔ میرے دونوں پیروں پر کپڑے کی رنگین پٹیاں لپٹی ہوئی اور پیروں میں پیر تلے تھے۔ یہ لباس مجھے _____ حال کے ایلن کواٹرمین کو _____ کچھ زنانہ معلوم ہوا اس لئے مجھے پسند نہ آیا۔

لیکن میں نے خوشی کی لہریں محسوس کرکے دیکھا کہ ماضی کے "میں" کے چہرے کے نقوش بھی نازک نازک سے تھے۔ میں کبھی یقین کر ہی نہیں کر سکتا' دو ہزار سال پہلے میں اتنا خوبصورت اور پرکشش تھا۔ بے شک میں بلند قامت نہ تھا۔ تاہم خاصا تنومند تھا۔ میرا بازو وہ جو عورتوں کے سے چغے میں سے باہر نکلا ہوا تھا انعام یافتہ مکے باز کے بازو کی طرح موٹا۔ سخت اور مضبوط تھا اور میرا سینہ چکی کے پاٹ کی طرح تھا۔

مجھے اپنا چہرہ بھی پسند آیا۔ ماتھا چوڑا۔ آنکھیں بڑی بڑی' سیاہ اور چمکدار اور ایسی جن سے معلوم ہوتا تھا کہ میں کسی کو خاطر میں نہیں لاتا۔ دہانہ نہ چوڑا اور نہ تنگ بلکہ مناسب البتہ ہونٹ ذرا موٹے تھے اور بال _____ بالوں میں کچھ گڑبڑ تھی _____ بال گھنے اور لانبے تھے لیکن ایسے گھنگھریالے تھے کہ معلوم ہوتا تھا کہ میرے اجداد میں سے کوئی صاحب کسی حبشن کی محبت میں گرفتار ہوگئے ہوں گے۔ بہرحال میرے یہ گھنگھریالے بال جیسا کہ میں نے کہا ہے خاصے لمبے تھے چنانچہ میرے کندھوں پر پڑے ہوئے تھے اور میرے سر پر ایک نیلے رنگ کا ریشمی فیتہ جس میں سفید دھاریاں تھیں' بندھا ہوا تھا۔ اسی فیتے نے میرے لانبے بالوں کو سنبھال رکھا تھا۔ میرے جلد کی رنگت میں نے خوش ہو کے دیکھا' سیاہ نہ تھی بلکہ میرا رنگ ایسا تھا جسے گیہواں کہتے ہیں۔ رہی میری عمر تو وہ پچیس سے پینتیس کے درمیان معلوم ہوتی تھی۔ چنانچہ میں گویا اس وقت زندگی کی بہار میں تھا۔

میں اپنے بائیں ہاتھ میں ایک کافی بڑی اور وزنی کمان لئے ہوئے تھا۔ جو معلوم ہوتا ہے کہ میری بہترین رفیق تھی اور میری خوب خدمت انجام دے چکی

تھی اور اس کا چلہ تانت کا معلوم ہوتا تھا اور چلے میں جو تیر چڑھا ہوا تھا اس کا پھل چوڑا اور کانٹے دار تھا۔ اور اس تیر کے سرے پر انگوٹھے کی مدد سے تیر کو چلے میں سنبھال رکھا تھا اور میں نے دیکھا کہ میرے اس ہاتھ یعنی دائیں ہاتھ کی ایک انگلی میں سونے کی انگوٹھی تھی' انگوٹھی میں بڑا سا نگینہ جڑا ہوا تھا اور اس نگینے پر کچھ تحریر تھا یا عجیب طرح کی تصویریں بنی ہوئی تھیں۔

اب میں اپنے رتھ بان کا حلیہ بھی بیان کردوں۔

وہ سیاہ تھا۔ اندھیری رات کی طرح۔ وہ بد صورت تھا۔ بہت زیادہ بد صورت لیکن اس بد صورتی کے باوجود وہ بڑا ہی خوش طبع بلکہ مسخرہ معلوم ہوتا تھا۔ اس کا ذہن غیر معمولی طور پر بڑا اور بائیں طرف سے کچھ زیادہ ہی چرا ہوا تھا۔ اسی لئے اس کا منہ ٹیڑھا معلوم ہوتا تھا اس کے ہونٹ موٹے اور کان بڑے بڑے تھے اور آنکھیں زرد تھیں جو حلقوں میں دھنسی ہوئی تھیں۔ اس کے بال حبشیوں کے بالوں کی طرح تھے جنہوں نے توپ کے گولے جتنی اور غالباً" اتنی ہی مضبوط کھوپڑی کو پوری طرح ڈھانک رکھا تھا۔ یہ سر جو توپ کے گولے کی طرح تھا' کندھوں میں یوں دھنسا ہوا تھا کہ معلوم ہوتا تھا اس پر ہتھوڑوں کی ضربیں لگا لگا کر گردن کو کندھوں میں اتار دیا گیا ہو۔ رہے کندھے تو وہ بہت زیادہ چوڑے تھے جن سے اس رتھ بان کی غیر معمولی جسمانی قوتوں کا اندازہ لگانا مشکل نہ تھا۔ لیکن اس کی ٹانگیں مڑی ہوئی اور پنجے چوڑے تھے۔ چنانچہ یہ شخص بونا تھا جیسے قدرت نے اس شخص کو دیو بنانا چاہا ہے۔ لیکن پھر اپنا ارادہ بدل کر اسے بونا بنا دیا ہو۔ چنانچہ اس کا سر تو دیو کا بنا دیا لیکن جسم اور ٹانگیں بونے کی بنا دیں جی ہاں یہ رتھ بان ایتھوپیا کا ایک بونا تھا۔

اس کی ظاہری بد صورتی دیکھنے کے بعد جھانک کر اس کے باطن میں دیکھا۔ اس روح کو دیکھا جو اس بد شکل بونے کے بے ڈول بدن میں تھی۔ اور آپ کے خیال میں یہ روح کس کی ہوگی؟ جی ہاں۔ میں نے _____ حال کے ایلن کواٹرمین نے _____ اس روح کو پہچان لیا۔ یہ روح کسی اور کی نہیں بلکہ میرے پرانے وفادار خادم اور مخلص ترین دوست ہینس کی تھی۔ اسی ہینس کی جو میرے ساتھ کئی

مہمات میں اور سب کے آخر میں کاندہ لینڈ کی مہم میں شریک ہوا تھا اگر آپ نے میرا پچھلا ناول ندائے روح پڑھا ہے تو آپ جانتے ہی ہوں گے کہ بینس میری جان بچانے کی کوشش میں خود مارا گیا تھا۔ دیوتائے شرجانا نے اس کا خاتمہ کر دیا تھا۔ میرا یہ رتھ بان بے شک بینس ہی تھا۔ یہ تو قارئین نے سمجھ لیا ہو گا کہ اس خواب میں ایک مصری تھا۔ سرزمین فراعنہ کا باشندہ۔

اور اب میں نے اپنے چاروں طرف نظر دوڑائی اور دیکھا کہ میرا رتھ رتھوں کی ایک قطار میں دوسرے نمبر پر تھا۔ میرے رتھ کے عین آگے ایک اور رتھ تھا بڑا ہی شاندار اور مرعوب کن۔ اور اس رتھ میں جو شخص کھڑا ہوا تھا وہ کوئی اور نہیں بلکہ ایک زبردست بادشاہ تھا۔ اس کا لقب تھا "شاہوں کا شاہ" اور اس زمانے میں ____ جس زمانے کی میں تصویر دیکھ رہا تھا ____ دنیا کا زیادہ تر حصہ اس کے زیر حکمرانی تھا۔ یہ سب باتیں مجھے معلوم ہو چکی تھیں لیکن یہ نہ معلوم ہوا کہ اس شاہوں کے شاہ کا نام کیا تھا۔ اس نے سرخ رنگ کا اک لمبا چغہ زیب تن کر رکھا تھا جس پر سونے کے تاروں سے گل بوٹے بنائے گئے تھے۔ اس کی کمر سے پٹکا بندھا ہوا تھا جس میں نہایت ہی قیمتی جواہرات جڑے ہوئے تھے اور پٹکے سے ایک مہر لٹک رہی تھی۔ شاہوں کے شاہ کی مقدس مہر جو "مہر سفید" کے نام سے پوری دنیا میں مشہور تھی۔

اس کے سر پر جو گوشہ کلاہ تھی یہ بھی سرخ تھی اور اس پر ہرے رنگ کا چمکدار فیتہ بندھا ہوا تھا۔ جس پر سفید پھول بنے ہوئے تھے۔ شاہوں کے شاہ نے ٹوپی اپنے سر پر ذرا ٹیڑھی رکھی تھی چنانچہ وہ "شاہ کج کلاہ" کے نام سے بھی مشہور تھا۔ یہ ٹوپی یا اس قسم کی ٹوپی اس بادشاہ کے اجداد ہی پہنتے آئے تھے۔ اسی لئے اس بادشاہ نے بھی پہن رکھی تھی کسی اور کو اس قسم کی ٹوپی پہننے کی اجازت نہ تھی اور اگر کبھی کوئی شوقین مزاج بھولے سے بھی اس قسم کی ٹوپی پہن لیتا تو ٹوپی کے ساتھ اس کا سر بھی اتار لیا جاتا۔

بادشاہ کے ہاتھ میں بھی کمان تھی اور اس کے چلّے میں یہ بھی تیر چڑھا ہوا تھا۔ میری روح بادشاہ نے بھی چلا ذرا سا کھینچ رکھا تھا۔ کیونکہ ہم شکار کو چلے تھے

اور جیسا کہ میں بیان کروں گا شیر عام شخص اور بادشاہ میں ظاہر ہے کہ تمیز نہیں کرتے۔ خواہ وہ شاہوں کا شاہ ہی کیوں نہ ہو شیر کے نزدیک بہرحال ایک انسان تھا۔ شاہ کج کلاہ کے قریب اور رتھ کی دیوار سے لگی صندل کی لکڑی کی ایک چھڑی کھڑی تھی جس کے اوپر سرے پر زمرد کا لٹو سا بنا ہوا تھا لٹو کی شکل بڑے سے سیب کی طرح تھی۔ یہ چھڑی دراصل شاہی عصا تھا شاہی رتھ کے پیچھے کئی امراء تھے۔ ان میں سے ایک سونے کا پائیدان اٹھائے ہوئے تھا۔ دوسرے کے ہاتھ میں چھتری تھی جو اس وقت بند یا لپٹی ہوئی تھی' تیسرا ایک زائد کمان اور ترکش اٹھائے ہوئے تھا اور چوتھے کے ہاتھ میں جڑاؤ مور چھل تھا۔

یہاں یہ بتا دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ بادشاہ بوڑھا نہیں جوان تھا بدصورت نہیں بلکہ قبول صورت تھا اور اس کی ڈاڑھی سیاہ اور گھنگھرو دار تھی البتہ اس کے بشرے سے سخت دلی' بے رحمی' ہوس اور تھکن عیاں تھیں۔ مختصر یہ کہ اس کا چہرہ کرخت تھا جس سے معلوم ہوتا تھا کہ وہ کسی پر رحم کرنا۔ جانتا ہی نہیں اس کی آنکھوں کے نیچے سیاہ حلقے تھے جو اس کے پتھر دل ہونے کا بین ثبوت تھے اس کے بشرے سے تکبر اور غرور کے شرارے سے پھوٹ رہے تھے اس کی آنکھوں اور چہرے کے نقوش میں کوئی خاص بات تھی کہ لوگ اس کی طرف دیکھتے بھی ڈرتے تھے۔ لیکن میں نے ____ حال کے ایلین کواٹرمین نے ____ دیکھا کہ خود بادشاہ کے کرخت چہرے سے ایک طرح کا خوف عیاں تھا۔ وہ ایک ایسا دیوتا تھا جو جانتا تھا کہ وہ لافانی نہیں ہے۔ چنانچہ اسے یہ خوف تھا کہ مبادا کوئی اسے قتل کر دے' مبادا اس کی دیوتائیت کا خاتمہ ہو جائے غالباً" اس خوف نے' اس دھڑکے نے اس کی راتوں کی نیند اور دن کا چین چھین لیا تھا۔

اس وقت وہ شکار کو چلا تھا۔ شیروں کے شکار کو اور اس شکار میں خطرہ ہوتا ہی ہے لیکن شاہ کج کلاہ کو اس خطرے کی پروا نہ تھی۔ وہ شیر سے یا اس خیال سے کہ کوئی شیر اس پر حملہ نہ کر دے۔ سہا ہوا تھا۔ جی نہیں وہ بہت بہادر تھا۔ لیکن ایک خوف تھا جس نے اس کا رنگ زرد کر دیا تھا۔ یہ خوف تھا جس نے اسے بے چین اور ساتھ ہی چوکنا کر رکھا تھا۔ کیا پتہ ان امراء میں سے جو اس کے جلو میں چل

رہے تھے۔ کسی نے اپنے چغہ میں ایک زہر میں بجھا ہوا خنجر چھپا رکھا ہو اور کیا پتہ وہ کب شاہ کج کلاہ کی پیٹھ میں وہ خنجر بھونک دے یا کیا پتہ ان امراء میں کون اپنی انگوٹھی کے نگینے میں چھپا کر زہر قاتل لے آیا ہو۔ جسے شاہ کج کلاہ کی شراب یا پانی میں ملا دے۔ وہ بادشاہ جو شاہوں کا شاہ کہلاتا تھا۔ اور جس نے ایک عالم کو اپنی مٹھی میں لے رکھا تھا اپنی جان کی خوف سے سہا ہوا تھا۔ وہ جتنا بڑا بادشاہ تھا اتنا ہی زیادہ سہا ہوا تھا۔ یہ اندرونی خوف تھا جس کا اظہار وہ کسی کے سامنے نہ کر سکتا تھا۔ اور اس کا یہ خوف بے بنیاد ثابت ہونے والا نہ تھا۔ وہ خون بہا کے جیا تھا۔ اور اس کا انجام خون میں ہی ہونے والا تھا۔

رتھوں کی قطار دفعتہ" رک گئی اور ایک خاص خواجہ سرا' جو فوق البھڑک لباس میں ملبوس تھا اور جو اپنے ہاتھ میں ایک عصا لیئے ہوئے تھا۔ بادشاہ کے رتھ کے قریب سے ہٹ کر میرے رتھ کے سامنے آکھڑا ہوا۔ بڑی ہی نفرت انگیز تھا۔ خواجہ سرا اور فورا" ہی مجھے احساس ہوا کہ ہم دونوں ایک دوسرے سے سخت نفرت کرتے تھے۔

"سلام ہو تم پر اے مصری" خواجہ سرا نے اپنے ماتھے سے پسینہ پوچھ کے کہا کیونکہ دھوپ تیز تھی اور گرمی سخت" خوش ہو جاؤ کہ شاہوں کے شاہ نے تمہیں طلب کیا ہے۔ فخر کرو اس بات پر کہ شاہوں کا شاہ اپنے ذہن مبارک سے تم سے گفتگو کرے گا اور تمہارے اس گھناؤنے اور بد صورت غلام سے بھی۔ چنانچہ چلو۔ جلدی چلو۔"

"میں حاضر ہوں ہومان" میں نے ہنس کر کہا کیونکہ اس خواجہ سرا کا یہی نام تھا۔ تم جلدی چلنے کو کہہ رہے ہو لیکن میں تو تیر کی سی تیزی سے آؤں گا کیونکہ تین ماہ ہو گئے مجھے۔ یہاں آئے لیکن اب تک مجھے شاہ کج کلاہ نے شرف باریابی نہ بخشا تھا۔ شکر ہے کہ آج اعلیٰ حضرت نے مجھے یاد فرمایا۔

"تین ماہ!" ہومان نے کہا "تو تم خوش قسمت ہو کہ تمہیں صرف تین ماہ انتظار کرنا پڑا۔ ورنہ لوگوں کو تین تین برس تک انتظار کرنا پڑتا ہے اور اکثر تو انتظار کرتے کرتے ہی اپنی قبروں میں جا سوتے ہیں اور حضور کے دیدار سے محروم

ہی رہتے ہیں اور وہ لوگ تم سے بھی بڑے اور عظیم تھے جنہیں شاہ کج کلاہ نے کبھی شرف باریابی نہیں بخشا۔ چنانچہ تمہیں اپنی خوش بختی پر فخر کرنا چاہئے کہ حضور نے تمہیں طلب کیا ہے۔ اے مصری جوان! تم اپنے آپ کو شاہی خاندان سے کہتے ہو تمہارا دعویٰ ہے کہ تمہاری رگوں میں فراعنہ کا خون گردش کر رہا ہے لیکن بڑائی کا بول نہ بولو اور تیروں کی تیزی کا ذکر نہ کرو کیونکہ یہ بدشگونی ہے اور ہو سکتا ہے کہ شاہ کج کلاہ تمہیں ریشم کی ڈوری سے عزت بخش دیں" اور اس نے اپنے گلے پر ہاتھ رکھ کر پھانسی کے پھندے کا اشارہ کیا۔ "جوان! اپنی کمان اور تیر اور خنجر بھی یہیں چھوڑ دو شاہ عالم کے سامنے تم مسلح ہو کر نہیں جا سکتے۔"

"ہومان! اگر ایسا ہی ہے۔ اگر شاہ کج کلاہ کے سامنے ہتھیار لے کر جانا گستاخی ہے تو میں پوچھتا ہوں کہ اگر کبھی شیر حضور کے سامنے آگیا تو کیا وہ بھی اپنے پنجے اور دانت پیچھے چھوڑ آئے گا؟" میں نے بے دلی سے اپنے ہتھیار رتھ میں رکھتے ہوئے کہا _____

"مصری بڑی چرب زبان ہوتے ہیں۔" خواجہ سرا ہومان بڑبڑایا۔

اور پھر ہم تینوں _____ یعنی میں' میرا غلام اور خواجہ سرا ہومان' شاہوں کے شاہ کے رتھ کی طرف بڑھے اور ہومان نے کہا۔

"مصری جوان! تم نے اپنے چغے کی آستین چڑھا رکھی ہیں۔ اب انھیں کھول کر اپنے بازو ڈھنک لو کیونکہ شاہوں کے شاہ کے حضور ننگے ہاتھ لے کر جانا سخت گستاخی ہے جس کی سزا قطع یہ ہی ہو سکتی ہے' اور بونے! چونکہ تمہارے لباس کی آستین ہیں ہی نہیں اس لئے تم اپنے دونوں ہاتھ چغے کے گریبان میں ڈال دے۔"

"لیکن میں اپنی ٹانگوں کا کیا کروں؟" میرے بونے غلام نے گہری اور قدرے لڑکھڑاتی ہوئی آواز میں پوچھا۔

"وہ بھی تو ننگی ہیں اے عظیم خواجہ سرا؟ کیا میری ننگی ٹانگیں دیکھ کر شاہوں کے شاہ کو غصہ نہ آجائے گا۔"

"بے شک۔ بے شک" ہومان نے سر ہلا کر جواب دیا "اس قدر بد قطع ہیں تمہاری ٹانگیں کہ انہیں دیکھ دیکھ کر مجھے بھی غصہ آ رہا ہے اور متلی ہو رہی ہے پھر شاہ کج کلاہ کا تو پوچھنا ہی کیا کیونکہ وہ تو بہت ہی زیادہ نازک مزاج ہیں اور ہمیشہ نفیس اور حسین چیزیں ہی دیکھنا پسند کرتے ہیں۔ بہرحال اپنی ٹانگوں کو جس قدر چھپا سکتے ہو ____ اب ہم قریب آگئے ہیں۔ جھک جاؤ۔ جھک جاؤ۔ اور چاروں ہاتھوں اور ٹانگوں پر رینگ کر آگے بڑھو جس طرح کہ میں رینگتا ہوں کیونکہ شاہوں کے شاہ کے حضور کھڑے ہو کر کوئی نہیں جاسکتا۔"

چنانچہ میں اپنے دل میں غم و غصے کا سخت طوفان لئے جھک گیا۔ یہاں یہ یاد رکھنا چاہئے کہ میں ____ حال کا ایلن کواٹرمین ____ ہر ایک خیال اور جذبے سے واقف ہو جاتا تھا جو میرا "ابتدائی نمونہ" محسوس کرتا تھا۔

یوں سمجھئے کہ میں ایلن کواٹرمین ایک ناٹک دیکھ رہا تھا لیکن فرق صرف اتنا تھا کہ میں خود اپنے کردار کی نقل و حرکت دیکھنے کے علاوہ اس کے خیالات پڑھ لیتا' دلی کیفیت معلوم کرلیتا اور اس کے احساسات و جذبات کو محسوس کرلیتا تھا ____ اس کے علاوہ جب وہ کردار "خوش ہوتا تو میں بھی خوش ہوتا۔ وہ روتا تو میں بھی روتا اور عموماً" اسی طرح محسوس کرتا جس طرح کہ میرا وہ کردار محسوس کرتا۔ چنانچہ یوں سمجھئے کہ حال کا "میں" اور ماضی کا "میں" ایک جان اور دو قالب تھے۔ یہ خصوصیت میرا مطلب ہے ماضی کے اپنے "کردار کے جذبات و احساسات کو محسوس کرنے کی خصوصیت' صرف میرے اپنے کردار تک ہی محدود تھی لیکن اس ناٹک کے دوسرے کرداروں کے خیالات و احساسات میں اس قدر ہی محسوس کرسکتا تھا جتنی کہ ضرورت ہوتی تھی یا جتنا کہ میں اپنے طور پر ان کی دلی کیفیت کا اندازہ لگا سکتا تھا۔ مختصر یہ کہ میں ____ حال کا ایلن کواٹرمین ____ ان کی روح میں نہ جھانک سکتا تھا۔ بالکل اسی طرح جس طرح کہ آپ کسی بھی شخص کی روح میں نہیں جھانک سکتے البتہ اس کے چہرے کے اتار چڑھاؤ سے اسکی دلی کیفیت کا اندازہ لگا سکتے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ آپ اب میری اس غیر معمولی صورت حال سے واقف ہوگئے ہوں گے یا اسے ایک حد تک سمجھ چکے ہوں گے۔

خیر تو آمدم بر سر مطلب۔ میں خواجہ سرا کے پیچھے تھا۔ اور میرا بونا غلام میرے پیچھے تھا اور یوں ہم تینوں ہاتھوں اور پیروں پر رینگتے ہوئے شاہجہاں کی طرف بڑھے۔ ریت میں نہ صرف کانٹے تھے بلکہ کانٹے دار جھاڑیاں بھی اگ رہی تھیں اس لئے یوں رینگنے سے میرے گھٹنے اور ہتھیلیاں زخمی ہوگئیں اس پر میرا غصہ اور بھی بڑھ گیا۔

اس اثناء میں ایک امیر نے آگے بڑھ کر وہ سنہرا پائیدان' جسے وہ اٹھائے ہوئے تھا' بادشاہ کے رتھ کے قریب رکھ دیا' بادشاہ اس پر پیر رکھ کر رتھ پر اتر آیا اور اب وہ ایک سونے کا جام منہ سے لگائے کوئی مشروب پی رہا تھا۔ اس کے امراء جو دراصل اس کے خادم بھی تھے' اس کے دائیں بائیں مودب کھڑے ہوئے تھے اور وہ جس نے بادشاہ کو پیالہ پیش کیا تھا ہاتھ جوڑے گھٹنوں پر جھکا ہوا تھا۔

ہم تینوں بادشاہ کے حضور پہنچ گئے چنانچہ اس نے خواجہ سرا سے پوچھا "کون ہیں یہ لوگ؟" شاہ کج کلاہ کی آواز میں کڑک تھی لیکن اس کی آواز بھدی اور پھٹی ہوئی نہ تھی بلکہ ایسی تھی کہ کانوں کو بھلی معلوم ہوتی تھی۔ "کون ہیں یہ لوگ؟ اور تم ہمارے حضور کیوں لائے ہو؟"

"شاہ جہاں کا اقبال بلند ہو" خواجہ سرا ہومان نے اپنی ناک زمین پر رگڑتے ہوئے کہا "یزداں شاہ کج کلاہ کو شاد و بامراد کامراں رکھے۔"

"کتے! کیے جاتا ہے۔ ہم پوچھتے ہیں یہ دونوں کون ہیں اور انھیں ہمارے حضور کیوں لایا گیا ہے؟"

"بلند اقبال شاہ جہاں! یہ شخص مصر کا رئیس اور مشہور شکاری ہے اور اس کا نام شباکا ہے۔"

"ہوں۔ اوں" شاہ کج کلاہ نے دلچسپی سے میری طرف دیکھا "تو یہ مصر کا رئیس اور مشہور شکاری ہے۔ لیکن یہ ہمارے حضور کیوں آیا ہے؟"

"شاہ بلند اقبال نے غلام کو حکم دیا تھا کہ جب رتھ رک جائیں تو غلام اسے لے کر شاہ کج کلاہ کی خدمت میں حاضر ہوجائے" ہومان نے اپنا ماتھا زمین پر مارتے ہوئے کہا۔

"یہ ہمیں یاد نہیں کہ ہم نے تمہیں ایسا کوئی حکم دیا تھا بہرحال ہم تمہاری اس گستاخی کو معاف کرتے ہیں۔ لیکن اس مصری کے پیچھے وہ کون ہے؟ وہ انسان ہے یا بندر؟"

اور یہاں میں نے گردن گھما کے پیچھے دیکھا تو بمشکل اپنی ہنسی روک سکا میرے بونے غلام نے اپنی ننگی ٹانگیں چھپانے کی کوشش میں اپنے آپ کو گیند کی طرح بنا لیا تھا۔ آپ نے خارپشت کو تو دیکھا ہوگا جب وہ اپنی ٹانگیں اور سر کانٹوں میں گھما کر گیند کی طرح بن جاتا ہے؟ بس تو میرا بونا غلام خواجہ سرا کی ہدایت پر عمل کر کے اپنی ٹانگیں ڈھانکنے میں ایک بڑا خارپشت ہی بن گیا تھا فرق صرف اتنا تھا کہ اس خارپشت کے بدن پر کانٹے نہ تھے اس کے علاوہ اس کا بڑا سا سر بھی اس گیند میں سے باہر کو نکلا ہوا تھا۔

"اے شاہوں کے شاہ یہ بونا رئیس مصر شبا کا غلام اور رتھ بان ہے" خواجہ سرا ہومان نے جواب دیا۔

ایک بار پھر شاہ کج کلاہ کے بشرے سے دلچسپی کے آثار ہویدا ہوئے "اچھا!" وہ بولا" تو پھر مصر بڑا عجیب ملک ہے کہ وہاں بندر نما انسان بستے ہیں! یہ تو ہمیں معلوم تھا کہ مصر عجیب ملک ہے لیکن اس قدر عجیب ہم نے یہ سمجھا تھا۔ خوب۔ بہت خوب۔"

اور اب شاہ کج کلاہ مجھ سے مخاطب تھا۔

"رئیس مصر! اٹھو اور اپنے بندر نما غلام سے کہو کہ وہ بھی اٹھ کر کھڑا ہو جائے کیونکہ ہم ان لوگوں کی باتیں نہیں سن سکتے۔ جو اپنا منہ خاک دھول میں گھسا کر بولتے ہیں۔"

چنانچہ میں اٹھا' میں نے اپنے دونوں ہاتھ اوپر اٹھا دیئے اور میں بادشاہ کے سامنے جھک گیا لیکن اس بات کی بڑی احتیاط رکھی کہ میری آستینیں اوپر نہ چڑھ جائیں اور میرے بازو ننگے نہ ہوجائیں کیونکہ جیسا کہ ہومان نے کہا تھا شاہوں کے شاہ کے سامنے بازو ننگے کرنے کی سزا قطع ید تھی۔ یہ شاہی سلام تھا۔ کیونکہ میں نے امراء اور دوسرے لوگوں کو بادشاہ کے سامنے اسی طرح جھکتے ہوئے دیکھا تھا۔

"اپنا نام بتاؤ اور کہو کہ وہ کون سا کام ہے جو تمہیں ہمارے ملک میں لے آیا ہے؟" بادشاہ نے پوچھا۔

"حضور کا اقبال بلند ہو اور عمر دراز ہو۔ جیسا کہ اس امیر زادے نے کہا ہے۔" اور میں نے خواجہ سرا ہومان کی طرف اشارہ کیا۔

"یہ امیر زادہ نہیں بلکہ کتا ہے جس نے عورتوں کا لباس پہن رکھا ہے' بادشاہ ابرو پر بل ڈال کے کہا۔

"حضور کا مقام اور بھی بلند ہو۔ چنانچہ جیسا کہ اس کتے نے جس نے عورتوں کے کپڑے پہن رکھے ہیں' کہا ہے میں نے بڑی سادگی سے کہا اس پر بادشاہ ہنس پڑا۔ لیکن ہومان کا چہرہ غصے سے سرخ ہوگیا میرا نام شباکا ہے اور میں اسی نام سے مصر کے بادشاہ کی نسل سے ہوں جو دراصل یوتھوپیا کا تھا۔"

"معلوم ہوتا ہے کہ مصر میں بادشاہوں کی بہت سی نسلیں اب بھی موجود ہیں جب ہم لشکر جرار لے کر مصر کی سیر کو آئیں گے" اور یہاں اس نے تیز اور کینہ توز نظروں سے میری طرف دیکھا" تو بادشاہوں کی نسلوں کو بہت کم کر دیں گے بلکہ مٹا دیں گے۔ اور ہم بہت جلد ایک لشکر جرار کے ساتھ مصر آنے والے ہیں کیونکہ وہاں ہر تیسرا شخص کسی نہ کسی بادشاہ کی یادگار ہے۔ مثلاً" ایک شخص ہے جس کا نام پیروا ہے۔"

وہ خاموش ہوگیا اور میں نے کوئی جواب نہ دیا اور جواب دینا مناسب بھی نہ تھا کیونکہ یہ پیروآ میرے والد کا چچیرا بھائی تھا۔ فراعنہ کے اس گھرانے سے تعلق رکھتا ہے۔ جس کی حکومت فارسیوں نے ختم کر دی تھی اور پھر یہی پیروآ تھا۔ جو میرا محافظ تھا۔

"شباکا! ہمارے ملک فارس میں بھی شاہی خون عام ہے چنانچہ ہمارے خیال میں اس زائد خون کا بہا دینا ہی مناسب ہے۔ ہاں تو اور تم کیا ہو؟"

حضور اعلیٰ! میں شاہ جنگلی کا شکاری ہوں' شیروں اور ہاتھیوں کا شکاری اور جب میں وطن میں اور گھر پر ہوتا ہوں تو مویشیوں کی دیکھ بھال کرتا اور ان کی نسل بڑھاتا ہوں۔"

"عمدہ۔ بہت ہی عمدہ۔ تمہارے شوق بہت ہی عمدہ ہیں۔ اب یہ بتاؤ شباکا کا تم یہاں کیوں آئے ہو۔"

"شاہوں کے شاہ کے نمک خوار اور مصر کے گورنر ایدارنس کو ایک ایسے شخص کی تلاش تھی جو مشرق کا سفر کر سکے کیونکہ حضور شیروں کے شکار کی داستانیں سننا چاہتے تھے۔ اور معلوم کرنا چاہتے تھے کہ اس علاقے میں جو مصر کے جنوب اور عظیم دریا کے دہانے پر ہے شیروں کا شکار کس طرح کیا جاتا ہے۔ چنانچہ میں گورنر ایدارنس کے پاس پہنچا کیونکہ مجھے سیاحت کا شوق ہے اور میں نے اس سے کہا کہ میں حاضر ہوں بھیج دو مجھے۔ چنانچہ میں یہیں آگیا اور پورے تین ماہ تک حضور کے دارالسلطنت کی ایک سرائے میں مقیم رہا اور شرف باریابی کا منتظر رہا لیکن اس وقت سے پہلے مجھے حضور کے چہرے مبارک کے دیدار نصیب نہ ہوئے حالانکہ میرے پاس ایدارنس کے سفارشی خطوط تھے اور میں پیغامبروں کے ذریعہ اپنی آمد کی اطلاع محل شاہی میں بھجوا چکا تھا۔ لیکن افسوس اب تک میری شنوائی نہ ہوئی تھی چنانچہ میں کل یا پرسوں مصر لوٹ جانے کا ارادہ کر چکا تھا شاہ کج کلاہ نے فوراً" وقائع نگاہ کو طلب کیا۔

"شباکا کا بیان قلم بند کرلیا جائے کیونکہ ہم ان لوگوں کو سزا دیں گے جنہوں نے بے پروائی کا ثبوت دیتے ہوئے شباکا کی آمد سے ہمیں بے خبر رکھا تھا۔ تحقیق کی جائے کہ کون تھے وہ نمک حرام اور گستاخ غلام یزدان کی قسم ہم ان کی کھال کھنچوالیں گے۔"

اور میں نے دیکھا کہ بادشاہ کے یہ الفاظ سن کر خواجہ سرا ہومان کا رنگ زرد ہوگیا۔ "اب ہمیں یاد آیا۔" شاہ کج کلاہ نے کہا "بے شک ہم نے ایدارنس سے کہا تھا۔ کہ وہ مصر کے کسی شکاری کو ہماری خدمت میں بھیجدے۔ تو تم آگئے اور اچھے وقت پر آئے۔ شباکا! ہم شیروں کے ہی شکار کو چلے ہیں سامنے کے نرسلوں میں بہت سے بھوکے شیر ہیں اور اس وقت تک وہ بھوک سے بے تاب ہو کر بڑے خونخوار اور غضبناک ہوگئے ہوں گے۔

"گستاخی معاف حضور! لیکن کیا غلام یہ پوچھ سکتا ہے وہ شیر بھوکے کیوں

ہیں؟"

"شباکا! ہانکا کرکے انہیں ان نرسلوں میں لایا گیا ہے اور پچھلے تین دنوں سے وہ ان نرسلوں میں گویا قید ہیں اس لئے وہ شکار نہیں کر سکے اور تین دنوں سے بھوکے ہیں۔ کتنے شیر مارے ہیں تم نے شباکا؟"

"شاہ عظیم! کل ملا کے پچاس اور تین شیرنیوں کے پلے ان کے علاوہ ہیں۔" شاہ کج کلاہ حیرت سے میری طرف دیکھنے لگا پھر مسکرا کر بولا۔

"سنتے آئے تھے کہ مصری بڑے بڑے بول بولے ہوتے ہیں اس کا ثبوت ہمیں آج مل گیا ہے۔ بہرحال آج ہم دیکھیں گے کہ آیا تم آج شیر مار سکتے ہو یا نہیں۔ ایک گھنٹے بعد جب سورج غروب ہونے لگے گا تو نرسلوں میں کتے چھوڑ دیئے جائیں گے اور چونکہ نرسلوں کے عقب میں پانی ہے اس لئے شیر سامنے سے نکل آئیں گے اور اس وقت ہم دیکھیں گے کہ تم کس طرح شکار کرتے ہو۔ شباکا! چونکہ شیر جنگل کا بادشاہ ہے اس لئے وہ بادشاہ کے ہی ہاتھ سے مارا جا سکتا ہے۔ شیر کا شکار بچوں اور رئیس زادوں کا کھیل نہیں ہے۔

"شاہ عام! گستاخی معاف لیکن کیا ضروری ہے کہ سورج کے غروب ہونے کا انتظار کیا جائے؟" میں نے کہا "کیوں نہ ہم نرسلوں میں گھس پڑیں۔ سرزمین مصر میں تو ہم یونہی کرتے ہیں' اور شیروں کو ان کے بھٹوں میں سے نکال لاتے ہیں؟"

بادشاہ نے ایک قہقہہ لگایا اور بلند آواز میں اپنے امراء کو مخاطب کرکے کہا۔

"سنا تم لوگوں نے کہ یہ بڑبولا مصری کیا کہتا ہے؟ کہتا ہے کہ ہم نرسلوں میں کیوں نہیں گھس پڑتے اور شیروں کو ان کے بھٹوں میں ہی کیوں نہیں جا لیتے؟ شکار کرنا دور کی بات ہے کوئی نرسلوں میں گھسنے کی بھی جرات نہیں کر سکتا۔ کہو تو ہم اس مصری کو آزما دیکھیں کہ وہ جو کہتا ہے وہ کر بھی سکتا ہے یا نہیں؟"

اب چند خوشامدی امراء آگے بڑھ آئے ان میں سے ایک شکاری تھا۔ لیکن وہ شکاری معلوم نہ ہوتا تھا کیونکہ اس نے اپنے بالوں میں خوشبودار تیل اور چہرے پر غازہ لگا رکھا تھا۔

"ٹھیک ہے حضور" اس شکاری امیر نے کہا "اس مصری کو نرسلوں میں

گھس کر شیر کا شکار کرنے دیجئے' اگر اس نے شیر کا شکار کرلیا ــــــ جو ممکن نہیں ــــــ تب تو ٹھیک ہے ورنہ بہتر ہوگا کہ شیر خود اس بڑ بولے کا شکار کرلے۔ شاہی زنداں میں چند بہت بھوکے شیر موجود ہیں چنانچہ اسے ان شیروں کے سامنے ڈال دیا جائے کیونکہ ہم غلام اس بات کو برداشت نہیں کرسکتے کہ ایک مصری خالی خولی لفظوں سے شاہ کج کلاہ کی سامعہ خراشی کرتا رہے۔ اگر یہ مصری آزمائش میں پورا نہ اترے تو بے شک اسے سخت سزا دی جائے کہ دوسروں کو حضور کے سامنے ڈینگ مارنے اور جھوٹ بولنے کی جرات نہ ہو۔"

ایسا ہی ہوگا شاہوں کے شاہ نے اپنی بھنویں نچا کر کہا "مصر کے شاکا! خود تم نے اپنے پیروں پر کلہاڑی ماری ہے چنانچہ جو کچھ ہوگا اس کی ذمہ داری خود تم پر عائد ہوگی۔ اب ثابت کردو کہ تم جو کہتے ہو وہ کر بھی سکتے ہو۔ اگر کامیاب ہوگئے تو ہم تمہیں عزت بخشیں گے مالا مال کردیں گے لیکن اگر ناکام رہے تو تمہیں ہمارے زندان کے بھوکے شیروں کے سامنے ڈال دیا جائے گا۔ تاہم یہ مناسب نہیں ہے کہ تم اکیلے جاؤ چنانچہ ان امراء میں سے کسی ایک کو منتخب کرلو۔ وہ تمہارے ساتھ جائے گا' تمہارا امتحان لے گا اور جو کچھ دیکھے گا اس کی تفصیل ہمارے سامنے بیان کرے گا۔"

اور اب میں نے خوشبو میں بسے ہوئے امیر کی طرف نظر کی۔ اس کا رنگ غازے کی تہہ میں بھی زرد ہوگیا۔ اور اب میں نے موٹے خواجہ سرا ہومان کی طرف دیکھا۔ اس کا موٹا جسم کانپ گیا اور اس نے مچھلی کی طرح اپنا منہ کھول دیا۔ چنانچہ میں نے نفی میں سرہلا کے کہا۔

"نہیں حضور! میں کسی عورت اور کسی خواجہ سرا کو اپنے ساتھ نہ لے جاؤں گا۔"

اس پر بادشاہ اور دوسرے امراء نے قہقہہ لگایا" میرا بونا غلام میرے ساتھ جائے گا اور بس۔"

"بونا تمہارے ساتھ جائے گا! بادشاہ نے حیرت سے کہا۔ تو کیا یہ بونا بھی شیروں کا شکار کرسکتا ہے؟"

"نہیں شاہ عالم لیکن ہو سکتا ہے کہ یہ شیروں کی بو سونگھ کر ان کی موجودگی کا پتہ چلا لے کیونکہ حضور! ان گھنی نرسلوں میں ظاہر ہے کہ میں انہیں دیکھ نہ سکوں گا۔"

"لیکن یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ شیر اس بونے کی بو پالیں اور ایک دم سے جھپٹ کر اسے نگل جائیں۔ اس بندر نما انسان کا نام کیا ہے؟"

"اس کا نام بینس ہے حضور۔ بیس دراصل ہمارے بونے دیوتا کا نام ہے اور چونکہ میرا غلام بھی اس دیوتا کی طرح بونا اور بدشکل ہے اس لئے اسکا نام بھی یہی نام رکھا گیا۔"

"تم جاؤ گے اپنے آقا کے ساتھ بیس؟ سوچ لو کہ آج تک کسی نے بھی نرسلوں میں گھس کر شیر کا شکار کرنے کی جرات نہیں کی ہے کیونکہ اس صورت میں خود شکاری کے شکار بن جانے کا امکان ہوتا ہے کہو بیس کیا کہتے ہو؟" شاہ کج کلاہ نے پوچھا۔

اور اب بیس نے سر اٹھا کے بادشاہ کی طرف دیکھا اس کی آنکھوں کے زرد دیدے حلقوں میں گھومنے لگے اور اس نے اپنی گونجدار کھڑکھڑاتی ہوئی آواز میں یوں جواب دیا:

"میں اپنے آقا کا غلام ہوں پھر انکار کی جرات کیسے کرسکتا ہوں؟ اگر میں نے انکار کردیا تو میرے آقا مجھے قتل کردیں گے جس طرح شاہوں کے شاہ اپنے غلاموں کو قتل کردیتے ہیں چنانچہ چیر کے دانتوں کی چبھن محسوس کرکے مرنا بہتر ہے کہ عزت کی موت مرے لیکن اپنے آقا کے کوڑے کی ضربوں سے مرنا بڑی ذلیل بات ہے کہ ایک وفادار غلام کی شان کے خلاف ہے۔ کم سے کم ہم ایتھوپیا میں تو یونہی سوچتے ہیں۔"

"خوب کہا بیس بہت ہی خوب کہا۔" بادشاہ نے خوش ہوکے کہا ہم چاہتے ہیں کہ مشرق کا ہر فرد اسی غلام کی طرح سوچنے لگ جائے چنانچہ بونے بیس کے یہ الفاظ تحریر کرلئے جائیں اور اس کی نقلیں ہمارے صوبے داروں اور گورنروں کو بھیجدی جائیں کہ وہ یہ الفاظ دنیا کے تمام انسانوں کو سنا دیں۔ یہ ہمارا شاہوں کے شاہ کا حکم ہے۔"

باب 5

○

جب وقائع نگار بیس کے الفاظ لکھ رہے تھے تو میں نے بادشاہ کے سامنے جھک کر کہا "اب اجازت ہو تو میں اپنے غلام کے ساتھ شیروں کے شکار کے لئے نرسلوں میں داخل ہو جاؤں؟"

"اجازت ہے" شاہ کج کلاہ نے کہا "جاؤ اور ایک گھنٹے میں واپس آجاؤ۔ اگر تم ایک گھنٹے میں واپس نہ آئے تو ہمارے مصر کے گورنر کو تمہاری موت کی خبر بھیج دی جائے گی کہ وہ یہ خبر تمہاری بیویوں تک پہنچا دے۔"

"غلام شاہوں کے شاہ کا شکریہ ادا کرتا ہے لیکن حضور یہ میری موت کی خبر مصر بھیجنا بیکار ہے کیونکہ میری کوئی بیوی نہیں ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ کسی بھی شکاری کو شادی نہ کرنی چاہئے کیونکہ بیویاں اپنے ساتھ پریشانیاں اور تفکرات ہی لاتی ہیں۔"

"عجیب _____ بے حد عجیب بات ہے" بادشاہ نے کہا بہت سی عورتیں ہونگی جو تم جیسے شکاری کو اپنا شوہر بنانے کی آرزو مند ہوں گی کم سے کم ہمارے یہاں تو ایسے بہادر کو اپنا شوہر بنانے کے لئے عورتیں مری جاتی ہیں کہ وہ اپنے شوہر پر فخر کر سکیں۔

اور میں اور بیس ہر قدم پر یعنی تین سلامیں کرتے الٹے قدموں پیچھے ہٹ

کر میرے رتھ کے قریب پہنچ گئے۔ اور وہاں پہنچ کے ہم نے اپنے اوپری لباس اتار لئے یہاں تک کہ بیس تو ننگا ہو گیا اور اب اس کے بدن پر سوائے لنگوٹ کے اور کوئی کپڑا نہ تھا اور میرے بدن پر صرف زیر جامہ تھا۔ اب میں نے اپنی کمان اور تیر اٹھائے اور چاقو بھی ساتھ لے لیا۔ بیس نے دو نیزے اٹھا لئے ان میں سے ایک چھوٹا اور ہلکا تھا جسے پھینک کر مارا جاتا تھا۔ دوسرا وزنی اور لمبا تھا۔ اور اس کا پھل چوڑا تھا۔ چنانچہ یوں مسلح ہو کر ہم دونوں مشرقیوں کے سامنے سے گزرے تو وہ حیرت سے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر ہماری طرف دیکھنے لگے۔ ہم قد آدم نرسلوں کے اس جھنڈ کے کنارے پر پہونچ گئے جو شیروں سے پر تھا۔

اور یہاں پہنچ کر بیس نے جھک کر مٹھی بھر دھول اٹھائی اور اسے ہوا میں اچھال دیا کہ معلوم ہو جائے کہ ہوا کس طرف سے ہو رہی تھی۔

"آقا! ہم ہوا کے مخالف ہو جائیں گے تاکہ اس سے پہلے کہ شیر ہمیں سونگھ لیں میں خود انہیں سونگھ لوں۔" بیس نے کہا۔

میں نے اثبات میں سر ہلا کر جواب دیا۔

"سنو بیس! یہ ہو سکتا ہے کہ ہم اس جگہ ایک بھی شیر نہ مار سکیں کیونکہ ان نرسلوں میں یہ کام ذرا مشکل ہی معلوم ہوتا ہے چنانچہ اگر ایسا ہوا تو میں واپس بادشاہ کے پاس نہ جاؤں گا کہ وہ مجھے اپنے زنداں کے بھوکے شیروں کے سامنے ڈال دے۔"

"تو پھر آپ کیا کریں گے آقا؟"

"اگر ایسا ہوا بیس کہ ہم ناکام رہے تو تم یوں کرنا کہ خود اپنے ہاتھ سے میرا خاتمہ کر دینا بشرطیکہ تم مجھ سے پہلے مارے نہ گئے۔" بیں نے اپنے دیدے گھمائے اور وہ مسکرایا۔

"نہیں آقا! ایسا نہ ہوگا۔ اگر ہم ناکام رہے تو آگے بڑھ کر نرسلوں کے قلب میں یا اس کے جھنڈ کے دوسرے کنارے پر پہنچ جائیں گے اور اندھیرا اترنے تک وہیں چھپے رہیں گے اور ہمیں کوئی تلاش کرنے نہ آئے گا کیونکہ مشرق کے مرد دراصل ہیجڑے ہیں۔ ان میں سے کوئی بھی نرسلوں میں گھسنے کی جرات نہ کر سکے

گا۔ اور جب اندھیرا اتر آئے گا تو آقا ہم دریا کو تیر کر عبور کرلیں گے اور شعبدے بازوں کا بھیس بدل کر ساحل تک پہنچنے کی کوشش کریں گے اور وہاں سے مصر پہنچ جائیں گے۔ اب اس ملک میں ٹھہرنے کی کوئی ضرورت نہیں کیونکہ ہمیں بہت سی باتیں معلوم ہو چکی ہیں۔ آقا! موت سے مصافحہ کرنے کے لئے اس وقت تک ہاتھ نہ بڑھانا چاہئے جب تک کہ خود موت اپنا ہاتھ نہیں بڑھاتی مطلب یہ کہ پہل اپنی طرف سے نہ کرنی چاہئے اور میں سمجھتا ہوں آقا کہ بہت جلد خود موت مصافحہ کے لئے اپنا ہاتھ بڑھانے والی ہے۔"

ایک بار پھر میں نے اثبات میں سرہلا کے کہا۔

"لیکن بیں اگر شیر نے خود مجھے پھاڑ کھایا تو پھر؟"

"تو پھر آقا اگر ہو سکا تو میں خود اس شیر کو چیر پھاڑ کے رکھ دوں گا اور جا کر بادشاہ کو خبر دوں گا۔"

"اور اگر بادشاہ نے تمہیں اپنے بھوکے شیروں کے سامنے پھینک دینے کا ارادہ کیا تو؟۔"

"تو پھر آقا ہو گا یہ کہ میں پہلے بادشاہ کو گھسیٹ کر عالم آخرت میں لے جاؤں گا جہاں کے درندے خود اسے کھالیں گے جس طرح کہ وہ ظالموں اور برے لوگوں کی روحوں کو کھالیتے ہیں۔" اور اس نے اپنے دونوں ہاتھ آگے بڑھا کے ایسا اشارہ کیا جیسے کسی کا گلا گھونٹ رہا ہو" آپ فکر نہ کریں آقا میں بادشاہ کی گردن اتنی ہی آسانی سے توڑ سکتا ہوں جتنی آسانی سے آپ ٹہنی توڑ سکتے ہیں اور اس کے بعد آقا میں اپنے اس کارنامے کی تفصیل بتانے آپ کے پاس دوسری دنیا میں آجاؤں گا کیونکہ بادشاہ کا خاتمہ کرنے کے بعد میں بھی اپنی زبان نگل کے خودکشی کرلوں گا۔ خودکشی کرنے کا یہ بہت عمدہ طریقہ ہے کاش کہ آپ بھی اس طریقے سے واقف ہوتے۔"

اور اب اس نے میرا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے کر اسے چوم لیا اور ہم نرسلوں کے جھنڈ میں داخل ہوگئے اور اس وقت میں ایک عجیب طرح کی مسرت محسوس کر رہا تھا کیونکہ میں شکاری ہوں بلکہ شکار میری زندگی کا گویا جزو بن چکا ہے

چنانچہ جب تک میں شکار پر نہیں جاتا اداس اور اکتایا ہوا رہتا ہوں اور جب سے میں یہاں آیا تھا محض بیکار پڑا ہوا تھا۔ اور اب یہ موقع میسر آیا تھا تو میں روحانی مسرت محسوس کر رہا تھا۔

لیکن یہ کام خطرناک تھا کیونکہ نرسل کافی بلند اور گنجان تھے اور بعض دفعہ میں چند ہاتھ سے آگے کچھ نہ دیکھ سکتا تھا۔ تھوڑی دور آگے چل کر ہمیں بہرحال ایک پگڈنڈی مل گئی یہ پگڈنڈی غالبا" ان جانوروں کی آمد و رفت سے پیدا ہوگئی تھی۔ جو اپنی پیاس بجھانے آیا کرتے تھے یا پھر ان مگرمچھوں کی آمد و رفت سے پیدا ہوگئی تھی۔ جو دھوپ سینکنے یا رات کو سونے کے لئے دریا میں سے نکل آئے تھے۔ بہرحال ہم اس پگڈنڈی پر چل پڑے۔ میں نے کمان میں تیر نہ صرف چڑھا رکھا تھا۔ بلکہ چلہ کھینچ کر اسے چٹکی میں دبا بھی رکھا تھا۔ کہ شیر کے نظر آتے ہی اسے چھوڑ دوں بیں مجھ سے دو قدم آگے چل رہا تھا۔ اور اس نے اپنے دائیں ہاتھ میں وہ نیزہ اٹھا رکھا تھا جو پھینک کر مارا جاتا ہے اور اس کے بائیں ہاتھ میں لمبے دستے اور چوڑے پھل والا نیزہ تھا جو بھونکا جاتا ہے۔ ہم آگے بڑھتے رہے' بیں نے اپنا سر ذرا اوپر اٹھا رکھا تھا۔ اور وہ اپنے پھیلے ہوئے نتھنوں کو اور بھی پھیلا کے شکاری کتے کی طرح "سوں سوں" ہوا سونگھ رہا تھا۔ دفعتہ" وہ رک گیا۔ وہ جنوب کی طرف گھوم گیا اور "سوں۔ سوں" کرنے لگا۔

"اس طرف شیر کی بو آرہی ہے" وہ بولا اور اپنی تیز نظروں سے نرسلوں کو گویا ٹٹولنے لگا "میں شیر دیکھ رہا ہوں۔"

اور اس نے سامنے کی طرف اشارہ کیا میں نے اس طرف دیکھا۔ غور سے دیکھا۔ آنکھیں پھیلا کے اور پھر آنکھیں سکیڑ کر دیکھا لیکن مجھے کچھ نظر نہ آیا سوائے نرسلوں کی ڈنڈیوں کے۔

"جگاؤ اسے میں نے" سرگوشی میں کہا۔ "اور جب وہ مشتعل ہو کر باہر آئے گا تو میں اس پر تیر چھوڑ دوں گا۔"

اور اب بیں نے اپنا ہاتھ اٹھایا جس میں پھینکا جانے والا نیزہ تھا۔ اس نے اپنا ہاتھ ہلایا یہاں تک کہ نیزہ لرزنے لگا اور اب اس نے بھالا پھینکا۔ ایک گرج کی

آواز سے نرسلوں کا جھنڈ گونج گیا اور یوں دہاڑ کر ایک شیرنی باہر نکل آئی۔ بیس کا پھینکا ہوا نیزہ اس کی ران پر ترازو تھا۔ میں نے تیر چھوڑ دیا لیکن نرسل ایسے گنجان تھے کہ وہ ان میں الجھ کر رہ گیا۔

"آگے بڑھیے آقا آگے بڑھیے" بیس نے سرگوشی میں کہا۔ "کیونکہ جہاں مادہ ہو وہاں نر کا ہونا لازمی ہے چنانچہ اس شیرنی کا شیر کہیں قریب ہی ہوگا۔"

ہم آگے بڑھے بیس نے تیر نرسلوں میں سے گھسیٹ لیا کیونکہ یہ بہت عمدہ تیر تھا جو خود بیس نے بنایا تھا۔ میں نے یہی تیر پھر چلے میں چڑھا لیا۔ بیس نے اپنے دائیں ہاتھ میں لمبے دستے اور چوڑے پھل والا نیزہ اور بائیں ہاتھ میں چاقو لے رکھا تھا۔ کہیں قریب ہی زخمی شیرنی غرا رہی تھی۔

"وہ اپنے شوہر کو مدد کے لئے پکار رہی ہے" بیس نے سرگوشی میں کہا۔

اور ابھی یہ الفاظ اس نے کہے ہی تھے کہ سامنے نرسلوں میں جنبش ہوئی وہ کانپ سے گئے۔ شیر نے ہماری بو پالی تھی۔

دفعتہً نرسل چیخ کر دائیں بائیں ہٹ گئے اور ان کے درمیان ایک زبردست شیر کا' جس کے بال کالے تھے' سر نمودار ہوا۔ میں نے چلہ کھینچ کر تیر چھوڑا اور اس دفعہ میرا نشانہ خطا نہ گیا کیونکہ میں تیر کے شیر کی کھال میں گھسنے کی آواز سنی۔ اور اس سے پہلے کہ میں دوسرا تیر چلے میں چڑھاتا شیر ہمارے سر پر تھا وہ اپنی پچھلی ٹانگوں پر کھڑے ہو کر ہماری طرف تھپڑ چلا رہا تھا۔ میں ایک دم سے غوطہ مار گیا اور اس کا زبردست پنجہ مرے سر پر سے گزر گیا۔ اور پھر شیر اپنے پورے بوجھل بوجھ سمیت مجھ پر آ رہا اور میں لڑکھڑا کر زمین پر گرا لیکن گرتے گرتے میں نے اپنا چاقو اس کے پیٹ پر چلا دیا۔ شیر کے زبردست جبڑے میری کھوپڑی کو کچل دینے کے لئے کھلے لیکن وہ فوراً ہی بند ہوگئے اور شیر زخمی کتے کی طرح جھنکنے لگا۔

بیس اپنا نیزہ شیر کے سینے میں اتار چکا تھا۔ اور اتنی قوت سے کہ نیزے کا پھل شیر کی پیٹھ سے باہر نکل آیا تھا۔ لیکن شیر اب بھی مرا نہ تھا۔ لیکن اب وہ مجھے چھوڑ کر بیس کو تلاش کر رہا تھا اور جب شیر اس کی طرف گھوما تو بیس ایک دم بھاگ

کر اس سے لپٹ گیا اور اب وہ شیر سے یوں کشتی لڑنے لگا جس طرح کہ ایک پہلوان دوسرے پہلوان سے بھڑ جاتا ہے۔ اور اب پہلی دفعہ مجھے معلوم ہوا کہ ایتھوپیا کے اس بونے میں کیسی قوت مضمر تھی۔

بیس نے' جو ایک بونا تھا شیر کو پٹخ دیا اور اب وہ اپنے ننگے ہاتھوں سے شیر کے جبڑے چیرنے کی دیوانہ وار کوشش کر رہا تھا۔ میں اٹھا' چاقو میرے ہاتھ میں تھا۔ اور میں بھی زبردست جسمانی قوت کا مالک تھا۔ میں آگے بڑھا اور میں نے اپنا چاقو بھی شیر کے حلق میں اتار دیا۔ میں نے چاقو کو اس کے حلق میں ادھر ادھر گھمایا' میں نے اس کا حلقوم چیر دیا۔ شیر غرا کر ٹھنڈا ہوگیا میں اور بیس اس کے خون میں نہا گئے۔ بیس اٹھ کر بیٹھ گیا۔ اور ہنسنے لگا۔ ہم دونوں خوش تھے بہت خوش کیونکہ ہم نے وہ کام کیا تھا' جو آج تک کوئی انسان نہ کر سکا تھا۔

"آپ کو یاد ہے آقا۔" جب بیس ہنس چکا تو اس نے کہا کہ آپ نے کس طرح بھالا پھینک کے اس ہاتھ کا خاتمہ کر دیا تھا۔ جو مجھے کچل ڈالنے والا تھا؟"

"ہاں مجھے یاد ہے بیس وہ مست ہاتھی تھا اور تم اس کے سامنے گر گئے تھے۔" میں نے شباکا نے جواب دیا۔

(اور مجھے ایلن کواٹرمین کو جو عام تنویم میں یہ واقعات دیکھ رہا تھا یاد آیا کہ کاندہ لینڈ میں کس طرح ہاتھی جانا مجھے کچل ڈالنے والا تھا اور کس طرح میرے وفادار خادم ہینس نے اپنی جان کی بازی لگا کر میری جان بچائی تھی۔ یہی ہینس اس ٹانک میں' جو میں دیکھ رہا تھا۔ بیس تھا اور معلوم ہوا کہ ایک ہاتھی کا خاتمہ کر کے میں نے اس کی جان بچائی تھی۔ چنانچہ تاریخ واقعی اپنے آپ کو دہراتی ہے۔

"جی ہاں آقا" بیس نے کہا "آپ نے اپنی جان کی پروا نہ کرتے ہوئے اس مست ہاتھی سے میری جان بچائی تھی۔ اب اے آقا! ایک بات میں آپ کو بتا دوں۔ اسی صبح میں نے آپ کے کھانے میں زہر ملا دیا تھا۔ لیکن چونکہ ہاتھیوں کا غول قریب آگیا تھا۔ اس لئے آپ کھانا کھائے بغیر ہی چلے گئے تھے۔"

"اور تم نے ایسا کیوں کیا تھا۔ بیس؟" میں نے پوچھا۔

"آقا! دو سال پہلے ایک جنگ میں آپ نے چند آدمیوں کے ساتھ مجھے

گرفتار کرلیا تھا۔ اور اس لئے کہ میں بدصورت ہوں یا شاید اس لئے کہ آپ کو مجھ پر رحم آگیا تھا۔ آپ نے میری جان بخشی کرکے مجھے اپنا غلام بنالیا۔ لیکن آقا! میں سردار ہوں' زبردست سردار چنانچہ میں آپ کا اور کسی کا بھی غلام بن کے نہ رہ سکتا تھا۔ اس کے علاوہ میں اپنے آدمیوں کا انتقام بھی لینا چاہتا تھا۔ اس لئے میں نے آپ کو زہر دینے کی کوشش کی تھی اور اسی شام آپ نے اپنی جان کی پروا نہ کرتے ہوئے میری جان بچائی تھی۔"

ی غالباً" اس ہاتھی کو میں نے اس لئے مار گرایا تھا کہ میں اس کے دانت حاصل کرنا چاہتا تھا نہ کہ تمہاری جان بچانے کی غرض ہے۔"

"شاید۔ لیکن آپ شاید بھول گئے ہیں آقا کہ وہ دراصل ہتھنی تھی اور اس کے دانت نہ تھے ہاں اگر اس کے دانت ہوتے تو بات دوسری تھی کیونکہ ایک ہاتھی دانت کی قیمت کئی بونوں سے زیادہ ہی ہوتی ہے۔ بہرحال آقا! میں نے آپ کے اس احسان کا بدلہ چکا دیا ہے۔ یہ میں اس لئے کہہ رہا ہوں کہ مبادا آپ بھول جائیں گے کہ اگر میں نہ ہوتا تو اس شیر نے آپ کو کھالیا ہوتا۔"

"ہاں بیں۔ تم نے میرے احسان کا بدلہ چکا دیا ہے اور میں تمہارا مشکور ہوں "آقا! اب تک میں یہی سمجھے ہوئے تھا۔ کہ آپ سچائی کی دیوی کے پرستار ہیں لیکن اب معلوم ہوا ہے کہ آپ جھوٹ کے دیوتا کے پجاری ہیں۔ یہ وہ دیوتا ہے جو ہر عورت اور اکثر مردوں کے دل میں بستا ہے۔ جھوٹ کے اس دیوتا کا کوئی نام نہیں ہے۔ بہرحال آپ جھوٹ کے پجاری ہیں اور جھوٹ کہتے ہیں کیونکہ آقا اس شیر سے میں نے آپ کو نہیں بلکہ آپ نے مجھے بچایا ہے اگر آپ نہ ہوتے تو شیر نے مجھے کھالیا ہوتا کیونکہ وہ آپ ہی تھے جس نے اپنے چاقو سے شیر کے حلقوم کے ٹکڑے اڑا دیئے تھے چنانچہ آپ کا احسان تو اب بھی میرے سر ہے اور اب بھی مجھے گویا آپ کا قرض چکانا ہے۔ اور اگر مقدس ٹڈے نے جس کی ہم پرستش کرتے ہیں اور جو مصر کے سارے دیوتاؤں سے بہتر ہے' ہاں تو اگر مقدس ٹڈے نے چاہا تو میں آپ کے احسان کا بدلہ چکا دوں گا۔ اگر کل نہیں تو پرسوں۔ ایک برس بعد نہیں تو دس برس بعد۔ یا دوسرے جنم میں دس ہزار برس بعد بہرحال میں آپ کے

احسان کا بدلہ چکا دوں گا۔"

"تم ٹڈے کی پرستش کیوں کرتے ہو بیں اور تمہارا یہ دیوتا مصر کے تمام دیوتاؤں سے بہتر کیوں ہے بیں؟" میں نے تھکی ہوئی آواز میں پوچھا۔ اس وقت ہم ستا رہے تھے اور بیں کی باتوں سے نہ صرف دل بہل رہا تھا۔ بلکہ اس کی باتیں بڑی دلچسپ بھی تھیں۔

"آقا! ہم ٹڈے کی پرستش اس لئے کرتے ہیں کہ وہ بڑا پھرتیلا ہے اور بڑی قوت سے ایک سے دوسری ٹہنی پر پھدکتا ہے _____ اسے قرار نہیں جس طرح کہ بہادر اور سچے مرد کو قرار نہیں آتا اور وہ آپ کے مصری دیوتاؤں سے بہتر ہے کیونکہ مصری دیوتا انسانوں کو راستے سمجھاتے نہیں اور ان لوگوں کو کھالیتے یا غلام بنا دیتے ہیں جو دوسروں کو زہر دینے کی کوشش کرتے ہیں اور اب آقا ایک گھنٹہ ختم ہو رہا ہے۔ چنانچہ میرے خیال میں اب ہمیں چلنا چاہئے اس کے علاوہ جب شیرنی نیزے کا دستہ چبا کر توڑ دے گی تو پھر وہ ہماری تلاش میں آئے گی۔"

"ہاں چلو۔ ہم شاہوں کے شاہ کو خبر دیں چل کر ہم نے شیر کا خاتمہ کر دیا ہے۔" میں نے کہا۔

"آقا! صرف یہ خبر دینا کافی نہ ہوگا۔ چھوٹے چھوٹے اور معمولی بادشاہ بھی جو کچھ اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھ لیتے اس پر یقین نہیں کرتے پھر یہ تو شاہوں کا شاہ ہے اس لئے ظاہر ہے کہ اس پر یقین نہ کرے گا کہ ہم نے شیر کا خاتمہ کر دیا ہے۔ اس کے علاوہ وہ تحقیق کے لئے ظاہر ہے کہ یہاں نہ آئے گا۔ اس لئے ہمیں اس کی خدمت میں ثبوت پیش کرنا ہوگا۔ لیکن ہم چونکہ شیر کی پوری ساری لاش اٹھا کے نہیں لے جاسکتے اس لئے میرے خیال میں شیر کے بدن کا کوئی حصہ اپنے ساتھ لے جانا مناسب ہوگا۔"

اور اس نے آگے بڑھ کر شیر کے دم کی نوک کاٹ لی۔

پھر ہم پگڈنڈی پر چل پڑے اور نرسلوں کے جھنڈ سے باہر آئے تو شاہی پڑاؤ کے عین سامنے تھے۔ نرسلوں سے چند قدم کے فاصلے پر سرخ رنگ کا ایک ریشمی شامیانہ تان دیا گیا تھا۔ اور شامیانے میں شاہ کج کلاہ نہایت فراغت سے بیٹھا

کھانا کھا رہا تھا۔ اور امراء اس کے عقب میں مودب کھڑے بھوکی بھوکی نظروں سے مرغن اور لذیذ غذاؤں کی طرف دیکھ رہے تھے جو بادشاہ کے دسترخوان پر چنی ہوئی تھیں۔

بیس جس کا جسم عریاں تھا سوائے لنگوٹی کے اور جو شیر کے خون میں لت پت تھا' اپنی مادری زبان میں فتح کا ترانہ گاتا اور شیر کی دم ہلاتا شامیانے کی طرف بڑھا۔ میں اس کے پیچھے تھا۔ اور میں بھی نیم عریاں تھا۔ کیوں کہ شیر کے پنجوں نے میرا زیر جامہ جھیر جھیر کر دیا تھا۔

شاہوں کے شاہ نے سر اٹھا کر میری طرف دیکھا۔

"ارے مصری! تم زندہ ہو!" اس نے حیرت سے کہا ہم تو سمجھے ہوئے تھے کہ تم مارے گئے ____>

"میں نہیں حضور شیر مارا گیا میں نے کہا اور بیس کی طرف اشارہ کیا جواب شیر کی دم اپنے دانتوں میں دبائے ناچ رہا تھا ____

"معلوم ہوتا ہے کہ اس مصری نے شیر کا خاتمہ کر دیا ہے" بادشاہ نے اس امیر سے کہا جس نے منہ پر غازہ اور سر میں خوشبودار تیل لگا رکھا تھا۔

"شاہ عالم کا اقبال بلند ہو" اس نے کمر سے خم ہو کے جواب دیا" دم پورا شیر نہیں ہوتی۔ ہو سکتا ہے کہ ان لوگوں نے کسی مردہ شیر کی دم کاٹ لی ہو حضور جانتے ہی ہیں کہ مصری بڑے جھوٹے ہوتے ہیں۔"

معلوم ہوا کہ یہ شخص حاسد تھا اور مجھ سے جل رہا تھا۔

"لیکن ان دونوں کی حالت سے پتہ چلتا ہے کہ انہوں نے زندہ شیر کا سامنا کیا تھا نہ کہ مردہ شیر کا" بادشاہ نے ہمارے خون آلود جسم کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"لیکن چونکہ تمہیں اس میں شک ہے اس لئے تم ظاہر ہے کہ اپنا اطمینان کرنا اور اس مصری کا جھوٹ یا سچ ثابت کرنا چاہو گے۔ جاؤ اپنے ساتھ چھ آدمی لے کر نرسلوں میں جاؤ اور دیکھو جا کر یہ مصری جو کچھ کہہ رہا ہے اس میں کہاں تک صداقت ہے۔ نرسلوں میں کی زمین گیلی اور نرم ہے اس لئے ان دونوں کے قدموں کے نشانات آسانی سے مل جائیں گی۔"

"یہ ____ یہ ____ بڑا خطرناک کام ہے حضور" شہزادے نے کہا کیونکہ وہ دراصل شاہی خاندان سے تھا چنانچہ شہزادہ ہی تھا اور بادشاہ کا چچیرا یا ممیرا بھائی تھا۔

"اور تم خطرات کا مقابلہ کرنا پسند کرتے ہو' ظاہر ہے کہ یہ کام بھی تمہیں پسند آئے گا۔ جاؤ ____ جلدی کرو____"

چنانچہ چھ شکاریوں کو ساتھ لے کر شہزادوں نرسلوں کی طرف چلا۔ اس کا رنگ زرد تھا۔ اور مجھے بد دعائیں دے رہا تھا۔ وہ بے حد خوفزدہ تھا دفعتہ" بیس نے اپنا رقص بند کیا اور بادشاہ کے سامنے جھک کر بولا۔

"ایک عرض ہے حضور"

"کہو"

"ان صاحب کو میرے آقا پر شک ہے اور انہوں نے میرے آقا کو جھوٹا اور پتہ نہیں کیا۔ کیا کہا ہے اس لئے اجازت دیجئے کہ میں ان صاحب کے ساتھ جاؤں اور انہیں اس جگہ تک لے جاؤں جہاں وہ شیر پڑا ہوا ہے جس کا شکار میرے آقا نے کیا ہے۔ اگر شہزادہ صاحب اکیلے تشریف لے گئے تو ہو سکتا ہے کہ یہ نرسلوں میں بھٹک جائیں اور ان کی جان کو کوئی نقصان پہنچ جائے اور حضور کو اپنے بھائی کا غم منانا پڑے۔"

"ہمارے ایسے ان گنت بھائی ہیں۔ اس کے باوجود اگر تم ان لوگوں کے ساتھ جانا چاہتے ہو تو ہم تمہیں اجازت دیتے ہیں۔"

چنانچہ بیس شہزادے اور اس کے چھ ساتھیوں کی طرف بھاگ پڑا۔ ان کے قریب پہنچ کے اس نے شیر کی دم شہزادے کے کندھے پر مار کر اسے اپنی طرف متوجہ کیا اور راستہ بتانے کے لئے ان سے چند قدم آگے چلنے لگا۔ وہ سب کے سب نرسلوں میں گھس کر نظروں سے اوجھل ہو گئے۔

میں بادشاہ کے سامنے سے ہٹ کے اپنے رتھ کے قریب آیا۔ اپنے بدن اور ہاتھوں پر سے خون دھویا اور اپنا چغہ پہنا اور جب میں اپنا چغہ پہن آیا تھا تو نرسلوں میں سے شیر کی دہاڑ اور پھر ایک انسانی چیخ سنائی دی۔ اس کے بعد خاموشی

طاری ہوگئی اور اب میں آگے بڑھ کے نرسلوں کے جھنڈ اور بادشاہ کے شامیانے کے درمیان منتظر کھڑا ہوگیا۔

چند ثانیوں بعد ہی بیں نرسلوں سے نمودار ہوا۔ وہ فتح کا ترانہ گا رہا تھا۔ اور ناچ رہا تھا۔ لیکن اس دفعہ اس کے دونوں ہاتھوں میں دو شیروں کی دو دمیں تھیں۔ بیں کے پیچھے پیچھے چھ شکاری اس شیر کی لاش گھسیٹتے چلے آ رہے تھے۔ جس کا شکار میں نے اور بیں نے کیا تھا۔ وہ شیر کا لاش گھسیٹتے بادشاہ کی طرف بڑھے اور میں ان کے پیچھے چلا۔

بونا واپس آگیا بادشاہ نے کہا۔ چھ شکاری واپس آگئے لیکن میں اپنے بھائی کو نہیں دیکھ رہا ہوں۔

حضور! آپ کے بھائی اس شیر کی بیوی کی لاش تلے چت اور مردہ پڑے ہیں اس شیر کی بیوی ایک دم سے ان پر حملہ کیا اور ان کا خاتمہ کر دیا اور میں خود شیرنی پر جاپڑا اور اپنے بھالے سے اسے ختم کر دیا بیں نے جواب دیا یہ ہے حضور اس شیرنی کی دم۔"

"یہ بونا سچ کہہ رہا ہے؟ بادشاہ نے ان چھ شکاریوں سے پوچھا جو شہزادے کے ساتھ گئے تھے۔"

ر "یہ بونا سچ ہی کہہ رہا ہے حضور ایک شکاری نے جواب دیا۔ شیرنی نے جو زخمی تھی دفعتہ" شہزادے پر چھلانگ لگا دی حالانکہ وہ ہم سب کے عقب میں تھے اور پھر یہ بونا ایک دم سے چھلانگ لگا کر شیرنی پر سوار ہوگیا اور اپنا بھالا اس کے جسم میں تیرا دیا۔ اس کا بھالا شیرنی کا دل چیر گیا چنانچہ ہم حضور کے حکم کے مطابق شیر کو گھسیٹ لائے کیونکہ شیرنی کو بھی ساتھ گھسیٹ لانا ممکن نہ تھا۔

مارے غصے کے شاہ کج کلاہ کا چہرہ بگڑ گیا۔

ہمارے سات بہادر شکاری اور ایک بونا بادشاہ نے کہا اس کے باوجود ہوتا یوں ہے کہ شیرنی ہمارے بھائی کو اور بونا خود شیرنی کو مار ڈالتا ہے یہ کہانی ہے جو مصر پہنچ جائے اور مصریوں کو معلوم ہوجائے گا کہ اس بادشاہ کے امراء کس قدر بزدل ہیں جو ایک دنیا پر حکومت کرتا ہے۔ ہم اس بات کو برداشت نہیں کرسکتے۔ نہیں کر

سکتے۔ یہ ہماری عظمتوں کے ماتھے پر ایک بدنما اور شرمناک داغ ہے۔ سپاہیو! گرفتار کرلو ان بزدلوں کو ہمارے زنداں کے بھوکے شیروں کے سامنے انھیں ڈال دیا جائے۔"

چنانچہ سپاہی ان چھ بدبختوں پر ٹوٹ پڑے اور انہیں گھسیٹتے ہوئے وہاں سے لے گئے۔ اب بادشاہ نے بیں کو قریب آنے کا اشارہ کیا اور اپنی گردن سے سونے کی مالا نکال کے بیں کی گردن میں ڈال دی اور اس طرح _____ حالانکہ یہ اس وقت مجھے معلوم نہ تھا _____ اس نے بیں کو اپنے دربار میں کسی معزز عہدے پر فائز کر دیا تھا۔

اب اس نے مجھے قریب بلا کے کہا۔

"شاباکا! معلوم ہوتا ہے کہ تم تیر چلانے اور شیروں کا شکار کرنے میں بڑے ماہر ہو۔ چنانچہ ہم تمہیں وہ عزت بخش رہے ہیں جو آج تک کسی کو نہیں بخشی گئی تمہارا رتھ ہمارے رتھ کے ساتھ رہے گا اور ہم دونوں شکار کریں گے۔ اس کے علاوہ ہم تم سے شرط بھی بدتے ہیں کہ ہم دونوں میں سے کون زیادہ شیر مارتا ہے۔ کیونکہ جان لو شاباکا کہ تیر چلانے اور شیروں کا شکار کرنے میں ہم آپ اپنا جواب ہیں۔"

"تو حضور میں آپ سے شرط بدنے کی جرات کیسے کر سکتا ہوں خصوصا" اس صورت میں جب کہ میں جانتا ہوں کہ خود میرے ملک میں بھی ایسے لوگ ہیں جو مجھ سے بہتر طور سے تیر چلا سکتے ہیں لیکن جیسا کہ مرحوم شہزادے نے کہا تھا۔ ہم مصری جھوٹے ہوتے ہیں۔ تاہم مصر میں ایک ایسا شخص موجود ہے جو واقعی تیر چلانے میں اپنی مثال آپ ہے اور یہ میں کانوں سنی نہیں بلکہ آنکھوں دیکھی کہہ رہا ہوں۔"

"کون ہے یہ شخص۔"

"شہزادہ پیرو آ"

شاہ کج کلاہ کے ابرو پر بل پڑ گئے جیسے اسے اس نام سے نفرت ہو۔

"پیرو آ! وہ بولا وہ صرف شہزادہ ہے۔ اور ہم شاہ عالم ہیں چنانچہ کیا ہم اس

سے بہتر طور سے تیر نہیں چلا سکتے؟"

"اس میں کس کو شک ہو سکتا ہے حضور۔ چنانچہ میں تیر چلانے میں جب پیرو آ کا مقابلہ نہیں کر سکتا تو پھر آپ کا مقابلہ کس طرح کر سکتا ہوں؟"

"اسی لئے تو ہم ایک نادر اور سب سے زیادہ قیمتی چیز پر شرط لگا رہے ہیں شباکا۔ ہماری گردن میں پڑی ہوئی گلابی رنگ کے موتیوں کی یہ مالا دیکھ رہے ہو؟ یہ موتی دنیا میں سوائے ہمارے کسی اور کے پاس نہیں ہیں۔ ہمارے والد مرحوم کے زمانے میں تاجر پورے بیس سال کی جستجو کے بعد ان موتیوں کو حاصل کرنے میں کامیاب ہو سکے تھے۔ اب رہی ان کی قیمت تو اس کا اندازہ تم اس بات سے لگا سکتے ہو کہ اس مالا میں جتنے موتی پروئے ہوئے ہیں ان میں نصف موتیوں کے ذریعہ تم کسی بھی ملک کا بڑے سے بڑا صوبہ خرید کر سکتے ہو۔ ہم یہی موتی شرط پر لگا رہے ہیں۔"

یہ سن کر امراء کے منہ مارے حیرت کے کھل گئے اور آنکھیں پھٹ گئیں اور موٹے خواجہ سرا ہومان نے لرز کر اپنے دونوں ہاتھ اوپر اٹھا دیئے۔

لیکن میرے پاس ایسی کوئی قیمتی چیز نہیں ہے حضور۔ میں کیا چیز شرط پر لگا سکتا ہوں؟ میں نے کہا۔

"اپنا یہ بونا غلام جو ہمیں پسند آ گیا ہے۔"

اب کانپنے کی میری باری تھی ______

"گستاخی معاف شاہ عالم" میں نے کہا "جوڑ برابر کا نہیں ہے حضور۔ میں تو ایک شکاری ہوں۔ چنانچہ یہ در شہوار میرے کیا کام آ سکتے ہیں بھلا اس کے برخلاف یہ بونا شکاری میرے بڑے کام آ سکتا ہے۔"

"یہ تم نے غلط نہیں کہا شباکا چنانچہ ہم شرط پر لگائے ہوئے موتیوں میں اور بھی اضافہ کرتے ہیں۔ اگر تم جیت گئے تو ہم ان موتیوں کے علاوہ تمہارے غلام بیس کو سونے میں تول دیں گے اور یہ سونا بھی موتیوں کے ساتھ تمہارا ہوگا۔"

"شاہ عالم کا اقبال بلند ہو۔ حضور واقعی سخی داتا ہیں" میں نے کہا "لیکن یہ بھی کافی نہیں ہے۔ بفرض محال اگر میں جیت بھی گیا تو میں اتنے بہت سونے کو کیا

کروں گا؟ ظاہر ہے کہ مصر پہنچے سے پہلے ہی کوئی یہ سونا اور موتی حاصل کرنے کے لئے مجھے قتل کر دے گا۔"

"تو اور کیا چاہتے ہو تم؟ ان بے بہا موتیوں اور بونے کے وزن کے برابر سونے کے علاوہ ہم تمہیں اور کیا دیں؟ بادشاہ نے پوچھا ہمارے حرم کی حسین ترین لڑکی؟" میں نے نفی میں سر ہلایا۔

"جی نہیں حضور۔ اس صورت میں مجھے اس لڑکی کو اپنی بیوی بنانا پڑے گا حالانکہ میں کنوارا رہنا چاہتا ہوں۔"

"یہ کچھ ضروری نہیں۔ تم اس لڑکی کو پیرو آ کے ہاتھ فروخت کر سکتے ہو کہو تو تمہیں گورنر بنا دیں؟"

"جی نہیں حضور۔ اس صورت میں مجھے صوبے کا انتظام سنبھالنا ہوگا چنانچہ میں مصروف رہوں گا اور شکار کو نہ جا سکوں گا۔ اس کے علاوہ میں اس وقت تک کسی اور طرف متوجہ نہ ہو سکوں گا جب تک کہ حضور خود مجھ سے اکتا کر مجھے قتل نہیں کروا دیتے۔ یزدان دا ہرمن اور ساری مقدس ہستیوں اور شیاطین کی قسم پھر ہم نہیں جانتے کہ ہم کیا چیز شرط پر لگائیں؟"

اور اب میں کوئی ایسی چیز کے متعلق سوچنے لگا جس پر بادشاہ شرط نہ لگا سکے یہاں میں یہ بتادوں کہ میں اس مقابلے کے لئے تیار نہ تھا۔ کیونکہ میرا دل کہہ رہا تھا کہ اس کا انجام برا ہوگا اور میں کسی مصیبت میں پھنس جاؤں گا۔ کوئی چیز اور کوئی بات میری سمجھ میں نہ آئی چنانچہ میں نے بیس کی طرف دیکھا اور اس نے اپنی آنکھوں سے اور پھر مکھی اڑانے کے بہانے شیر کی ایک دم سے ان چھ شکاریوں کی طرف اشارہ کیا جنہیں بادشاہ موت کا حکم سنا چکا تھا۔ بے شک بیس کا مشورہ مناسب تھا۔ بادشاہ کا حکم بدلا نہ جا سکتا تھا۔ میرے دل میں امید کی شعاع رینگ آئی۔

"شاہ کج کلاہ کا اقبال بلند ہو" میں نے کہا۔ "اگر جیت میری ہو تو موتیوں کی مالا اور بونے کے وزن کے برابر سونا دینے کے علاوہ حضور ان چھ شکاریوں کی جان بخشی کر دیں جنھیں شیروں کے سامنے پھینک دینے کا حکم دیا جا چکا ہے۔"

"جان بخشی کر دیں! کیوں؟" بادشاہ نے حیرت سے پوچھا۔

"یہ لوگ بہادر ہیں حضور اور میں اس بات کو برداشت نہیں کر سکتا کہ پنجرے میں بند پالتو شیر ان بہادروں کی ہڈیاں چبالیں۔

"ہمارا حکم تحریر کیا جاچکا ہے بادشاہ نے وقائع نگاروں سے پوچھا۔

"جی نہیں سرکار۔ وقائع نگار اعلیٰ نے جواب دیا۔

"تو ہم اپنا یہ حکم منسوخ کر سکتے ہیں چنانچہ شبا کا یہ ہے ہماری شرط۔ اگر آج ہم نے تم سے زیادہ شیر مار لئے یا اگر صرف دو شیر مارے گئے ایک تمہارے اور ایک ہمارے تیر سے لیکن اگر پہلے ہم نے شیر مار لیا یا اگر ایک بھی شیر نہ مارا گیا لیکن ہم نے تم سے زیادہ تیر شیروں کے جسم میں پیوست کر دیئے تو ہم تمہارے بونے کو اپنا غلام بنالیں گے۔ لیکن اگر معاملہ اس کے برعکس ہوا تو ہم موتیوں کی یہ مالا۔ بونے بیں کے وزن کے برابر سونا اور ان چھ شکاروں کو تمہارے حوالے کر دیں گے۔ وقائع نگار ہماری اس شرط کو ضبط تحریر میں لے آئیں فوراً" _____ اور اب شکار کو چلا جائے۔"

اور تھوڑی دیر بعد ہی میں اور بیں رتھ میں تھے اور جیسا کہ بادشاہ کا حکم تھا' ہمارا رتھ بادشاہ کے متوازی لیکن اس کے رتھ سے کوئی تیس قدم دور تھا۔

"بیں!" میں نے اس کی طرف جھک کر کہا "آج کا دن تو بڑا منحوس دن ثابت ہوا ہے۔

"کیوں آقا؟"

"اس لئے کہ شکار کے خاتمے کے بعد ہم دونوں ایک دوسرے سے شاید ہمیشہ کے لئے جدا ہو جائیں گے۔

"اس کے برخلاف آقا آج کا دن بڑا مبارک دن ہے۔"

"وہ کیسے؟"

"وہ ایسے کہ شکار کے بعد آپ امیر ترین شخص ہوں گے۔ بے بہا موتیوں کی وہ مالا' جو بادشاہ کی گردن میں پڑی ہوئی ہے' آپ کی ہوگی اور پھر میرے وزن کے برابر سونا ملے گا سو الگ۔ چونکہ میں بونا ہوں اس لئے بادشاہ نے مجھے ہلکا پھلکا

سمجھ رکھا ہے لیکن میں چٹان کی طرح وزنی ہوں۔ اس کے علاوہ اگر موقع ملا تو تولے جانے سے پہلے میں بہت سا گوشت کھالوں گا کھا کیا لوں گا اپنے حلق تک ٹھوس لوں گا۔ اور کھانا نہ ملا تو بہت سا پانی پی لوں گا اور اس طرح اپنے آپ کو اور بھی وزنی بنا لوں گا۔ اس کے علاوہ بادشاہ ان چھ شکاریوں کی جان بخشی کر دے گا۔ اس لئے وہ ہمارے ساتھ بطور محافظوں کے چلیں گے اور اس طرح کے اپنے خزانے کے ساتھ بخیر و خوبی مصر پہونچ جائیں گے۔"

"لیکن پہلے تو مجھے بازی جیتنی ہے بیں"

"وہ آپ جیت لیں گے۔ اگر آپ ایک آنکھ سے کانے ہوتے اور آپ کے ہاتھ کی صرف چار انگلیاں ہوتیں تب بھی آپ یہ شرط جیت لیتے۔ بادشاہوں کو خوشامدی گھیرے رہتے ہیں۔ چنانچہ یہ لوگ ہر بادشاہ کو بڑی بڑی خوش فہمیوں میں مبتلا کر دیتے ہیں اور بادشاہ اور خوشامد پسند لوگ اپنے آپ کو وہ سمجھنے لگتے ہیں جو وہ نہیں ہوتے چنانچہ یہ بادشاہ بھی کوئی عمدہ شکاری نہیں ہے بلکہ اپنے منہ میاں مٹھو بن رہا ہے۔ میں نے سنا ہے آقا کہ اس بادشاہ کے سامنے چھ شیر لائے گئے اور اس نے چھ تیر چلائے لیکن ایک بھی تیر کسی ایک بھی شیر کے نہ لگا بلکہ شیر اپنے اطمینان سے بیٹھے مسکراتے رہے۔ یہ شیر پالتو تھے اور انہیں پنجروں میں لایا گیا تھا۔ آقا! یہ بادشاہ بہت زیادہ شراب پیتا ہے اور اپنی بیویوں اور لونڈیوں کے ساتھ' جن کی تعداد تین سو ہے بہت زیادہ سوتا ہے چنانچہ وہ آپ کی اور میری طرح تیر نہیں چلا سکتا _____ کثرت شراب نوشی اور عورتوں کی صحبت نے اس کے اعصاب کمزور کر دیئے ہیں' اس کے ہاتھوں میں رعشہ آگیا ہے۔ آقا! آقا! موتیوں کی مالا' سونا اور چھ شکاری آپ کے ہوچکے اور وہ امیر' جس نے منہ پر غازہ اور بالوں میں خوشبودار تیل لگا رکھا تھا۔ اور جس نے آپ کو جھوٹا کہا تھا' کہاں گیا؟ وہ وہاں نرسلوں کی کیچ میں مردہ پڑا ہوا ہے۔ وہ نالائق اسی کا مستحق تھا۔"

غالباً" میں نے آپ کو یہ نہیں بتایا کہ اس کی موت کا کیا سبب ہوا؟ اس کی موت ایک حادثہ نہ تھا۔ بلکہ میں نے شیرنی کو مجبور کر دیا تھا کہ وہ اسی امیر پر چھلانگ لگا دے۔ اب آپ پوچھیں گے کہ بھلا یہ کیسے ممکن ہوا؟ اچھا تو سنئے آپ شیروں کے

شکاری ہیں اس لئے آپ جانتے ہی ہوں گے کہ شیروں کو اس شخص سے سخت نفرت ہوتی ہے جس کے کپڑوں اور جسم میں خود شیر کے خون کی بو بسی ہوئی ہو۔ چنانچہ راستہ بتانے کی غرض سے میں نے اس شیر کی خون اگلتی دم سے' جس کا شکار ہم نے کیا تھا' اس امیر کے کندھے کو چھوا تھا۔ اس پر امیر نے خفا ہو کر مجھے خوب برا بھلا کہا تھا لیکن میرا مقصد بہرحال پورا ہوچکا تھا اور شیر کی دم کا خون اس حاسد امیر کے کپڑوں پر لگ گیا تھا چنانچہ جب ہم اس شیر کی لاش کے قریب پہنچے ہیں جسے آپ نے مارا تھا تو زخمی شیرنی' جیسے کہ مجھے توقع تھی' نرسلوں میں سے نکل آئی اور چھ شکاریوں کے درمیان سے گزرتی سیدھی اس امیر پر جا پڑی کیونکہ اس امیر کے لباس میں شیرنی کے شوہر کے خون کی بو تھی۔"

"لیکن اس کے شوہر کے خون کی بو میں تو تم بھی بسے ہوئے تھے بیں؟"

"یہ سچ ہے آقا لیکن میں اس امیر کے پیچھے اور اس سے کافی دور دور چل رہا تھا گویا میں ڈر رہا ہوں چنانچہ وہ امیر ہیکڑی میں آ کر مجھ سے چند قدم اور بھی آگے بڑھ گیا تھا" میں ہنسا اب وہ کمبخت' دیوتا اوزیرس یا مقدس ٹڈے کے سامنے غصے میں بھرا بیٹھا ہوگا اور میرے خلاف زہر اگل رہا ہوگا۔"

"بیں! یہ فارسی نہ تو اوزیرس کی پوجا کرتے ہیں اور نہ مقدس ٹڈے کی۔"

"تو پھر کس کی پرستش کرتے ہیں یہ لوگ؟"

"یہ لوگ آتش پرست ہیں۔"

"تو پھر وہ آگ کے سامنے میری برائیاں کر رہا ہوگا۔ کاش کہ آگ اس کی بے تکی باتوں سے غصے ہو کر اسے جلا کر راکھ کر دے۔"

چنانچہ ہم یوں باتیں کر رہے تھے اور بہت خوش تھے کیونکہ ہم نے نہ صرف فارسیوں بلکہ خود شاہوں کے شاہ کو مرعوب کر دیا تھا۔ لیکن افسوس ہم ان مشرقیوں کی مکاری سے واقف نہ تھے۔ ہم ان قانون سے بے خبر تھے اور نہ کسی نے ہمیں بتایا تھا جو شخص بادشاہ کے ساتھ شکار کر رہا ہو اسے چاہئے کہ وہ پہلا موقعہ خود بادشاہ کو دے۔ اگر شیر اس کے عین سامنے آجائے تب بھی اس شیر پر اس وقت

تک تیز نہ چلانا چاہئے جب تک خود بادشاہ اس شیر پر تیر نہیں چلا لیتا۔ اگر اس شکاری نے ایسا کیا' اگر اس نے بادشاہ سے پہلے تیر چلا دیا تو اس گستاخی کی سزا موت ہی ہو سکتی ہے۔ ہم اس ضابطہ پابندی سے بے خبر تھے چنانچہ خوش تھے لیکن وہ بادشاہ' وہ لومڑ جو اپنے آپ کو شاہ کج کلاہ' شاہوں کا شاہ' عالم اور دیوتا جانیں کیا کہتا تھا اس ضابطے اور قانون سے بے خبر نہ تھا اس لئے اسے یقین تھا کہ وہ شرط جیت لے گا۔

اب رتھ ایک موڑ مڑ کر ایک راستے پر آگئے اور نرسلوں کے درمیان چھٹے ہوئے ایک میدان میں پہنچ گئے۔ یہاں رتھ روک لئے گئے۔ بادشاہ کا رتھ اور میرا رتھ ساتھ ساتھ تھے اور ہم دونوں کے رتھوں کے درمیان صرف دس قدم کا فاصلہ تھا۔ امراء کے رتھ ہمارے رتھوں کے پیچھے تھے۔ اور اب ہانکا کرنے والے کتوں کو لے کر دائیں اور بائیں اور سامنے کے جھنڈ میں گھس گئے کہ شیر نرسلوں میں سے گھبرا کر میدان میں آجائیں۔

چند ثانیوں میں بعد ہی نرسلوں میں سے کتے کے بے تحاشہ بھونکنے کی آوازیں آنے لگیں اور بیں نے اپنے ہونٹ بجا کے اور "پٹ _____ پٹ کی آواز نکال کر عین سامنے والے جھنڈ کی طرف اشارہ کیا۔ میں نے نظر اٹھا کر دیکھا تو نرسلوں کی ڈنڈیوں میں ایک زبردست پیلا سایہ حرکت کرتا نظر آیا۔ اس سائے کو دیکھتے ہی میری "رگ شکایت" پھڑکی۔ میں سب کچھ بھول گیا۔ سوائے اس کے کہ میں ایک شکاری ہوں اور میرا شکار سامنے ہے۔ میں نے کمان اٹھا کر چلہ کھینچا۔ نشانہ مشکل تھا لیکن میں نے مصر کے سارے دیوتاؤں کو یاد کر کے چٹکی چھوڑ دی' تیر کمان میں سے نکل کر سنسناتا ہوا چلا' وہ نرسلوں میں جا گھسا .... وہ شیر کے جسم میں ترازو ہوگیا۔ ایک گرج کی آواز سے بزدلوں کے دل دہل گئے۔ زمین پر پنجے مارنے اور نرسلوں کی ڈنڈیاں ٹوٹنے کی آواز آئی لیکن اس اثناء میں دوسرا تیر چلے میں چڑھا چکا تھا اور ہر چند کہ بادشاہ نے اپنی کمان اٹھا کے نشست باندھی لی تھی لیکن میں نے اس کی پروا نہ کرتے ہوئے دوسرا تیر بھی چلا دیا۔ یہ تیر بھی نشانے پر بیٹھا۔ وہ شیر کے حلق میں پیوست ہوگیا۔ شیر پھر گرجا اور اب وہ ٹھنڈا ہو چکا تھا۔

بادشاہ نے غضبناک نظروں سے میری طرف دیکھا اور امراء حیرت اور غصے سے بھڑوں کے چھتے کی طرح بھنبھنا اٹھے۔ انہیں حیرت میری نشانے بازی پر تھی اور غصہ اس بات کا تھا کہ میں نے شاہوں کے شاہ سے پہلے تیر چلائے تھے _____>

آقا! موتیوں کا ہار، سونا اور چھ شکاری ہمارے ہوگئے۔ قسمت یاوری کر رہی ہے" بیس نے خوش ہو کر کہا۔

"خاموش رہو۔" میں نے ذرا سختی سے کہا کیونکہ دوسرے شیر آ رہے تھے۔

دفعتہً ایک شیر بائیں طرف کے جھنڈ میں سے نکل آیا۔ وہ میدان عبور کر کے دائیں طرف کے جھنڈ کی طرف جا رہا تھا۔ وہ میرے اور بادشاہ کے رتھوں سے صرف دس قدم دور سے گزر رہا تھا۔ بادشاہ نے کمان اٹھائی، شیر اس کے عین سامنے تھا، بادشاہ نے تیر چھوڑ دیا۔ لیکن اس کا تیر شیر کی کمر کے اوپر سے، کوئی دو بالشت اوپر سے نکل گیا۔ اور اب میں نے تیر چلایا، وہ شیر کی گردن میں پیوست ہوگیا اور شیر فوراً ہی تڑپ کر ٹھنڈا ہوگیا۔

ایک بار پھر امراء بھنبھنا اٹھے اور بادشاہ نے اپنے رتھ بان کے سر پر ایک زوردار گھونسا جما کر اور کڑک کے کہا:-

"کمبخت! گھوڑوں کو تھامے کیوں نہیں رکھتا کہ وہ جنبش کرتے ہیں اور ہمارا نشانہ خطا کر جاتا ہے؟ یزداں کی قسم ہم تیری کھال کھنچوا لیں گے۔"

"بے شک غلام سے قصور ہوگیا۔ اس دفعہ حضور غلام کو معاف کر دیں۔ آئندہ ایسا نہ ہوگا" رتھ بان نے کہا۔ یہاں میں یہ بتا دوں کہ رتھ بان کوئی غلام نہیں بلکہ بادشاہ کا ایک معزز درباری تھا۔ مشرق میں یہ عجیب بات دیکھی کہ یہاں امراء بادشاہ کی خدمت کرتے تھے۔ حتیٰ کہ اس کے ناخن اور داڑھی بھی تراشتے تھے۔

"یہ جھوٹ ہے آقا" بیس نے سرگوشی میں کہا۔ گھوڑے بچارے تو بتوں کی طرح بے حس و حرکت کھڑے ہوئے ہیں اور پھر جب ایک نہ دو پورے چار سائیس ان کے سر مضبوطی سے پکڑے کھڑے ہوں تو وہ ہل بھی نہیں سکتے۔ یہ

بادشاہ بڑا جھوٹا ہے۔ بہرحال موتیوں کی مالا آپ کی گردن میں آ گئی سمجھو۔"

"بکو مت" میں نے کہا۔ "اور یہ یاد رکھو کہ فارسی ہمیشہ سچ ہی بولتے ہیں۔ صرف مصری جھوٹے ہیں۔ اس کے علاوہ فارس میں لوگوں کی گردنوں میں موتیوں کی مالاؤں کے علاوہ پھانسی کے پھندے بھی ڈال دیئے جاتے ہیں۔ چنانچہ عافیت اسی میں ہے کہ خاموش رہو۔"

کتے مسلسل بھونک رہے تھے اور ان کی آوازیں دم بدم قریب ہوتی جا رہی تھیں۔ ایک شیرنی نرسلوں میں سے نکل کر بھاگتی ہوئی سیدھی بادشاہ کے رتھ کی طرف آئی اور پھر دفعتہً جیسے حیرت زدہ ہو کر رتھ کے عین سامنے اور اتنے قریب بیٹھ گئی کہ آدمی پتھر پھینک کر اسے مار سکتے تھے۔ بادشاہ نے تیر چلایا۔ اس کا تیر شیرنی کے اگلے پنجے میں ترازو ہوگیا۔ شیرنی اٹھی، اس نے پنجہ جھٹک کر تیر نکال پھینکا اور نرسلوں میں گھس کر نظروں سے اوجھل ہوگئی امراء ایک آواز ہو کے چلائے۔

"حضور کا اقبال بلند ہو۔ شیرنی بے شک مر گئی ہے۔"

"ابھی معلوم ہو جائے گا کہ شیرنی مر گئی ہے یا زندہ ہے" بیس نے کہا۔

ایک اور شیر بادشاہ کے بائیں طرف نمودار ہوا۔ بادشاہ نے پھر تیر چلایا اور اس دفعہ بھی اس کا نشانہ خطا کر گیا۔ اب تو بادشاہ مارے غصے کے دیوانہ ہوگیا اور اپنی شان فراموشی کر کے نہایت بلیغ قسم کی شاہی گالیاں بکنے لگا اور اب شکار کا آخری باب شروع ہوا۔

ایک کتا قریب آ گیا اور اس شیرنی کو نرسلوں سے باہر نکال لایا جس کے پنجے میں بادشاہ کا تیر چبھ گیا تھا۔ شیرنی پیر کی تکلیف اور کتے کے بھونکنے سے دیوانی ہو رہی تھی چنانچہ وہ قلانچیں بھرتیں سیدھی بادشاہ کے رتھ کی طرف چلی۔ گھوڑے بھڑک کے پیچھے ہٹے، وہ اپنی پچھلی ٹانگوں پر کھڑے ہوگئے۔ چنانچہ وہ سائیس جو انکی لگامیں پکڑے کھڑے تھے ایک دم سے ہوا میں اٹھ گئے، بادشاہ نے دیوانہ وار تیر چلانے کے لئے، وہ پیچھے ہٹا، وہ رتھ کے عین کنارے پر پہنچ گیا، اور پھر وہ پر کٹے پرندے کی طرح پھڑپھڑا کر رتھ سے نیچے آ رہا اور چت گرا۔ اب پیروں کے نیچے

کوئی سہارا نہ ہو تو ظاہر ہے کہ وہ ہوا میں تو ٹک نہیں سکتا۔ چنانچہ وہ شاہوں کا شاہ ہو یا کوئی اور بہرحال اس کا گرنا لازمی ہو جاتا ہے اس لئے شاہوں کا شاہ بھی گرا۔ شیرنی نے بادشاہ کو گرتے دیکھا چنانچہ اس نے بادشاہ پر چھلانگ لگا دی اور پورے رتھ کو صاف پھلانگ گئی۔ میں نے جلدی سے تیر چلا دیا اور شیرنی ابھی ہوا میں ہی تھی کہ تیر اس کی کمر میں ترازو ہو گیا' اس کی ریڑھ کی ہڈی اور گاؤ دم چھد گئی اس لئے کہ شیرنی کے اعضاء مفلوج اور بیکار ہو گئے۔ وہ بادشاہ کے عین قریب گری لیکن اب اس میں اتنی سکت نہ تھی کہ اٹھ کر بادشاہ کا خاتمہ کر دیتی۔

میں اپنے رتھ سے اتر کر شیرنی کی طرف بھاگا لیکن اس سے پہلے کہ میں اس کے قریب پہنچتا امراء بھالے لے کر اس پر پل پڑے اور اس کا قیمہ ہی بنا دیا اور یہ کام آسان تھا کیونکہ شیرنی حرکت نہ کر سکتی تھی۔

اب بادشاہ اٹھا' اس نے اپنے کپڑوں پر سے دھول جھاڑی' فتحمندانہ نظروں سے اپنے امراء کی طرف دیکھا اور بلند آواز میں کہا:-

"اگر ہمارے تیر نے اس گستاخ شیرنی کا خاتمہ نہ کر دیا ہوتا تو ہم سمجھتے ہیں کہ آج ہی رات کو مشرق کے لوگ کسی اور بادشاہ کے سامنے سر جھکا رہے ہوتے۔"

بادشاہ کی یہ ڈینگ سن کر میں سب کچھ فراموش کر گیا۔ میں یہ بھول گیا کہ میں شاہ عالم سے گفتگو کر رہا ہوں حتیٰ کہ میں اپنی شرط بھی بھول گیا اور میں نے کہا "یہ غلط ہے۔ آپ کا نشانہ خطا کر گیا تھا۔ شیرنی میرے تیر سے مری ہے۔" اس پر امراء ایک زبان ہو کر چلائے:-

"یزداں کی قسم۔ یہ مصری جھوٹا ہے اور اب ہمارے بادشاہ کو بھی جھوٹا کہہ رہا ہے۔" "جھوٹا! میں جھوٹا ہوں" میں نے حیرت سے کہا۔ خوب انصاف ہے بھئی۔ اس تیر کو دیکھو جو شیرنی کی کمر میں ترازو ہے اور یہ تیر دیکھو۔ دونوں ایک ہی ترکش کے ہیں یا نہیں؟" اور میں نے اپنے ترکش میں سے مصری ساخت کا ایک تیر' جس پر میرا نشان بنا ہوا تھا' گھسیٹ کر ان لوگوں کی طرف بڑھا دیا۔

اور اب ایک ہنگامہ بپا ہو گیا۔ امراء اور خواجہ سرا شور مچاتے اور کیچڑ میں

لت پت بادشاہ کے سامنے یوں جھکنے لگے جیسے سخت طوفان میں لمبی لمبی گھاس تناور درخت کے سامنے جھک جھک جاتی ہے۔ میں چونکہ اپنا دعویٰ ثابت کر چکا تھا اور پھر اس معاملے کو آگے بڑھانا بھی مناسب نہ تھا اس لئے میں واپس اپنے رتھ کے قریب پہنچا اور اس خیال سے شکار ختم ہو چکا میں نے اپنی کمان کندھے پر سے اتاری کہ اس کے خول میں رکھ دوں۔ یہاں میں یہ بتا دوں کہ یہ میری پسندیدہ کمان تھی اور مجھے دنیا کی ہر چیز سے زیادہ عزیز تھی۔

ابھی میں کمان کو اس کے خول میں رکھ چکا تھا کہ خواجہ سرا ہومان میرے سامنے آ کھڑا ہوا۔ اس کے ہونٹوں پر کینہ درانہ مسکراہٹ تھی۔ اس نے کہا۔

"شاباش مصری! شاہ علم تمہیں یاد فرما رہے ہیں۔ چلو اپنا انعام لے لو۔"

"تم چلو۔ میں ابھی حاضر ہوا جاتا ہوں" میں نے کہا۔

اور جب وہ چلا گیا تو میں نے بیس سے کہا:-

"بیس! میرا دل ڈوبا جا رہا ہے۔ مجھے اس عیار بادشاہ پر اعتبار نہیں۔ وہ یقیناً" شرارت پر تلا ہوا ہے۔"

"خود میرا دل بھی ڈوبا جا رہا ہے آقا۔ بیس نے کہا۔ "ہم نرے احمق ہیں کہ ایک معمولی سی بات نہ سمجھ سکے۔"

"کون سی بات؟"

"آقا! جب ایسا ہو کہ ایک انسان اور ایک دیوتا ایک ہی درخت پر چڑھ رہے ہوں تو انسان کو چاہیے کہ وہ دیوتا کو اپنے سے پہلے درخت کی چوٹی پر پہنچ جانے دے کہ وہاں پہنچ کر وہ اپنے دیوتا ہونے کا اعلان کر دے۔"

"بے شک۔ لیکن ٹھوکر لگنے کے بعد ہی آنکھیں کھلتی ہیں۔ بیس۔ اب تو جو کچھ ہونا تھا ہو چکا اور انسان بہرحال دیوتا سے پہلے درخت کی چوٹی پر پہنچ ہی گیا ہے۔ چنانچہ چونکہ دیوتا پر قوت ہے اس لئے میں سمجھتا ہوں کہ وہ بچارے انسان کو نیچے پھینک دے گا۔"

اس کے بعد اپنے رتھ کو سپاہیوں کی حفاظت میں دے کر میں اور بیس بادشاہ کی طرف چلے۔ وہ ایک منقش کرسی میں' جو تخت کا کام دے رہی تھی' بیٹھا

ہوا تھا۔ کرسی کے پیچھے امراء اور خواجہ سرا مودب کھڑے ہوئے تھے اور ان کے پیچھے چند امراء اس غریب امیر کو' جو بادشاہ کا رتھ بان تھا' سزا دینے میں مصروف تھے اس غریب کو زمین پر چت لٹا دیا گیا تھا۔ ایک لمبی لکڑی سے اس کی دونوں ٹانگیں باندھ دی گئیں تھیں۔ دو شخصوں نے لکڑی کے دونوں سرے پکڑ کر لکڑی کو رتھ بان کی ٹانگوں کو اوپر اٹھا رکھا تھا۔ دو دوسرے شخص آہنی سلاخوں سے مجرم کے تلوے پر زور دار ضربیں لگا رہے تھے۔

ہم نے جھک کر بادشاہ کو سلام کیا اور منتظر و مودب کھڑے ہو گئے۔ آخر کار بادشاہ سلامت گویا ہوئے۔

"شاباکا مصری! ہم نے ایک شرط بدی تھی تم سے' جس کے شرائط تم بھولے نہ ہو گے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شرط تم جیت گئے ہو کیونکہ تم نے دو شیر مار لئے ہیں۔ اس کے برخلاف ہم صرف ایک شیرنی' یعنی وہ جس نے ہم پر چھلانگ لگا دی تھی۔ مار پائے ہیں۔"

یہ سن کر بیس کے منہ سے آہ نکل گئی اور اس نے بادشاہ کی طرف دیکھا۔

"گھبراؤ نہیں" بادشاہ نے کہا۔ "تمہیں تمہارا انعام مل جائے گا"

اور اس نے اپنی گردن سے بے بہا موتیوں کی مالا گھسیٹ کر بیچ میرے منہ پر کھینچ ماری۔

"محل میں پہنچ کر" اس نے اپنی بات جاری رکھتے ہوئے کہا "تمہارے بونے غلام کو ترازو کے ایک پلڑے میں بٹھایا جائے گا اور اسے سونے میں تولا جائے گا۔ اور یہ سونا بھی تمہیں دے دیا جائے گا۔ اس کے علاوہ چھ شکاریوں کی زندگیاں ہم بخشتے اور انھیں تمہارے حوالے کرتے ہیں۔ چاہو تو انھیں آزاد کردو۔ اور چاہو تو انھیں اپنا غلام بنا لو۔"

"شاہ عالم کا اقبال بلند ہو۔ شاہ کج کلاہ کا سایہ ہم لوگوں پر رہتی دنیا تک قائم رہے" میں نے کچھ نہ کچھ کہنے کی غرض سے کہا۔

"ہمارا سایہ تو بے شک قائم رہے گا۔ لیکن مصری جوان! تمہارے دن پورے ہوئے کیونکہ تم نے ہمارے قانون کی خلاف ورزی کی ہے۔"

"قانون کی خلاف ورزی! وہ کس طرح؟"

"اس سے پہلے کہ ہم چلہ کھینچتے تم نے شیروں پر تیر چلا دیئے اور ہمیں خود ہمارے منہ پر جھوٹا کہا۔ ان دو گستاخیوں کی سزا موت ہے۔"

اب تو میرے دل میں غم و غصہ کا لاوا ابلنے لگا اور دفعتہ" میرا دل جرات و ہمت کی روح سے پر ہو گیا اور میں نے بڑی بے خوفی سے کہا:-

"اب چونکہ میں مرنے والا ہوں اس لئے آپ کے سامنے اپنی گردن نہ جھکاؤں گا چونکہ میں بہت جلد دیوتا اوزیرس کے دربار میں پہنچنے والا ہوں اور جو اوزیرس کے دربار میں پہنچ جاتا ہے وہ دنیا کے کسی بھی بادشاہ سے عظیم بن جاتا ہے اس لئے اب میں آپ کے سامنے سجدہ نہ کروں گا البتہ یہ ضرور پوچھنا چاہتا ہوں کہ کیا آپ کے یہاں کے قانون میں اس بات کی اجازت نہیں ہے کہ مجرم اپنی صفائی پیش کرے؟"

"اس کی اجازت ہے" بادشاہ نے کہا شاید اس لئے کہ وہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ میں کیا کہوں گا۔ "کہو مصری! جو کچھ کہنا ہے۔ ہم ہمہ تن گوش ہیں۔"

"شاہ مشرق! میری رگوں میں جو خون گردش کر رہا ہے وہ بھی شاہی خون ہے اور اتنا ہی مقدس ہے جتنا کہ شاید آپ کا ہے لیکن میں اپنے خاندان کے متعلق اور اپنی شرافت اور عظمت کے متعلق کچھ نہ کہوں گا۔ کیونکہ میں آپ کے گورنر کی درخواست پر بطور ایک شکاری کے یہاں آیا ہوں تاکہ آپ کو معلوم ہو جائے کہ ہم مصری شیروں اور دوسرے جانوروں کا کس طرح شکار کرتے ہیں۔ پورے تین ماہ تک میں دارالسلطنت میں مقیم رہا اور اس تمام عرصے میں آپ کے دربار میں حاضر ہونے کی کوشش کرتا رہا لیکن میری ہر کوشش محض بیکار ہی ثابت ہوئی آخر کار مجھے اس شکار میں شریک ہونے کا موقعہ ملا۔ یہاں سے واپس مصر لوٹ جانے والا تھا۔ آپ کے امراء اور خواجہ سراؤں نے مجھے جھوٹا کہا اور مجھ پر طنز کئے چنانچہ میں اپنے غلام کے ساتھ نرسلوں میں گھسنے پر مجبور ہو گیا اور وہاں میں نے ایک شیر کا شکار کر لیا۔ اس کے بعد آپ کو شرط بدنے کا شوق چرایا کہ ہم دونوں میں کون زیادہ شیر مار لیتا ہے۔ میں شرط بدنے کے لئے تیار نہ تھا لیکن آپ نے جبرا" یہ شرط

میرے سر منڈھ دی۔ اور آپ جانتے تھے کہ میں شرط ہار جاؤں گا۔ کیونکہ آپ کا خیال تھا کہ میں اس قانون سے واقف ہوں گا۔ کہ بادشاہ سے پہلے تیر چلانا گستاخی ہے بہرحال آپ نے شرط بدنے پر مجھے اس لئے مجبور کیا تھا کہ آپ کو یقین تھا کہ فتح آپ کی ہوگی کیونکہ میں آپ سے پہلے تیر چلاؤں گا۔"

"قصہ مختصر۔ میں نے شرط بدلی۔ یہ شرط میں نے آپ کو بادشاہ سمجھ کر نہ لگائی تھی کیونکہ میرا خیال تھا کہ یہ ایک طرح کی تفریح اور شوق ہے جس میں بادشاہ اور رعایا کا فرق مٹ جاتا ہے اور دونوں محض شکاری رہ جاتے ہیں۔ چنانچہ ہم اپنی اپنی جگہ کھڑے ہوگئے اور شیر میدان میں نکل آئے۔ میں نے صرف ان شیروں پر تیر چلائے جو میرے سامنے اور میری طرف آئے اور ان شیروں کو آپ کے لئے چھوڑ دیا جو آپ کے سامنے اور آپ کی طرف آئے تھے۔ کیونکہ شکار کا یہی اصول ہے۔ میری مہارت یا میری قسمت آپ سے بہتر ثابت ہوئی چنانچہ میں نے شیر مار لئے اور آپ کے نشانے خطا کر گئے یا پھر آپ نے ایک آدھ شیر کو زخمی کر لیا آخر میں ایک شیرنی نے آپ پر چھلانگ لگا دی اور میں نے اس خوف سے اسے بھی مار گرایا کہ مبادا وہ آپ کو نقصان پہنچا دے۔ میرا وہ تیر' جو شیرنی کے لئے پیغام موت لایا تھا' اب بھی اس کی کمر میں پیوست ہے اب آپ کہتے ہیں کہ چونکہ میں نے آپ کے خود ساختہ اور شرمناک قوانین کی خلاف ورزی کی ہے اس لئے مجھے سزائے موت دی جاتی ہے اور اسی لئے آپ نے بڑی سخاوت کا ثبوت دیتے ہوئے اپنی مالا میرے حوالے کر دی ہے اور دوسرے انعامات بھی دینے کا وعدہ کیا ہے کیونکہ آپ جانتے ہیں کہ میری موت کے بعد یہ چیزیں آپ کو واپس مل جائیں گی۔ واہ بھئی۔ واہ۔ خوب انصاف ہے۔ تو یہ ہے پوری کہانی۔"

"آخر میں" میں کچھ اور بھی کہوں گا۔ مشرقی لوگ اپنے بچوں کو دو نعمتیں عطا کرتے ہیں اور یہی ان کا پہلا سبق بھی ہوتا ہے ایک یہ کہ اپنی کمان سے تیر چلانا سیکھو اور دوسرا یہ کہ ہمیشہ سچ بولو۔ اے بادشاہ! یہی میرا آخری سبق ہے یعنی اپنی کمان سے تیر چلانا سیکھو _____ جو آپ نہیں جانتے اور ہمیشہ سچ بولو کیونکہ آپ نے غالباً" کبھی سچ نہیں بولا ہے۔ بس مجھے جو کچھ کہنا تھا کہہ چکا۔ میں مرنے کے لئے

تیار ہوں اور آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ نے صبر و سکون سے میری باتیں سنیں۔ اور چونکہ بادشاہ کو بھی ایک دن مرنا ہے اس لئے دوسری باتیں میں نے دوسری دنیا کے لئے اٹھا رکھی ہیں۔ جب آپ اس دنیا سے رخصت ہو کر دوسری دنیا میں تشریف لائیں گے تو وہاں میں آپ سے کھل کر گفتگو کروں گا۔

میری اس جرات پر خواجہ سرا اور امراء حیرت سے بڑبڑانے لگے کیونکہ آج تک کسی نے بھی بادشاہ کے سامنے ایسی باتیں نہ کہی تھیں۔ بادشاہ کا چہرہ سرخ ہوگیا' شاید شرم سے' لیکن اس نے کوئی جواب نہ دیا۔ البتہ اپنے امراء سے پوچھا:-

"کیا سزا دی جائے اس شخص کو؟"

"موت کے سوا اور کیا سزا ہو سکتی ہے حضور" ان سب نے ایک زبان ہو کے کہا۔

"ہاں لیکن کیسی موت؟"

"سب سے زیادہ اذیت ناک۔ کشتی والی موت۔"

میں نہیں جانتا تھا کہ یہ "کشتی والی موت" کیا ہوتی ہے چنانچہ میں نے سوچا کہ یہ لوگ مجھے ایک کشتی میں بیٹھا کر سمندر میں چھوڑ دیں گے کہ میں بھوک اور پیاس سے ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مرجاؤں۔

"دیکھو! یہ ہے خدمتوں کا صلہ' میں نے غصے سے بے قابو ہو کر کہا "یہ ہے میری مہارت کا انعام۔ اس بے انصافی کے بعد اے بادشاہ تو بھی چین سے نہ رہ سکے گا۔ میں اپنے اور تیرے ملک کے تمام دیوتاؤں کو پکار کر کہہ رہا ہوں کہ اگر ان کی نظروں میں انصاف کی کوئی اہمیت ہے تو وہ تیری اس بے انصافی پر اپنا غضب نازل کریں تجھ پر۔ دیوتا کریں کہ آج کے بعد تو راتوں کو سکون سے سو نہ سکے اور اگر کبھی تیری آنکھ لگ جائے تو ارواح ہمیشہ خواب میں آکر تجھے پریشان کرتی رہیں اور تیری نیند اچاٹ کر دیں۔ دیوتا کریں کہ تیرا انجام بھی خاک و خون میں ہو۔"

بادشاہ نے کچھ کہنے کے لئے اپنا منہ کھولا لیکن اس کے حلق سے کوئی آواز نہ نکل سکی سوائے خوف کی ایک ہلکی سی چیخ کے۔

پھر سپاہی مجھ پر ٹوٹ پڑے اور مجھے گرفتار کر لیا۔

باب 6

سپاہی مجھے گھسیٹتے ہوئے میرے رتھ تک لے گئے اور مجھے میرے ساتھ بیس کو بھی اس میں دھکیل دیا۔

"میرے غلام بیس کو بھی قتل کر دیا جائے گا؟ میں نے پوچھا۔

"نہیں' خواجہ سرا ہومان نے مسکرا کر جواب دیا' اس نے کوئی گناہ نہیں کیا ہے لیکن چونکہ اسے سونے میں تولا جائے گا اس لئے تمہارے ساتھ لے جایا جا رہا ہے۔"

اور اب چند سپاہیوں نے آگے بڑھ کر رتھ کے گھوڑوں کی لگامیں پکڑ لیں اور انھیں آگے لے چلے۔ دوسرے سپاہیوں نے میری کمان اور ہمارے دوسرے ہتھیار اپنے قبضے میں کر کے رتھ کو نرغے میں لے لیا کہ ہم فرار ہونے کی کوشش نہ کریں اور اب وہ رتھ کے ساتھ چل رہے تھے اور میں ہینس لیبیا کی زبان میں گفتگو کر سکتے تھے۔ اور یہ زبان فارسی نہ جانتے تھے "تمہاری جان بخشی کر دی گئی ہے بیس۔" میں نے کہا "تاکہ بادشاہ تمہیں اپنا غلام بنا لے۔"

"اگر ایسا ہی ہے آقا تو پھر بادشاہ کا یہ نیا غلام بڑا ہی برا ثابت ہوگا' بیس نے جواب دیا' کیونکہ میں مقدس ٹڈے کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ ایک ہی مہینے کے اندر اندر میں اسے دوسری دنیا میں پہنچانے کا ایک نہ ایک ذریعہ تلاش کرلوں گا اور

پھر میں آپ کے پاس دوسری دنیا میں آجاؤں گا۔ جہاں کہتے ہیں کہ مرد شیروں کے بجائے حسین عورتوں کا شکار کرتے ہیں۔" میں مسکرایا اور بیس نے اپنی بات جاری رکھتے ہوئے کہا:-

"کاش میں آپ کو خود اپنی زبان نگل کر خودکشی کرنے طریقہ بتا دیتا کیونکہ میں سمجھتا ہوں کہ اس کشتی میں' جس کا ذکر یہ مشرقی کرتے ہیں آپ کو خودکشی کرنے کی ضرورت پڑ جائے گی۔"

"بیس! ایک ہی گھنٹے پہلے تم نے مجھ سے نہیں کہا تھا کہ ہمیں موت کی طرف اس وقت تک ہاتھ نہیں بڑھانا چاہئے جب تک کہ وہ خود اپنا ہاتھ ہماری طرف نہیں بڑھاتی؟ چنانچہ میں اس وقت تک نہیں مروں گا جب تک کہ اس کے علاوہ نجات کی کوئی اور راہ نہ ہوگی _____ اب......"

"یہ اب کیوں آقا؟ کیا آپ نے ایک گھنٹے پہلے مجھ سے نہیں کہا تھا کہ آپ نہیں چاہتے کہ آپ کو بھوکے شیروں کے سامنے ڈال دے اس لئے میں آپ کا خاتمہ کر دوں" کہا تھا نا؟ پھر اب یہ کیا ہوا کہ.........

"بیس! تمہیں وہ مقدس ہستی یاد ہے جس کا نام تانوفیر ہے؟ تمہیں یاد ہے کہ یہ مقدس بوڑھا مفس کے قریبی صحرا اور مقدس گایوں' جنھیں آپیس کہتے ہیں' قبرستان میں رہتا ہے اور جس نے ایک قبر کی اوپری غار کو اپنا مسکن بنا رکھا ہے؟"

"آپ کہیں اسی تانوفیر کا ذکر تو نہیں کر رہے آقا جو جادوگر اور پیش گو ہے؟ جو آپ کے دادا کا بھائی اور ایک بادشاہ کا بیٹا ہے اور جس نے درویش بننے اور عزلت نشینی اختیار کرنے سے پہلے آپ کی پرورش کی تھی؟"

"ہاں بیس۔ میں اسی تانوفیر کا ذکر کر رہا ہوں۔" تو پھر میں اس درویش کو جانتا ہوں حالانکہ میں کبھی اس بزرگ کے بہت قریب نہیں گیا کیونکہ ان کی آنکھوں سے مجھے ڈر لگتا ہے اور مجھے یاد ہے کہ شاہ فارس کمبوجیہ بھی ان کی آنکھوں سے ڈر گیا تھا۔ یہ اس وقت کا واقعہ ہے جب کمبوجیہ نے ایک مقدس آپیس کو تلوار مار کر قتل کر دیا تھا اور مقدس تانوفیر نے اسی وقت کمبوجیہ کے سامنے کھڑے ہو کر پیشین گوئی کی تھی کہ اسی تلوار کے زخم سے' جس سے اس نے آپیس کو قتل کیا تھا'

اُس کی موت واقع ہوگی۔ اور آقا! تانوفیر سے اور ان کی آنکھوں سے ڈرتے ہیں۔

"خیر تو بیں۔ جب اس بادشاہ نے میری موت کا حکم سنایا تو میرا دل خوف کے جذبات سے پر ہوگیا۔ کیونکہ میں ابھی مرنا نہیں چاہتا ہوں اور پھر بیں میرے دماغ میں جیسے دفعتاً" اندھیرا اتر آیا اور پھر یکایک اس اندھیرے میں مقدس تانوفیر کی تصویر ابھری اور مجھے یوں نظر آیا کہ میرے یہ مقدس چچا قبر والے غار میں بیٹھے مشرق کی طرف دیکھ رہے تھے۔ اس کے علاوہ میں نے ان کی آواز بھی سنی۔ وہ مجھ سے کہہ رہے تھے ____ "شباکا! میرے عزیز بھیجے!" ڈرو نہیں۔ ڈرو نہیں۔ بے شک اس وقت تمہیں ایک زبردست خطرہ لاحق ہے لیکن یہ گزر جائے گا۔ شاہوں کے شاہ کے سامنے بے خوف ہو کر وہ تمام باتیں کہہ دو جو تمہارے دل میں گزر رہی ہیں کیونکہ انتقام کے دیوتا وہ الفاظ' جو تم کہو گے' تمہاری زبان سے ادا کرائیں گے۔ تمہاری زبان دیوتاؤں کی زبان ہوگی اور ہر وہ پیشین گوئی پوری ہوگی جو تم کرو گے۔ چنانچہ بیں! بادشاہ کے سامنے بے خوف ہو کر میں نے وہ باتیں کہیں جو تم نے بھی سنیں اور بیں اب میرے دل سے خوف ہراس رخصت ہو چکا ہے۔"

"سچ آقا! بیں نے کہا۔ "تب تو معلوم ہوتا ہے کہ مقدس تانوفیر میرے دل میں بھی گھس آتے تھے۔ سچ کہوں آقا کہ جب اس عیار اور جھوٹے بادشاہ نے آپ کی موت کا حکم دیا تو میرا جی چاہا کہ ایک دم سے اس پر جا پڑوں اور گردن توڑ دوں اس کی تاکہ ہم تینوں ایک ساتھ دوسری دنیا میں پہنچ جائیں لیکن آقا! یکایک کیا ہوا کہ کسی نے میرے کان میں کہا کہ میں بادشاہ کو اس کے حال پر چھوڑ دوں اور جو کچھ ہوتا ہے ہونے دوں کیونکہ بادشاہ بہرحال اپنے اس انجام کو پہنچ جائے گا جو اس کے لئے مقدر ہو چکا ہے۔ لیکن یہ بات سمجھ میں نہیں آتی آقا کہ مقدس تانوفیر اتنی دور تک کیسے دیکھ سکتے ہیں۔ جب کہ عمر طویل نے ان کی بینائی چھین لی ہے۔؟"

"یہ تو میں نہیں جانتا بیں۔ البتہ یہ ضرور جانتا ہوں کہ مقدس تانوفیر ہر انسان سے مختلف ہیں اور مصر کا سارا قدیم علم ان کے دل میں جمع ہے اس کے علاوہ وہ ہر چند کہ اس دنیا میں ہیں لیکن دیوتاؤں کے ساتھ رہتے ہیں اور اپنے "روح" کو یا اپنے ہمزاد کو' جو نظر نہیں آتا لیکن جو انسان کے ساتھ پیدا ہوتا اور پھر اسی کے

ساتھ مرجاتا ہے' جہاں چاہیں اور جب چاہیں اپنی مرضی سے بھیج سکتے ہیں۔ چنانچہ مجھے یقین ہے کہ آج انہوں نے اپنے "روح" یا ہمزاد کو میرے پاس بھیج دیا تھا کیونکہ میں خوف زدہ تھا اور یہ تو تم جانتے ہی ہو بیں کہ تانوفیر کو مجھ سے بہت زیادہ محبت ہے۔ وہ مجھے اپنے اندھی آنکھوں کا نور اور بوڑھے دل کا سرور کہتے ہیں۔ اس کے علاوہ مجھے یہ بھی یاد آگیا ہے کہ جب میں اس سفر پر روانہ ہو رہا تھا تو انہوں نے کہا تھا کہ میں بخیر و خوبی مصر واپس آجاؤں گا چنانچہ بیں۔ اب مجھے کسی بات اور کسی چیز کا خوف نہیں ہے۔"

"اور نہ مجھے ہی ہے آقا۔ لیکن آقا اگر آپ مجھے عجیب حرکتیں کرتے دیکھیں اور عجیب باتیں کرتے سنیں تو میری طرف سے کوئی برا خیال اپنے دل میں نہ لائیں اور نہ ہی اس پر تعجب کریں کیونکہ میں ایسا ہی کروں گا جیسا کہ موقعہ ہوگا۔

چنانچہ ہم دارالسلطنت میں پہنچے اور چوڑی سڑکوں پر سے گزرتے ایک خوبصورت محل کے سامنے جا رکے۔ یہاں ہمیں رتھ سے اتار کر ایک کمرے میں لے جایا گیا۔ اور میرے سامنے بہت عمدہ اور لذیذ کھانا اور مشرق کی عمدہ سے عمدہ شراب پیش کی گئی گویا میں معزز مہمان ہوں۔ ان مہمانوں نے مجھے حیرت زدہ کر دیا اور حیرت کی بات بھی تھی کیونکہ میں ایک مجرم اور قیدی تھی۔ بیں بھی مجھ سے چند قدم دور بیٹھا اپنے آپ کو "گلے تک بھر رہا تھا" اور اتنا بہت سا کھا رہا تھا اور اتنی بہت سی شراب پی رہا تھا کہ سپاہی اسے دیکھ دیکھ کر ہنسنے اور اسے پیٹو کہہ کر اسکا مذاق اڑانے لگے۔

جب ہم کھانا کھا چکے تو چند امراء ایک بہت بڑی ترازو لے کر آگئے پھر بادشاہ کے خزانچی چرمی تھیلیاں لئے آئے۔ ان تھیلیوں کے منہ بند تھے اور ان پر شاہی مہر لگی ہوئی تھی خزانچیوں نے مہریں توڑ کر تھیلیوں کے منہ کھولے تو معلوم ہوا کہ وہ خالص سونے سے بھری ہوئی تھیں۔ انہوں نے چند تھیلیاں ترازو کے ایک پلڑے میں رکھ دیں اور بیں سے کہا کہ وہ دوسرے پلڑے میں بیٹھ جائے۔ بیں فوراً" دوسرے پلڑے میں بیٹھ گیا اور وہ اس قدر وزنی ثابت ہوا کہ خزانچی خزانے سے سونے کی مزید تھیلیاں لانے پر مجبور ہوگئے۔ ایک خزانچی بڑبڑایا کہ بیں کو پہلے

تول لینا چاہئے تھا اور اس کے بعد ہی اسے کھانا اور شراب پیش کرنی چاہئے تھی ایک سپاہی نے آکر کہا کہ چونکہ خود بادشاہ مجرم کا وارث ہے اس لئے بونا خواہ کتنا ہی وزنی کیوں نہ ہو یہ سارا سونا واپس خزانے میں ہی پہنچ جائے گا البتہ اس سونے کو دوبارہ خزانے میں داخل کرنے سے پہلے دھونا پڑے گا ______ سپاہی کے یہ آخری الفاظ سن کر مجھے حیرت ہوئی۔

آخر کار ترازو کے دونوں پلڑے برابر ہوگئے۔ اب ان پر چھ شکاریوں کو تولا گیا جن کی زندگیاں بھی میں نے شرط میں جیت لی تھیں۔ ان چھ شکاریوں کو بطور غلام کے میرے حوالے کر دیا تھا۔ انہیں سونے کی تھیلیاں اپنے کندھوں پر اٹھا لینے کا حکم دیا گیا۔ اب مجھے پکڑ کر میرے ہاتھ میری کمر کے پیچھے باندھ دیئے گئے۔ مجھے ہومان کی راہبری میں باہر لایا گیا اور اس خواجہ سرا نے پر معنی نظروں سے میری طرف دیکھتے ہوئے مجھے بتایا کہ اس کے سپرد یہ خدمت کی گئی ہے کہ وہ اس وقت تک میرے "آرام" کا خیال رکھے گا جب تک کہ میرا "دم نہیں نکل جاتا"

اور سب کے آخر میں بیس کو لایا گیا۔ بادشاہ کے چار محافظ سپاہی، جو بھالوں سے مسلح تھے۔ اسے اپنے درمیان لئے ہوئے تھے کہ کہیں وہ مجھے بچانے کی کوشش نہ کرے۔

سورج غروب ہو رہا تھا کہ ہم دریا کے گھاٹ پر پہنچ گئے۔ یہاں ایک چوکور کشتی کنارے سے بندھی ہوئی تھی۔ اسی ساخت کی دوسری کشتی ساحل کے ریت پر اوندھی رکھی ہوئی تھی۔ البتہ یہ کشتی پہلی کشتی سے ذرا چھوٹی تھی ان چھ شکاریوں نے، جنہیں میں نے شرط میں جیتا تھا اور جنہیں علم ہو چکا تھا کہ ان کی جان میں نے بچائی ہے، حسرت سے میری طرف دیکھا گویا کہہ رہے ہوں کہ افسوس وہ میری کوئی مدد نہیں کر سکتے، اور سونے کی بھری ہوئی تھیلیاں اس کشتی میں رکھ دیں جو کنارے بندھی تیر رہی تھیں۔ ان تھیلیوں پر پھر ایک چٹائی بچھا دی گئی۔ موتیوں کی مالا میری کمر سے باندھ دی گئی، میرے ہاتھ کھول دیئے گئے اور جلادوں نے مجھے پکڑ کر کشتی میں چٹائی پر لٹا دیا۔ کشتی کے کناروں پر آہنی حلقے لگے ہوئے تھے۔ میرے دونوں ہاتھوں کی کلائیاں اور دونوں پیروں کے ٹخنے زنجیروں کے ذریعہ ان حلقوں سے

باندھ دیئے گئے۔

اب وہ دوسری کشتی، جو کنارے پر اوندھی رکھی ہوئی تھی، اٹھا کے مجھ پر اس طرح رکھ دی گئی کہ اس کے کسی حصے نے میرے جسم کو نہ چھوا۔ یوں سمجھئے کہ اب میں ایک چوبی خول میں بند تھا البتہ میرے دونوں ہاتھ، پر اور سر کشتی سے باہر نکلا ہوا تھا جیسا کہ خواجہ سرا ہومان نے کہا تھا۔

اس تمام عرصے میں بیس کنارے پر خاموش بیٹھا اس کاروائی کو دیکھتا رہا تھا۔ جب مجھے دوسری کشتی سے ڈھنک دیا گیا تو وہ دیوانوں کی طرح ہنسنے لگا۔ وہ تالیاں بجا رہا تھا اور خوشی سے ناچ رہا تھا۔

"کیا بات ہے بونے جو تم یوں ناچ رہے ہو؟" ہومان نے پوچھا۔

"اے شریف خواجہ سرا! بیس نے جواب دیا۔ کبھی میں آزاد تھا لیکن اس شخص نے مجھے غلام بنالیا اور کئی برس تک میں اس کی خدمت کرتا رہا حالانکہ مجھے اس شخص سے نفرت تھی۔ دیوتا سمجھیں اس سے۔ یہ اکثر مجھے بری طرح پیٹا کرتا اور ہفتوں تک بھوکا رکھا کرتا تھا یہی وجہ ہے کہ ابھی تھوڑی دیر پہلے تم نے مجھے یوں ندیدوں کی طرح کھاتے دیکھا تھا۔ صرف یہی نہیں بلکہ چند دنوں پہلے ہی اس نے مجھے مار ڈالنے کی دھمکی دی تھی۔ لیکن دیکھو آج اس کی کیا حالت ہے۔ یہ دیوتاؤں نے میرا انتقام لیا ہے۔ بس اسی میں خوش ہو رہا ہوں اب میں اس کی غلامی سے آزاد ہو چکا ہوں اب میں شاہوں کے شاہ کا غلام بن کر رہوں گا اور اس پر فخر کروں گا۔ اور اسے شریف خواجہ سرا اب میں تمہارا دوست بن کے رہوں گا۔ میرا بس نہیں چلا کہ میں اس وقت اس کمینے کی ٹانگیں توڑ دیتا جب اس نے تمہارے مقدس پیٹ پر لات جما دی تھی۔ ٹھیک ہے۔

ہومان نے مسکرا کر کہا میں تمہارے ان جذبات کی قدر کرتا ہوں اور تمہارے یہ الفاظ شاہ کج کلاہ کے سامنے دہرا دوں گا۔ اب جا کر اس مصری کے منہ پر تھوک دو اور بتاؤ اسے کہ تمہارے خیالات کیا ہیں اس کے متعلق۔"

چنانچہ بیس پانی میں اتر آیا جو اس کے گھٹنوں تک آیا تھا۔ وہ میرے قریب آیا۔ اس نے میرے منہ پر تھوک دیا بلکہ یوں کہنا مناسب ہوگا کہ یوں ظاہر کیا جیسے

میرے منہ پر تھوک رہا ہو اور پھر وہ اونچی آواز میں بڑی غلیظ گالیاں بکنے لگا۔

اس کے بعد وہ لوگ اس کشتی میں چھوڑ کر چلے گئے۔ کنارے پر چند محافظ سپاہیوں کے علاوہ اور کوئی نہ تھا۔ اندھیرا اتر آیا اور اندھیرے کے ساتھ خاموشی بھی اتر آئی۔ تنہائی ____ مکمل ترین تنہائی ____ ایسی تنہائی میں نے کبھی محسوس نہ کی تھی۔ میں دو کشتیوں کے درمیان چت پڑا ہوا تھا۔ میری آنکھیں آسمان پر لگی ہوئی تھیں اور بڑے بڑے مچھر میرے ہاتھوں، پیروں اور چہرے پر ڈس رہے تھے۔ تھوڑی دیر بعد ہی میرے اعضاء درد کرنے لگے۔ میں چونکہ ان بچاروں کے متعلق سوچنے لگا۔ جنہیں مجھ سے پہلے کشتی کی سزا دی گئی ہوگی۔ کس قدر اذیت برداشت کرنے کے بعد مرے ہوں گے وہ لوگ کیا میرا بھی وہی انجام ہونے والا ہے؟" میں نے سوچا اور کانپ گیا۔

بے شک بیں وفادار اور ہوشیار تھا۔ لیکن اتنے بہت سے سنگ دل لوگوں میں تنہا ایک بونا کیا کر سکتا تھا؟ اور اگر وہ کچھ نہ کر سکا ____ آہ! اگر وہ کچھ نہ کر سکا تو؟ ...... اور اس سوال کے جواب کے تصور نے مجھے ایک ایسی بھیانک تصویر دکھائی کہ میں نمایاں طور پر کانپ گیا۔

اس لعنتی کشتی میں سیکنڈ منٹ، منٹ گھنٹے اور گھنٹے سال معلوم ہو رہے تھے۔ چنانچہ یہ خیال منجمد کر دینے والا تھا کہ پھر دن، جو اس عذاب میں گزریں گے کیا معلوم ہوں گے؟ کہاں تھے وہ دیوتا جن کے سامنے میں نے سجدے کئے تھے؟ کیوں کوئی دیوتا میری مدد نہیں کرتا؟ لیکن ____ لیکن ____ کیا واقعی دیوتاؤں کا وجود تھا؟ کیا واقعی وہ زبردست قوتوں کے مالک تھے؟ یا پھر انسان ایسا خود فریب ہے کہ اس نے اپنے آپ کو دھوکا دینے کے لئے دیوتاؤں کو گھڑ لیا ہے؟ کہیں ایسا تو نہیں کہ بجائے اس کے کہ دیوتا انسان کو پیدا کرتے خود انسان نے دیوتاؤں کو پیدا کر لیا ہو؟ لیکن اگر ایسا ہے تو پھر انسان نے دیوتا کیونکہ بنا لئے؟ شاید اس لئے کہ وہ اس لازوال اندھیرے سے ڈرتا ہے جو قبر کے اس طرف ہے ____ لیکن اندھیرے کا مطلب ہے ____ نیند ____ اور نیند بہرحال دماغی اور جسمانی تکلیف سے نجات کا ذریعہ ہے۔

اور میں سمجھتا ہوں کہ مجھے نیند آگئی۔ شاید اس لئے کہ میں بہت زیادہ تھکا ہوا تھا۔ بہرحال جب میں نے دوبارہ آنکھیں کھولی ہیں تو چاند غائب ہو چکا تھا۔ اور چند ستارے، جن سے میں شکاری ہونے کی وجہ سے واقف تھا کیونکہ اکثر دفعہ میں انہی ستاروں سے سمتوں کا اندازہ لگایا تھا، ذرا آگے بڑھ گئے تھے میں حیرت سے سوچ رہا تھا کہ یہ ستارے ہٹ کیوں گئے کہ میں نے قدموں کی چاپ اور پھر ایک افسر کی آواز سنی جو کوئی حکم دے رہا تھا۔ دفعتہ" اس راستے سے، جس سے کشتی بندھی ہوئی تھی، کشتی کو کنارے کی طرف کھینچا گیا، میرے اوپر سے کشتی اٹھا لی گئی، میرے ہاتھ اور پاؤں کھول دیئے گئے اور مجھے سہارا دے کر کھڑا کر دیا گیا کیونکہ ان چند گھنٹوں میں ہی میرے اعضاء اس طرح اکڑ گئے تھے کہ میں اپنے آپ کھڑا نہ ہو سکتا تھا۔ اور اب ایک آواز نے ____ اور میں نے اس آواز کو پہچان لیا کہ یہ خواجہ سرا ہومان کی آواز تھی ____ مجھے بڑی عزت و احترام سے مخاطب کیا چنانچہ میں یہ سوچنے پر مجبور ہو گیا کہ شاید میں خواب دیکھ رہا تھا۔

"معزز شاکا" ہومان نے کہا شاہ کج کلاہ نے آپ کو دعوت و جشن میں طلب کیا ہے۔"

"اچھا" میں نے جواب دیا۔ لیکن اگر ایسا ہی ہے تو یہاں کے مچھر خفا ہو جائیں گے کیونکہ وہ میری موجودگی کا جشن منا رہے تھے اور مجھ پر دعوت اڑا رہے تھے۔ اس پر ہومان اور اس کے ساتھی ہنسے۔

اور اب کشتی میں سونے سے بھری ہوئی تھیلیاں نکالی گئیں، میں نے سنہرے سکوں کی جھنکار کی آواز سنی اور اس کے بعد ہم آگے بڑھے۔ دو سپاہی میری بغلوں کے نیچے ہاتھ دیئے مجھے سہارا دے رہے تھے۔ اور مجھے یوں چلا رہے تھے۔ جس طرح کہ ماں بچے کو چلاتی ہے۔ یہاں تک کہ رفتہ رفتہ میری اکڑی ہوئی ٹانگیں کھل گئیں۔ ہومان میرے آگے نہیں بلکہ پیچھے چل رہا تھا۔ شاید اسے خوف تھا کہ میں کہیں اس وقت بھی اس کے لات نہ جما دوں۔

تھوڑی دیر بعد ہی ہم محل کے ایک دروازے کے سامنے پہنچ چکے تھے مجھے ایک کمرے میں لے جایا گیا۔ اس کمرے میں چند غلام منتظر کھڑے تھے انہوں نے

مجھے نہلایا دھلایا اور میرے جسم پر عطر ملا۔ اور اب مجھے نہایت عمدہ ریشمی چغہ پہنا دیا گیا اور بے بہا موتیوں کی مالا میری گردن میں ڈال دی گئی۔

جب وہ لوگ مجھے یوں تیار کر چکے تو خواجہ سرا ہومان مجھے اپنی راہبری میں لے کر چلا۔ ہم اس کمرے سے نکل کے ایک دوسرے وسیع کمرے میں پہنچے جس کی چھت سنگ مرمر کے ستونوں پر ٹکی ہوئی تھی اور جس کی دیواروں سے ریشمی پردے اور چھت سے جھومر لٹک رہے تھے۔ اس کمرے میں بہت سے امراء بیٹھے بھوکے گدھوں کی طرح کھانے میں مصروف تھے۔ ان لوگوں کے درمیان سے گزرتا ہوا میں ایک چبوترے کے سامنے پہنچ گیا۔ اس چبوترے پر بھی بہت سے ریشمی پردے لٹک رہے تھے، دائیں بائیں جام اور ساقی کھڑے ہوئے تھے اور ایک گدے دار تخت پر شاہ کج کلاہ اپنی پوری شان و تمکنت کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے ہاتھ میں شراب کا چھلکتا ہوا جام تھا۔ اور میں نے دیکھا کہ وہ نشے میں دھت تھا اور مشرق کی کسی بھی دعوت میں بڑے لوگوں کا نشے سے دھت ہوجانا کوئی عیب نہیں سمجھا جاتا تھا لیکن یہ عجیب بات ہے۔ کہ شاہ کج کلاہ نشے میں بہت خوش، مطمئن اور انسان معلوم ہوتا تھا یا شاید اس وقت بھی وہ نشے میں نہ تھا لیکن ایسا ظاہر کر رہا تھا۔ بعد میں مجھے معلوم ہوا کہ پہلے بھی وہ کئی دفعہ کسی خاص مقصد کے تحت ایسا کر چکا تھا۔ اس کے علاوہ میں نے کچھ اور بھی دیکھا۔ اور یہ "کچھ اور" بیس تھا۔ جی ہاں میرا غلام بیس جو فوق البھڑک لباس پہنے اور گلے میں سونے کی زنجیر ڈالے تخت کے قدموں میں قالین پر بیٹھا ہوا تھا اور اس کے لطیفوں پر بادشاہ قہقہے لگا رہے تھا۔ حتیٰ کہ سنجیدہ سے سنجیدہ بلکہ امراء بھی اس کی باتوں پر مسکرا رہے تھے۔

میں چبوترے کے سامنے پہنچ گیا۔ بیس نے مجھے دیکھ لیا تھا لیکن وہ بظاہر میری طرف متوجہ نہ ہوا تاہم اس نے اپنے ہاتھ سے ہلکا سا اشارہ کر دیا اور میں اس کا اشارہ سمجھ کے بادشاہ کے سامنے جھک گیا۔

"کون ہے یہ؟ بادشاہ نے پوچھا اور پھر بولا" آ ____ ہاں ____ یاد آیا ہمیں یہ تو وہی مصری ہے جس کا نشانہ کبھی خطا نہیں کرتا۔ وہی شکاری جسے گورنر مصر ایدارنس نے ہماری خدمت میں بھیجا ہے۔ مصری! ہم میں اور تم میں کچھ شیر

وغیرہ کے متعلق جھگڑا ہو گیا تھا کیوں؟"

"شاہ بلند اقبال! ایسی بات نہیں ہوئی" میں نے جواب دیا۔ بلکہ حضور مجھ سے خفا ہو گئے تھے اور حضور کی یہ خفگی حق بجانب تھی کیونکہ ایک گستاخ شیر نے حضور کے رتھ کے گھوڑوں کو ذرا گھبرا دیا تھا اور میں اس شیر پر تیر نہ چلا سکا تھا۔

"ہاں۔ ہاں۔ ایسی ہی کوئی بات ہوئی تھی یا تم پھر استادانہ اور بڑی مہارت سے جھوٹ بولتے ہو۔ بہرحال جو کچھ ہو گیا اس پر خاک ڈالو۔ وہ تو دو شکاریوں کا ایک معمولی سا اختلاف تھا" اور اس نے اپنا وہ لمبا شاہی عصا، جو تخت کے قریب رکھا ہوا تھا۔ اٹھا کر میری طرف بڑھا دیا۔ یہ اشارہ تھا اس بات کا کہ شاہ کج کلاہ نے میرا قصور معاف کر دیا تھا۔

چنانچہ اب میں محفوظ تھا کیونکہ بادشاہ جس کی طرف اپنا عصا بڑھا دیتا تھا اس کے تمام گناہ معاف ہو جاتے تھے حتیٰ کہ اس نے خود بادشاہ کی بھی جان لینے کی کوشش کیوں نہ کی ہو اور اسے موت کا حکم ہی کیوں نہ سنایا جا چکا ہو۔ امراء بھی اس اشارے سے واقف تھے چنانچہ اب وہ میرے سامنے جھک گئے۔ بادشاہ کے ایک ساقی نے میرے سامنے اس شراب کا جام پیش کیا جو خاص بادشاہ کے لئے تھی۔ میں نے بادشاہ کو دعائیں دے کر جام قبول کر لیا۔

"بہت عمدہ نشانہ تھا وہ اے شباکا' بادشاہ نے کہا واہ۔ واہ۔ ایک شیرنی نے مابدولت پر حملہ کرنے کی جرات کی اور تم نے ایک ہی تیر میں اس کا خاتمہ کر دیا بہت عمدہ۔ بہت ہی عمدہ۔ مصری! مابدولت کی جان تم نے بچائی ہے اور مابدولت تمہارے مشکور ہیں۔ اور بہت جلد تمہیں معلوم ہوجائے گا کہ ہم اپنے محسن کو کس طرح نوازتے ہیں تمہارے اس غلام نے" اور اس نے بیس کی طرف اشارہ کیا پورا معاملہ ہمیں پوری طرح سمجھا دیا ہے۔ اس وقت غصے میں کوئی بات سمجھ میں نہ آئی تھی۔ ہم یہ تو نہیں کہتے کہ غصے نے ہمیں اندھا کر دیا تھا البتہ ہم یہ اعتراف ضرور کریں گے کہ غصے نے ہمارا ذہنی توازن بگاڑ دیا تھا۔ اور ہم یوں نہ سمجھ سکے تھے جیسا کہ اب سمجھ سکے ہیں۔ چنانچہ شباکا' صورت حال اب بدل چکی ہے اور تمہیں بھی اس کا اعتراف کرنا چاہئے کہ انسان جب شراب کے جام میں ڈوب کر دیکھتا ہے

تو حالات کس قدر صاف اور بدلے ہوئے نظر آتے ہیں تمہارے غلام نے ایک بڑی دلچسپ کہانی سنائی ہے۔ کیا کہانی تھی۔ وہ اے بونے۔؟۔"

"شاہ کج کلاہ کا اقبال بلند ہو" بیں نے اپنے بڑے بڑے دیدے گھما کر جواب دیا" یہ میرے اپنے وطن کے چھوٹے سے بادشاہ کی چھوٹی سی کہانی تھی میں اس بادشاہ کو بہت بڑا بادشاہ سمجھے ہوئے تھا لیکن یہاں آکر مجھے معلوم ہوا کہ بڑا بادشاہ کسے کہتے ہیں اور وہ کیسا ہوتا ہے۔ خیر تو اس بادشاہ کا ایک خادم تھا جس کے ساتھ وہ شکار کیا کرتا تھا۔ سچ ہی کیوں نہ کہہ دوں وہ خادم میرا باپ تھا ایک دن کیا ہوا حضور کہ وہ دونوں ایک ہاتھی کی تلاش میں چلے۔ اس ہاتھی کے دانت دوسرے تمام ہاتھیوں سے بڑے تھے۔ اس ہاتھی نے بادشاہ پر حملہ کر دیا اور میرے باپ نے اپنی جان پر کھیل کر ہاتھی کا خاتمہ کر دیا۔ ایتھوپیا میں یہ اصول ہے کہ جو شخص ہاتھی کو مار لے اس کا ہاتھی دانت۔ مارنے والے کی ملکیت سمجھا جاتا ہے چنانچہ میرے باپ نے بھی اس ہاتھی کے دانت طلب کئے لیکن خود بادشاہ کا دل اس ہاتھی کے دانتوں پر آگیا تھا۔ چنانچہ اس نے میرے باپ کو دھوکے سے زہر دلوا دیا۔ لیکن میرا باپ ہاتھیوں کی بولی سمجھ اور بول سکتا تھا۔ چنانچہ اس نے مرنے سے پہلے دوسرے تمام ہاتھیوں کو بادشاہ کی شرارت اور ظلم سے خبردار کر دیا۔ اب تو ہاتھیوں کو بہت غصہ آیا کیونکہ وہ جانتے تھے کہ ابتدائے آفرینش سے ان کے دانت اسی کی ملکیت سمجھے جاتے ہیں جو انھیں، ہاتھیوں کو مار لیتا ہے۔ اب حضور ہاتھی ایک ایسی قوم ہے جو قدیم قوانین اور اصولوں کا بہت زیادہ احترام کرتی ہے چنانچہ ہاتھیوں نے آپس میں مشورہ کر کے ایک جماعت بنائی اور بادشاہ جب شکار کو گیا تو ہاتھیوں کی یہ جماعت یکایک اس پر ٹوٹ پڑی اور بادشاہ کے جسم کے ٹکڑے اڑا دیئے۔ اور پھر بادشاہ کے بیٹے کو بھی، جو پیچھے آ رہا تھا۔ ان ہاتھیوں نے نہ چھوڑا۔ چنانچہ اے شاہوں کے شاہ! یہ ہے ان ہاتھیوں کی کہانی جو قدیم اصولوں اور قوانین کا احترام کرتے تھے" "خوب۔ بہت خوب" بادشاہ نے ایک چھبکی لینے کے بعد اپنی ران پر ہاتھ مار کر۔" کہا "لیکن اس ہاتھی کے بڑے بڑے دانتوں کا کیا بنا؟ ہم انہیں اپنے خزانے میں لے آنا چاہتے ہیں۔"

"وہ دانت حضور مجھے ورثے میں ملے تھے جو میں نے اپنے آقا شباکا کو دیئے۔ چنانچہ یقین ہے کہ مصر پہنچتے ہی میرے آقا ان دانتوں کو حضور کی خدمت میں بھجوا دیں گے۔"

"یہ عجیب داستان ہے۔ بے حد عجیب" بادشاہ نے کچھ سوچتے ہوئے کہا" جس نے اسی سے ملتے جلتے واقعہ کی یاد ہمارے دماغ میں تازہ کر دی ہے کیا تھا وہ واقعہ؟ کیا تھا وہ واقعہ؟ خیر۔ اس وقت اس کی تفصیلات ہمیں یاد نہیں آ رہی ہیں۔ ہاں تو "شباکا! تم چاہتے ہو کہ تمہیں اپنی نشانے بازی کا انعام دیا جائے؟ اگر چاہتے ہو تو کہو تاکہ وہ انعام تمہیں دے دیا جائے گا۔ یا اگر تم کسی سے انتقام لینا چاہتے ہو تو نام لو اس کا ہم اسے سخت سزا دیں گے۔"

"شاہ کج کلاہ کا اقبال بلند ہو!" میں نے جواب دیا ایک شخص نے مجھ پر ظلم کیا ہے اور میں حضور سے انصاف کا طالب ہوں۔"

"بتاؤ کیا ظلم ہوا ہے تم پر اور کس نے کیا ہے؟"

"خواجہ سراہوں نے۔ حضور کے حکم سے آج شام یہ مجھے کشتی کی طرف لئے جا رہا تھا۔ رستے میں بلاوجہ اس نے مورچھل کے دستے سے میرے چہرے پر ضربیں لگائیں۔ حضور ان ضربوں کے نشانات دیکھ سکتے ہیں۔ اگر ہومان نے حضور کے حکم سے ایسا کیا تھا تو یہ مجھ پر بے جا ظلم ہوا ہے اور میں حضور سے انصاف کا طالب ہوں۔ حضور کا عدل مشہور عالم ہے چنانچہ یقین ہے کہ حضور میرے ساتھ پورا انصاف فرمائیں گے۔"

اب تو بادشاہ کا چہرہ مارے غصے کے سرخ ہو گیا۔

"ہیں!" وہ گرجا یہ ہم کیا سن رہے ہیں؟ اس کتے کی یہ ہمت؟۔ ایک آزاد مصری رئیس زادے کو بلاوجہ مارنے کی اسے جرات کیونکر ہوئی۔؟"

اب تو ہومان کے حواس گم ہو گئے۔ وہ مارے خوف کے لرزنے لگا اور پھر بادشاہ کے سامنے سجدہ ریز ہو کر کشتی کی سزا کے متعلق نہ جانے کیا کہنے لگا اور یہی اس کی بدقسمتی تھی کہ اس لئے کشتی کا نام سنتے ہی بادشاہ چونکا۔

"کشتی! اس نے کہا "ٹھیک ہے۔" تم چونکہ موٹے ہو اس لئے

اس کشتی میں پوری طرح سما جاؤ گے۔ بلکہ کشتی خواجہ سرا ہومان سے لبالب بھرجائے گی۔ لے جاؤ اسے او رکشتی میں لٹا دو۔ اور ہاں۔ کشتی میں لٹانے سے پہلے اس کے تلوؤں پر سلاخوں سے سو ضربیں لگائی جائیں۔ لے جاؤ۔"

اور شاہ کج کلاہ نے عصائے شاہی خواجہ سرا ہومان کی طرف اٹھایا۔

سپاہی ہومان پر ٹوٹ پڑے اور اسے گھسیٹ کر لے جانے لگے وہ بیس سے لپٹ گیا اور اپنی دوستی کا واسطہ دینے لگا۔ بیس نے اس کے کان میں جانے کیا کہہ کر ہومان کی کلائی میں اپنے دانت گاڑ دیئے۔ اور اس برح طرح اسے کاٹا ہے کہ ہومان نے بیس کو چھوڑ دیا۔ چنانچہ روتا اور رحم کی درخواست کرتا ہوا خواجہ سرا ہومان رخصت ہوا۔ امراء ہنسنے لگے۔ کیونکہ کوئی بھی ہومان سے خوش نہ تھا۔

جب سپاہی ہومان کو لے جا چکے تو بادشاہ نے میری طرف دیکھ کر کہا:-

"لیکن شباکا! ہم نے تمہیں طلب کیوں کیا تھا؟ ہاں۔ یاد آیا۔ یہ بونا کہتا ہے کہ مصر میں کوئی بہت ہی خوبصورت لڑکی ہے۔ دنیا کی حسین ترین لڑکی۔ اور حسن کے ساتھ ہی ساتھ وہ علم کی دولت سے بھی مالا مال ہے بونا کہتا ہے کہ اس نے اس لڑکی کو دیکھا ضرور ہے۔ لیکن وہ اس کا نام نہیں جانتا۔ البتہ اس کا کہنا ہے کہ تم اس حسینہ کا نام جانتے ہو۔ ہم نے تمہیں اس لئے طلب کیا ہے کہ تم اس حسینہ کا نام ہمیں بتاؤ۔ لیکن اگر اسکا نام بھول گئے ہو تو آتش بہرام کی قسم ہم تمہیں واپس کشتی میں بھیج دیں گے۔ یہ سوچ لو مصر کے شباکا کہ ہمارے پاس ایسی ایک نہیں بلکہ بہت سی کشتیاں ہیں۔"

"سب سے زیادہ حسین اور عالم لڑکی؟" میں نے حیرت سے کہا "وہ کون ہو سکتی ہے بھلا' بیس کی مراد کہیں خاتون امادہ سے تو نہیں۔"

یہ نام میری زبان سے بے خیالی میں نکل گیا اور اب میرا جی چاہا کہ میں اپنے دانتوں سے اپنی زبان کاٹ لوں۔ کس کا نام لے دیا تھا یہ میں نے؟ اور پھر

_____ اور پھر_____ بادشاہ یقیناً" کوئی جال بچھا رہا تھا۔

"جی ہاں آقا" بیس نے جلدی سے اونچی اور صاف آواز میں کہا۔ "یہی نام ہے اس حسینہ کا_____ خاتون آمادہ۔"

"کون ہے یہ خاتون امادہ؟" بادشاہ نے پوچھا۔ اس کا نشہ دفعتاً" ہرن ہو گیا تھا اور کیسی ہے وہ؟"

"یہ میں آپ کو بتا سکتا ہوں شاہ عظیم" بیس بیچ میں ٹپکا" وہ نزاکت اور لچک میں بید کی طرح ہے۔ اس کی آنکھیں غزالی ہیں۔ ہونٹ گلاب کی پنکھڑیاں ہیں۔ اس کے بال اندھیری رات کی طرح کالے اور ریشم کی طرح ملائم ہیں۔ اور اسکے بالوں میں پھولوں کی مہک ہے۔ اس کی آواز جھرنے کی مترنم آواز سے زیادہ دل نواز اور گنے کے رس سے زیادہ شیریں ہے اور اس کا سانس شام کے فرحت بخش جھونکوں کی طرح ہے۔ اور اسکا حسن۔ بس اس کے متعلق کچھ نہ پوچھئے۔ وہ دیوی کی طرح حسین ہے اور جب کوئی مرد نظر اٹھا کر اس کی طرف دیکھ لیتا ہے تو اس کا دل یوں پگھل جاتا ہے جیسے دھوپ میں موم اور جو شخص اسے ایک دفعہ دیکھ لیتا ہے وہ پھر ایک عرصہ تک دوسری عورت کی طرف متوجہ نہیں ہوتا۔" اور بیس نے اپنے ہونٹ بجا کر ایک سیٹی کی آواز نکالی اور کمرے کی چھت کی طرف دیکھنے لگا۔

"آتش مقدس کی قسم" بادشاہ نے ہنس کر کہا۔ "ہمارا دل تو اس کی تعریف سن کر ہی پگھلنے لگا ہے۔ شباکا! تم کیا جانتے ہو اس خاتون امادہ کے متعلق؟ ہم تو اس کے حسن کی تعریف سن کر بے تاب ہو گئے ہیں۔ بتاؤ شباکا یہ خاتون امادہ شادی شدہ یا اب تک کنواری ہے؟"

اب بادشاہ کے ہر سوال کا جواب دینا میرے لئے ضروری ہو گیا تھا اس کے علاوہ میری بہتری بھی اسی میں تھی کیونکہ وہ لعنتی کشتی زیادہ دور نہ تھی جس میں مجھے لٹایا گیا تھا اور آپ جانئے وہ کشتی پھولوں کی سیج تو تھی نہیں کہ میں دوبارہ اس میں لیٹنے کی آرزو کرتا۔

چنانچہ میں نے بادشاہ کے سوال کا جواب یوں دیا:-

"اے شاہوں کے شاہ! خاتون امادہ کی شادی ہو چکی ہے۔"

"کس سے؟"

"دیوی ایزلیس سے جس کو وہ چاہتی ہے۔"

"ایں! ایک عورت کی شادی دوسری عورت سے بلکہ عورت کی ملکہ سے شادی ہو گئی ہے!" اس نے ہنس کر کہا "خیر! یہ کوئی اہم رکاوٹ نہیں ہے۔"

"گستاخی معاف حضور لیکن یہ سب سے بڑی رکاوٹ ہے۔"

"وہ کیسے؟"

"وہ ایسے حضور کہ خاتون امادہ دیوی ایزیس کی داسی ہے چنانچہ اس کی حفاظت میں ہے اور مقدس ہے اور کوئی مرد اسے چھو بھی نہیں سکتا۔ چھونا تو درور کی بات ہے کوئی اسے بری نظر سے دیکھ بھی نہیں سکتا۔"

"یہ تو بہت جلد معلوم ہوجائے گا شاباکا۔ ہم کسی بھی جھوٹی دیوی اور اس کے غضب سے نہیں ڈرتے بلکہ ہم ان جھوٹی دیویوں اور دیوتاؤں کو آزمائیں گے۔ دیکھیں وہ ہمارا کیا بگاڑ لیتے ہیں۔ اور کیا کہا تم نے شاباکا کہ یہ خاتون امادہ عالم بھی ہے؟۔"

"جی ہاں حضور علم و فضیلت سے پر ہے۔ اس کے علاوہ اس میں مقدس نور ہے۔ وہ پیش گو ہے۔ وہ مستقبل میں جھانک سکتی ہے اور پیشین گوئیاں کر سکتی ہے۔"

"یہ اور بھی اچھا ہوا" بادشاہ نے کہا چنانچہ وہ اس قابل ہے کہ ہمارے حرم کی زینت بنے کیونکہ ہم بڑی آنکھوں والی موٹی عورتوں سے اکتا گئے ہیں۔ خاتون امادہ ہمیں مستقبل کے متعلق نہایت اہم مشورے دیا کرے گی۔ شاباکا اس خاتون کا باپ کون ہے۔؟"

"خاتون امادہ کے والد کا انتقال ہوچکا ہے۔ لیکن وہ شہزادہ پیروا کی بھانجی ہے اور آخری فرعون کی اولاد اور مصر کے تاج و تخت کی جائز وارث ہے۔ میرا مطلب ہے اگر فراعنہ کی حکومت کا خاتمہ نہ ہوگیا ہوتا تو خاتون امادہ ملکہ مصر ہوتی۔"

"واہ! تو پھر وہ اعلیٰ خاندان بھی ہے۔ سنو شاباکا! تم کل ہی مصر کے لئے وانہ ہو جاؤ گے۔ ہم تمہیں چند خطوط دیں گے۔ ہمارے غلام اور حلقہ بگوش پیرو آ کے اور ہمارے گورنر ایدارنس کے نام۔ ہم پیرو آ کو حکم دیں گے کہ وہ خاتون امادہ کو

ایدارنس کے حوالے کرے اور ایدارنس کو یہ حکم دیں گے کہ وہ بلا تاخیر خاتون امادہ کو بڑی شان شوکت اور عزت و احترام کے ساتھ ہماری خدمت میں بھیج دے تاکہ ہم اسے اپنے حرم میں داخل کرلیں۔"

شاہ کج کلاہ کا یہ حکم سن کر مارے غصہ کے میرا خون کھولنے لگا اور میرے کانوں میں سیٹیاں سی بجنے لگیں اور میں اسے کوئی سخت جواب دینے ہی والا تھا کہ بیں نے جلدی سے کہا۔

"شاہوں کے شاہ کا سایہ ان کے غلاموں پر رہتی دنیا تک قائم رہے۔ کیا حضور یہ حکم صادر فرمائیں گے کہ میرے آقا کو مناسب بدرقے اور عزت و احترام سے مصر تک پہنچا دیا جائے؟"

وقائع نگار ایک دم سے آگے کھسک آئے اور بادشاہ کا فرمان تحریر کرنے لگے جتنی تیزی سے ان کے قلم چل رہے تھے اتنی ہی تیزی سے میرا دل دھڑک رہا تھا اور میں جیسے خواب کے عالم میں سوچ رہا تھا کہ اب بادشاہ کا یہ فرمان کسی صورت سے نہ بدلا جا سکتا تھا۔ چند ثانیوں تک بادشاہ نیم باز آنکھوں سے وقائع نگاروں کی طرف دیکھتا رہا اور پھر جیسے وہ بیدار ہوگیا اور جیسے اس کا دماغ ایک بار پھر صاف ہوگیا بہرحال اس نے مجھے مخاطب کرکے کہا:

"شاباکا! آج کا دن تمہاری زندگی کا عجیب دن ہے۔ کہ آج ہی قسمت تم سے خفا بھی ہوئی ہے اور مسکرائی بھی ہے۔ لیکن یہ نہ بھولو کہ قسمت کے نرم اور حسین ہونٹوں کے پیچھے نہایت ہی تیز دانت چھپے ہوئے ہیں اور وہ اپنے ان دانتوں سے نمک حرام اور دغا بازوں کا حلقوم ادھیڑ دیتی ہے۔ نوجوان! یہ یاد رکھو کہ اگر تم نے ہمیں دھوکہ دینے کی کوشش کی یا اپنی سفارت میں ناکام رہے۔ تو تمہاری موت ایسی سخت ہوگی کہ تم اس کے مقابلے میں کشتی کی سزا کو نرم سمجھنے لگو گے۔ اور تنہا تمہارا ہی نہیں بلکہ ہمارے غلام پیروا اور اس کی بھانجی امادہ اور اس کے تمام رشتے داروں کا انجام برا ہوگا۔ اور ہاں "اس نے ابرو پر بل ڈال کے اضافہ کیا" اور تمہارے یہ بد ہیئت غلام بھی نہ بخشا جائے گا۔ جس کی باتیں ہم نے اس لئے سنی ہیں کہ وہ ہمیں دلچسپ معلوم ہوئی ہیں۔ لیکن ہم سمجھتے ہیں کہ یہ بونا اس سے زیادہ

عیار ہے جتنا کہ نظر آتا ہے۔"

"شاہ عالم" میں نے کہا "میری یہ مجال نہیں کہ میں حضور کو دھوکہ دینے کی کوشش کروں۔ سچ تو یہ ہے کہ حضور کہ غلام ایسا خیال بھی اپنے دل میں نہیں لا سکتا۔"

"ٹھیک ہے۔" بادشاہ نے کہا "جیسا کہ ہم نے کہا ہے ہم بہت جلد مصر آنے والے ہیں اور پھر وہیں بیٹھ کر ہم تمہارا اور دوسروں کا انصاف کریں گے۔ چنانچہ تب تک کے لئے الوداع۔ کچھ خوف نہ کرو شبا کا اس لیے کہ تم ہماری حفاظت میں ہو اور ہمارا حفاظت نامہ تمہارے پاس ہوگا۔ جاؤ۔ اب تم دونوں۔ کیونکہ ہم تھک گئے ہیں تم سے۔ لیکن ٹھہرو۔ جانے سے پہلے ہمارے ساتھ شراب کا ایک جام پی لو' ہماری یادگار کے طور پر جام رکھ لو اور اس کے عوض اپنی دو کالی کمان ہمیں دے دو جو بہت دور تک مار کرسکتی ہے۔"

"میری ہر چیز' حتیٰ کہ میری جان بھی' شاہ عالم کی ہے چنانچہ کمان بھی حضور کی ہے "میں نے جواب دیا اور وہ جام لے کر اپنے ہونٹوں سے لگالیا جو بادشاہ کے خاص ساقی نے میری طرف بڑھا دیا تھا۔

اور اب تخت کے چبوترے پر پردہ گرا دیا گیا اور فوراً ہی حاجیب آگے بڑھ آئے کہ مجھے اور بیس کو قیام گاہ تک پہنچا دیں۔ ان میں سے ایک وہ سنہرا جام اٹھائے ہوئے تھا جس میں میں نے شراب پی تھی۔ یہ بادشاہ کا خاص جام تھا وہ جام کی نمائش کرتا ہوا ہمارے آگے آگے چل رہا تھا۔ ہم اس کمرے میں سے گذرے۔ جہاں امراء دعوت اڑا رہے تھے اور وہ سب کے سب میرے سامنے جھک گئے۔ کیونکہ بادشاہ نے مجھے عزت بخشی تھی۔ ہم محل سے باہر نکل آئے۔ رات خاموش اور خنک تھی۔ ہمیں اس مہمان خانے میں پہنچا دیا گیا جو محل سے زیادہ دور نہ تھا۔ یہاں پہنچ کر سنہرا جام بیس کی حفاظت میں دے دیا گیا۔ حاجبوں نے کہا کہ علی الصباح میرا تمام سونا اور دوسری چیزیں اور سفر کی ضرورت کا سامان میری قیام گاہ پر پہنچا دیا جائے گا اور یہ کہ اسی وقت ایک حاجب بھی میری کمان لینے بھی آجائے گا کہ اسے میری طرف سے بادشاہ کی خدمت میں پیش کردے۔ یہاں میں بتا دوں کہ میرے

دوسرے سامان کے ساتھ میری کمان بھی میری قیام گاہ پر پہنچا دی گئی تھی۔ اس کے بعد حاجبوں نے جھک کر مجھے سلام کیا اور رخصت ہوئے۔

ہم زینہ چڑھ کر قیام گاہ کی اوپری منزل میں پہنچے۔ کمرہ میں پہنچتے ہی بیس نے دروازہ اور کھڑکیاں بند کرکے اپنا اطمینان کرلیا کہ اب نہ تو کوئی ہمیں دیکھ سکتا تھا اور نہ ہماری باتیں ہی سن سکتا تھا۔

اب وہ پلٹا' وہ مجھ سے لپٹ گیا' وہ میرے ہاتھ چومنے لگا----- اور اس کی آنکھوں سے آنسو رواں ہوگئے۔ یہ خوشی کے آنسو تھے۔

باب 7

"میرے آقا! میرے آقا!" میں نے ہچکی لے کر کہا "معاف کرنا کہ میں رو رہا ہوں۔ اس لیے کہ میں تھکا ہوا ہوں۔ آج کا دن بڑا طویل اور آزمائشی گذرا ہے اور آقا میں بے چین تھا۔ میں بے تاب تھا کیونکہ آپ کے اور موت کے درمیان بال برابر بھی فاصلہ نہ رہ گیا تھا۔"

"ہاں بیں" میں نے کہا۔ "اور یہ بال برابر کا فاصلہ تم نے مٹا دیا ہے۔"

"میں نے نہیں مٹایا آقا بلکہ کسی زبردست قوت نے مٹایا ہے جس نے میری راہبری کی تھی اور مجھے راہ دکھائی تھی آقا! چھینی پتھر سے بت تراشتی ہے' چھینی کو بت تراش کا ہاتھ پکڑتا ہے لیکن بت تراش کے ہاتھ کی راہبری کوئی قوت' کوئی روح کرتی ہے۔ آقا! پورے دن میں ایک دفعہ' صرف ایک دفعہ میرا دماغ ڈھول کیطرح اندر سے خالی ہو گیا۔ اور پھر کوئی چیز اس کی سطح سے ٹکرائی' کسی نے اس کی سطح پر ضرب لگائی یہ شاید مقدس تانوخیر تھے یا کوئی اور تھا۔ بہرحال مجھے دفعتاً" معلوم ہو گیا کہ مجھے کیا کرنا ہے چنانچہ یہی سمجھ تھی جس کی وجہ سے وہاں پر جب آپ کو کشتی میں لٹایا گیا تھا' میں نے آپ کو گالیاں دی تھیں اور برا بھلا کہا تھا۔ چنانچہ یہی وجہ تھی کہ میں اس موٹے خواجہ سرا کے ساتھ واپس لوٹ گیا تھا کہ راستے میں اس کا خاتمہ کر دوں گا لیکن پھر کسی نے شاید مقدس نانوخیر نے' یہ بات

میرے دل میں ڈال دی کہ ایک کمینے خواجہ سرا کی موت آپ کی جان نہ بچا سکے گی اس کے برخلاف اگر وہ زندہ رہا اور میں نے اسے رشوت دی تو میں اس کی وساطت سے بادشاہ کے دربار میں پہنچ جاؤں گا۔ آقا! آپ کا بٹوہ میرے پاس تھا۔ میں نے اس میں سے چند سنہرے سکے نکال کے ہومان کو دے دیئے اور جیسا میں نے سوچا تھا ایسا ہی ہوا۔ چنانچہ جب بادشاہ اکتانے لگا' کیونکہ شراب اس کے دماغ پر نہ چڑھی تھی' تو اس وقت ہومان نے بادشاہ سے میری سفارش کر کے کہا کہ میں اپنی باتوں اور لطیفوں سے اس کی اکتاہٹ دور کر کے اسے خوش کر دوں گا۔ اس نے کہا چونکہ میں بدہیت اور بدصورت ہوں اس لیے بادشاہ میرا مذاق بھی اڑا سکے گا۔"

"پھر کیا ہوا بیں؟ میں نے پوچھا۔

"پھر یہ ہوا آقا کہ مجھے طلب کیا گیا اور میں نے اسے مداری کا تماشہ دکھایا۔ اور اس سانپ کو بادشاہ کے سامنے نچایا جو میں نے پال رکھا ہے اور جو اس وقت بھی میرے تھیلے میں مزے سے بیٹھا ہوا ہے۔ آقا! اب آپ کو اس سانپ سے نفرت کرنی چاہیے۔ کیونکہ اس نے حق نمک خوب ادا کیا ہے۔ اس کے بعد بادشاہ مجھ سے باتیں کرنے لگا۔ اور میں نے دیکھا کہ وہ بے چین تھا اس کا ضمیر اسے ملامت کر رہا تھا کیونکہ اسے احساس ہو گیا تھا کہ اس نے آپ پر ظلم کیا ہے۔ چنانچہ موقع غنیمت جان کر میں نے اسے اس ہاتھی کی کہانی سنائی جس نے بادشاہ پر حملہ کیا تھا۔ اور جس کا خاتمہ میرے باپ نے کر دیا تھا۔ اس دھوکے باز اور احسان فراموش بادشاہ کی کہانی اچانک ہی میرے دماغ میں آ گئی تھی۔ اب تو بادشاہ اور بھی بے چین نظر آنے لگا۔ اور اس نے ہومان کو طلب کر کے آقا! آپ کے متعلق پوچھا کہ شباکا کہاں ہے اس پر ہومان نے جواب دیا کہ خود بادشاہ کے حکم سے آپ کو کشتی میں لٹا دیا گیا ہے اور یہ کہ آپ سکون کی نیند سو رہے ہیں اور آپ کی نیند میں خلل ڈالنا مناسب نہیں۔ آقا میرا نشانہ خطا کر گیا۔ کیونکہ بادشاہ اپنا حکم واپس نہ لے سکتا تھا اور وہ سزا منسوخ نہ کر سکتا تھا جو خود اس کے حکم سے آپ کو دی گئی تھی۔ اور اس وقت جب میں مایوس ہو چکا تھا۔ کہ کسی دیوتا نے شاید مقدس تانوخیر نے بادشاہ کو مجبور کر دیا اور وہ عورتوں اور ان کے حسن کے متعلق گفتگو کرنے لگا۔ اور اس نے

پوچھا کہ میں نے رقاصاؤں سے جو ابھی ابھی بادشاہ کے سامنے رقص کر کے گئی تھیں' اتنی حسین لڑکی کہیں دیکھی ہے۔ اس پر میں نے جواب دیا کہ میں نے ان رقاصاؤں کو صرف ایک نظر دیکھا تھا۔ کیونکہ وہ مجھے ذرا بھی حسین معلوم نہ ہوئی تھی۔ اور دنیا کی کوئی لڑکی اور کوئی عورت مجھے حسین نہیں معلوم ہو سکتی۔ کیونکہ میں نیل کے کنارے پر ایک دفعہ اس لڑکی کو دیکھ چکا ہوں۔ جو حسن میں خود حسن کی دیوی ہاتو کی طرح ہے۔ بادشاہ نے پوچھا کہ وہ کون تھی۔ اس پر میں نے کہا میں نہیں جانتا اور نہ ہی اس کا نام پوچھنے کی جرات کر سکا ہوں۔ کیونکہ خود میرا آقا بھی اس کا احترام کرتا ہے جتنا کہ کسی کی دیوی کا حالانکہ وہ حسینہ اور میرا آقا ساتھ کے کھیلے ہوئے ہیں۔"

اب بادشاہ کو اپنے ضمیر کی آواز کو خاموش کرنے کا موقع مل گیا اور اس نے اپنے ایک مشیر سے پوچھا کہ کیا کوئی ایسا قانون نہیں ہے۔ جس کی رو سے بادشاہ اپنا پچھلا حکم منسوخ کر سکے اور مجرم کی جان بخشی کر کے اس سے کوئی فائدہ اٹھا سکے۔ مشیر نے جواب دیا کہ ایسا قانون ہے اور وہ اس قانون کی مثالیں دینے اور اس کے فوائد بتانے لگا یہاں تک کہ بادشاہ نے بیزار ہو کر اسے خاموش رہنے کا اشارہ کیا اور اپنا پچھلا حکم منسوخ کر کے کہا کہ وہ اس قدیم قانون کی رو سے ایک بار پھر حکم دیتا ہے کہ آقا آپکو کشتی میں سے نکالا جائے اور خلعت پہنا کر اور عزت و احترام کے ساتھ معزز مہمان کی طرح اس کے حضور میں پیش کیا جائے۔

"چنانچہ آقا آپ کو لانے کے لیے آدمی روانہ ہوئے لیکن میں ان کے ساتھ نہ گیا۔ اور بادشاہ کے پاس بیٹھا رہا کیونکہ مجھے خوف تھا کہ میری غیر موجودگی میں بادشاہ کہیں اپنا ارادہ پھر نہ بدل دے۔ میں وہیں بیٹھا شکار کی کہانیاں سنا کر اس کا دل بہلانے لگا۔ یہاں تک کہ میری باتوں کا ذخیرہ ختم ہو گیا اور آپ نہ آئے۔ اب تو مجھے یہ خوف لاحق ہو گیا کہ کہیں بادشاہ دعوت کے ختم ہونے کا اعلان نہ کر دے کیونکہ وہ انگڑائیاں اور جمائیاں لینے لگا تھا۔ اور آقا وہ اپنے ایک مشیر سے کہہ رہا تھا کہ وہ خواجہ سرا کو حرم سرا میں بھیج دے کہ حرم سرا کی صورتیں بادشاہ کے استقبال کو تیار ہو جائیں۔ کیونکہ اب وہ آیا چاہتا ہے ان کے پاس میرا دل زور زور

سے دھڑکنے لگا اور کوئی بات میری سمجھ میں نہ آ رہی تھی کیونکہ بنا بنایا کھیل بگڑ رہا تھا۔ بادشاہ ایک آخری انگڑائی لے کر اٹھنے ہی والا تھا کہ آقا آپ آ گئے۔ بعد میں کیا ہوا۔ یہ تو آقا آپ جانتے ہی ہیں۔ تو یہ ہے پوری کہانی۔"

اور اب میں نے بیس کی طرف دیکھ کر کہا:

"دنیا کے سارے دیوتاؤں کی رحمتیں نازل ہوں بیس۔ اگر تم نہ ہوتے تو اسی وقت میں اس لعنتی کشتی میں پڑا فوری موت کی دعائیں مانگ رہا ہوتا۔ سنو میرے دوست اگر ہم مصر پہنچ گئے تو اس سرزمین پر تم ایک غلام کی طرح نہیں بلکہ آزاد شخص کی طرح قدم رکھو گے۔ اور تم غریب نہیں بلکہ امیر بھی ہو گے۔ بیس بشرطیکہ ہم سونا اپنے ساتھ لے جا سکے۔ اس سونے میں سے' جو میں نے جیتا ہے نصف تمہارا ہے۔"

بیس میرے سامنے پالتی مار کر بیٹھ گیا اس کے چہرے پر عجیب طرح کی مسکراہٹ پھیل رہی تھی۔

"آقا آپ نے مجھے تین چیزیں دی ہیں" وہ بولا "سونا جس کی مجھے فی الحال ضرورت نہیں آزادی۔ اس کی بھی مجھے ضرورت نہیں اور نہ شاید آئندہ ہو گی۔ بشرطیکہ آپ مجھے عمر بھر اسی طرح چاہتے رہے۔ اور دوستی اور دوست کا خطاب۔ تو یہ بے شک مجھے چاہیے حالانکہ میں نہیں جانتا کہ آپ نے مجھے دوست کہا تو مجھے اس قدر خوشی کیوں حاصل ہوئی حالانکہ مجھے احساس تھا اور میں جانتا تھا کہ ایک عرصے سے آپ دل ہی دل میں مجھے اپنا دوست یقین کر چکے تھے اب آپ چونکہ یہ لفظ کہہ چکے اس لیے میں آپ کو وہ بات بتائے دیتا ہوں جواب تک میں نے اپنے دل کے صندوق میں چھپا رکھی تھی۔ شاباکا! میں تمہاری دوستی کا مستحق ہوں۔ چونکہ تم نے مجھے دوست کہا ہے اس لیے میں اب تمہیں "تم" کہہ کر مخاطب کر رہا ہوں۔ جان لو شاباکا کہ تم شاہی خاندان سے تعلق رکھتے ہو۔ تو یہ بونا بھی شاہی خاندان سے تعلق رکھتا ہے تمہاری رگوں میں شریف خون گردش کر رہا ہے تو اس بونے کی رگوں میں بھی شریف خون گردش کر رہا ہے۔ جان لو شاباکا کہ یہ بونا جس کو تم نے گرفتار کر کے اپنا غلام بنا لیا تھا۔ ایک سردار نہیں ہے بلکہ کچھ اور ہے۔ ہاں شاباکا!

میں نے تم سے کہا تھا کہ میں ایک چھوٹے سے قبیلے کا معمولی سردار ہوں۔ شباکا! میں ایتھوپیا کے تاج و تخت کا وارث ہوں۔ میں ایتھوپیا کا بادشاہ ہوں اور اگر چاہوں تو آئندہ کل بھی ایتھوپیا کے تخت پر رونق افروز ہو سکتا ہوں۔ ایتھوپیا کا تخت اور اس کے سارے خزائن میرے ہیں اور میں انہیں کل حاصل کر سکتا ہوں۔"

"ایتھوپیا کے بادشاہ!" میں نے کہا تھا "میرے دوست! اس وقت ہم شاہ کج کلاہ کے دربار میں نہیں ہیں کہ ہمیں اپنی جان بچانے کے لیے جھوٹ بولنا پڑے'

"میں جھوٹ نہیں بول رہا شباکا" بیس نے کہا "دیکھو تمہارے سامنے یہ بدصورت بونا جو بیٹھا ہوا ہے یہ کوئی اور نہیں بلکہ بادشاہ ایتھوپیا ہے۔ ایتھوپیا کا تاج و تخت میں نے اپنی مرضی سے چھوڑ دیا تھا اور اگر چاہوں تو اسے پھر حاصل کر سکتا ہوں کیونکہ ایتھوپیا والے بے وفا نہیں ہیں۔"

"لیکن کیوں؟" میں نے حیرت سے پوچھا۔

"آقا! مناسب معلوم ہوتا ہے کہ میں تمہیں آقا کہہ کر ہی مخاطب کروں کیونکہ ابھی ہم نے سرزمین مصر پر قدم نہیں رکھا ہے جہاں پہنچ کر آپ نے مجھے آزاد کر دینے کا وعدہ کیا ہے۔ ہاں تو آقا! تم کو اس قبیلے میں کوئی عجیب بات نظر آئی تھی جس پر تم نے اور مصری سپاہیوں نے حملہ کر کے مجھے گرفتار کیا تھا؟" میں چند ثانیوں تک سوچتا رہا اور پھر بولا۔

"ہاں ایک عجیب بات نظر آئی تھی۔"

"کیا؟"

"اس قبیلے میں نہ تو کوئی عورت تھی اور نہ کوئی بچہ میں نے اپنے سپاہیوں سے کہدیا تھا کہ وہ عورتوں اور بچوں پر تلوار نہ اٹھائیں اور میرے سپاہیوں نے مجھے اطلاع دی کہ اس قبیلے میں نہ کوئی عورت تھی اور نہ کوئی بچہ۔ "میرے خیال میں عورتیں اور بچے پہلے ہی سے فرار ہو گئے تھے۔"

"جی نہیں۔ اس قبیلے میں عورتیں اور بچے تھے ہی نہیں کہ فرار ہوتے۔ وہ قبیلہ دراصل ان لوگوں کی برادری تھی جنہوں نے عورتوں سے ترک تعلق کی قسم کھائی تھی۔ میری طرف دیکھو۔ میں بدہیئت' بدصورت' بے ڈول اور گھناؤنا

ہوں میں اسی طرح پیدا ہوا تھا کیونکہ کہتے ہیں جب میں اپنی ماں کے پیٹ میں تھا تو وہ ایک بونے کو دیکھ کر ڈر گئی تھی۔ بہرحال ایتھوپیا کے قانون کے مطابق بادشاہ کو رسم تاجپوشی کے بعد ایک سال کے اندر اندر شادی کر لینی چاہیے۔ چنانچہ میں نے بھی اپنے لیے ایک لڑکی منتخب کر لی کہ اسے اپنی ملکہ بناؤں گا۔ اس لڑکی سے میں دل ہی دل میں محبت کرتا تھا لیکن وہ لڑکی میرا مذاق اڑانے اور مجھے برا بھلا کہنے لگی اور اس نے کہا کہ اگر اسے پوری دنیا کا ملکہ بنا دیا جائے تب بھی وہ مجھ جیسے عفریت سے ہم بستر نہ ہو گی اور یہ کہ اگر میں نے جبراً اسے اپنی ملکہ بنا لیا تو اس سے پہلے کہ میں اس کے پاس جاؤں وہ خودکشی کر لے گی۔ اس کی یہ بات پورے ملک میں پھیل گئی۔ جب میرے کانوں تک اس کی یہ بات پہنچی تو میں نے کہا کہ لڑکی نے غلط نہیں کہا اور پھر اسے بہ حفاظت دارالسلطنت سے باہر پہنچا دیا۔ اس کے بعد میں نے بھی اپنا تاج اتار کر تخت پر رکھا اور تاج و تخت کو چھوڑ کر اپنے چند دوستوں کے ساتھ وطن سے نکل آیا اور ایتھوپیا کی سرحد پر عورت سے نفرت کرنے والوں کی ایک جماعت بنا کر رہنے لگا۔ اسی جگہ مصریوں کے ایک دستے نے جس کی کمان تم کر رہے تھے' ہم پر اچانک حملہ کر دیا اور تم نے مجھے اپنا غلام بنا لیا۔ پس یہ ہے پوری کہانی۔"

"لیکن بیس! تم نے اپنا تخت کیوں چھوڑا کیونکہ ظاہر ہے کہ تمہارے ملک میں لڑکیاں بہت ہیں اور وہ سب کی سب ملکہ بننے کے خواب دیکھ رہی ہوں گی؟"

"اس لیے آقا کہ میں اسی لڑکی کو اپنی ملکہ بنانا چاہتا تھا جو مجھے پسند تھی۔ اس کے علاوہ مجھے بھی خوف تھا کہ مبادا میں ٹانگیں مڑے ہوئے بونوں کی اولاد کا باپ بن جاؤں۔ چنانچہ دیکھو کہ وہ جو بادشاہ تھا اب غلام ہے۔ لیکن کون جانے اب مقدس ٹڈا کس طرف پھدکتا ہے؟ ہو سکتا ہے کہ ایکدن میں پھر غلام سے بادشاہ بن جاؤں۔ لیکن آقا! مناسب ہو گا کہ اب ہم اس دنیا میں پہنچ جائیں جہاں بادشاہ غلام اور غلام بادشاہ بن جاتا ہے۔ میرا مطلب ہے۔ نیند کی دنیا میں۔"

اور ہم دونوں اپنے نرم اور آرام دہ بستروں پر لیٹ گئے اور میں نے دل ہی دل میں مصر کے سارے دیوتاؤں کا شکریہ ادا کیا کہ میں اس لعنتی کشتی میں نہیں

بلکہ نرم اور آرام دہ بستر پر لیٹا ہوا تھا۔

جب میں بیدار ہوا ہوں تو قدرے تازہ دم تھا حالانکہ گزشتہ کل جو کچھ ہوا تھا اسکی وجہ سے میرا دماغ اب بھی ذرا بھاری بھاری تھا۔ بہرحال میری کسلمندی دور ہو چکی تھی اور محراب دار کھڑکیوں میں سے صبح کی روشنی کمرے میں رینگ آئی تھی اور اس روشنی میں میں نے دیکھا کہ بیس فرش پر بیٹھا اپنی کمان کو رگڑ رہا تھا۔ اور پتہ نہیں کیا کر رہا تھا۔ میں کچھ کہہ چکا ہوں دوسری چیزوں کے ساتھ ہماری کمانیں بھی قیام گاہ پر پہنچا دی گئی تھیں۔

"یہ کیا کر رہے ہو بیس؟" میں نے خوابناک آواز میں پوچھا۔

"آقا! بادشاہ نے تمہاری کمان طلب کی ہے اس لیے ایک کمان اس کے حضور پیش کرنا ضروری ہو گیا ہے لیکن یہ کچھ ضروری نہیں ہے کہ تمہاری ہی کمان بھیجی جائے۔ خصوصاً" اس لیے کہ یہ تمہارے جدامجد کی یادگار ہے جو مصر کے فرعون تھے۔ اور اس لیے بھی کہ تمہاری کمان بہت عمدہ ہے جس سے چھوڑے ہوئے تیر بہت دور تک جاتے ہیں اور اس لیے بھی کہ وہ تمہیں دنیا کی ہر چیز سے زیادہ عزیز ہے۔ تمہیں یاد ہو گا آقا کہ میں نے ہلکی لکڑی سے بالکل ایسی ہی ایک کمان بنائی تھی۔ ہو بہو تمہاری کمان کی طرح اور اس ہلکی کمان کو میں آسانی سے کھینچ سکتا ہوں۔ چنانچہ آقا! تمہاری کمان کی یہ نقل ہم بادشاہ کو دیں گے۔ لیکن پہلے اس نقلی کمان پر تمہاری کمان کا چلہ چڑھا دوں گا کیونکہ بادشاہ اسے پہچانتا ہے اور اس نقلی کمان پر ایک دو نشانات بنا دوں گا۔ جو خود تمہاری کمان پر ہیں تاکہ بادشاہ کو شک نہ ہو۔ یہ نشانات ہی بنانے میں میں اس وقت مصروف ہوں۔ یہ کام میں نے پو پھٹنے سے پہلے شروع کیا تھا جو اب قریب الختم ہے۔"

"تم بہت ہوشیار ہو بیس" میں نے ہنس کے کہا "اور میں بہت خوش قسمت ہوں کہ مجھے تم سا دوست میسر آیا۔ ایک دفعہ مقدس تانو فیر نے میری اس کمان کو ہاتھ میں لیا تھا تو انہیں ایک تصویر نظر آئی تھی۔

"کیا دیکھا تھا انہوں نے؟"

"انہوں نے دیکھا کہ اس کمان سے چھوڑا ہوا ایک تیر کسی زبردست

بادشاہ کا خون پی رہا ہے اور میرے اسی تیر نے مصر کو ایک بدیسی بادشاہ کی غلامی سے بچا لیا ہے۔ لیکن یہ بادشاہ کون ہو گا اور یہ واقعہ کب ہو گا یہ مقدس تانوفیر کو نظر نہ آیا۔"

بونے بیس نے سرہلا کر کہا۔

"ہاں۔ یہ داستان میں سن چکا ہوں اور دوسروں نے بھی سنی ہے۔ اور اسی لیے نقلی کمان تیار کر رہا ہوں کہ شاہ کج کلاہ کو تمہاری کمان کے بجائے۔ اس کا ملے۔ اور وہ بھی اس طرح کہ اس کے سینہ میں پیوست ہو۔ یہ لو۔ کمان تیار ہو گئی اور اب سوائے تمہارے اور میرے کوئی اسے پہچان نہ سکے گا کہ یہ نقلی کمان ہے آقا! جب تک ہم اس لعنتی ملک سے باہر نہیں پہنچ جاتے تمہاری کمان میرے پاس رہے گی اور میری ہی سمجھی جائے گی۔ تم اپنے لیے مشرق کی بنی ہوئی کوئی کمان تلاش کر لو۔"

"آقا! تم مجھے آقا کہہ رہے ہو؟" میں نے کہا "بیس! یہ تو بتاؤ کہ گزشتہ رات میں نے ایسا کوئی خواب دیکھا تھا یا خود تم نے مجھ سے کہا تھا کہ تم ایتھوپیا کے بادشاہ اور اس کے تاج و تخت کے جائز اور موروثی وارث ہو؟"

"یہ خواب نہ تھا بلکہ خود میں نے کہا تھا کیونکہ انتہائی غم' انتہائی غصے اور انتہائی خوشی میں وہ باتیں بے اختیار لب پر آ جاتی ہیں۔ جو دل میں مخفی ہوتی ہیں۔ اب ایک درخواست ہے میری۔ تم اس بات کا ذکر نہ مجھ سے کرو گے اور نہ کسی اور سے خواہ مرد ہو یا عورت یہاں تک کہ میں خود اپنی مرضی سے اس راز کو ظاہر نہیں کر دیتا۔ بھول جاؤ اس بات کو آقا گویا کہ یہ ایک خواب تھا۔ جسے یاد رکھنا کچھ ضروری نہیں۔"

"ایسا ہی ہو گا بیس" میں نے جواب دیا۔

اور اب میں نے اٹھ کر لباس تبدیل کیا اور اس وقت میں نے وہ لباس نہ پہنا جو کشتی میں لٹانے سے پہلے اتار لیا گیا تھا بلکہ وہ عمدہ اور ریشمی چغہ پہنا جو مجھے کشتی میں لانے کے بعد پہنایا گیا تھا جب میں یہ امیرانہ لباس پہن چکا اور اپنے لانبے گھنگریالے بالوں میں کنگھی کر چکا تو کمرے سے نکل کر اور زینہ اتر کر نچلے کمرے میں

پہنچا اور خادمہ سے ناشتہ لانے کو کہا۔ فوراً ہی ناشتہ حاضر کر دیا گیا اور میں نے شکم سیر ہو کر ناشتہ کیا۔

میں اور بیس ناشتے سے فارغ ہوئے ہی تھے کہ باہر شور بلند ہوا اور بہت سی آوازیں چیخ چیخ کر کہنے لگیں۔ "ہٹو۔ بچو۔ بادشاہ کے آدمیوں کو راستہ دو۔" میں اٹھ کر کھڑکی کے قریب پہنچا تو نظر آیا کہ سپاہیوں کا ایک زبردست دستہ دو شہزادوں کی معیت میں چلا آ رہا ہے۔

"دیوتا خیر کریں! کہیں اس کمینے بادشاہ نے اپنا ارادہ بدل تو نہیں دیا؟ کہیں یہ سپاہی مجھے گرفتار کرنے تو نہیں آئے؟" میں بڑبڑایا۔

"آقا! گھبرانے اور فکر کرنے کی کوئی ضرورت نہیں" بیس نے جواب دیا "وہ اپنا عصاء تمہاری طرف بڑھا چکا ہے اور تمہیں اپنے خاص جام سے نہ صرف شراب پلا چکا ہے بلکہ وہ تمہیں جام بھی دے چکا ہے اور اب تم دنیا کے ہر اس ملک میں محفوظ ہو جس پر بادشاہ حکومت کرتا ہے۔ اس لیے بے فکر رہو۔ اور ان آنے والوں سے گردن اکڑا کے اور سینہ تان کر گفتگو کرو۔"

ایک ہی منٹ بعد دونوں شہزادے کمرے میں داخل ہوئے ان کے پیچھے غلاموں کی قطار تھی جو بہت سی چیزوں کے علاوہ سونے سے بھری ہوئی چرمی تھیلیاں بھی اٹھائے ہوئے تھے یہ وہی سونا تھا۔ جس میں بیس کو تولا گیا تھا اور یہ وہی تھیلیاں تھیں جنہیں کشتی میں رکھا گیا اور مجھے ان پر لٹایا گیا تھا۔

بڑا شہزادہ میرے سامنے جھک گیا اور "معزز مصری" کہہ کر مجھے سلام کیا میں نے بھی جھک کر اس کے سلام کا جواب دیا۔ اور پھر اس نے چند خطوط، جو لپٹے ہوئے اور جن پر سرخ فتیہ بندھا ہوا تھا، مجھے دیتے ہوئے کہا کہ یہ بادشاہ کے خطوط تھے جو مجھے گورنر مصر ایدارنس اور شہزادہ پیرو آ کو دینے تھے۔ اس کے علاوہ اس نے مجھے دوسرے خطوط بھی دیئے جو راستے میں پڑنے والے شہروں کے صوبیداروں کے نام تھے۔ یہ خطوط مٹی کی تختیوں پر پتہ نہیں کون سے خط میں لکھے گئے تھے کہ میں انہیں پڑھ نہ سکتا تھا۔ یہ خطوط میں نے لیکر اپنی آنکھوں سے لگائے اور سر پر چڑھائے جیسا کہ مشرقیوں کا طریقہ تھا۔

اس کے بعد اسی شہزادے نے مجھے مطلع کیا کہ دوپہر تک سفر کے تمام انتظامات مکمل ہو چکے ہوں گے اور یہ سفر میں مناسب بدرقے کے ساتھ اور شاہ کج کلاہ کے سفیر کے طور پر کروں گا۔ اور راستے میں چوکیوں پر سے گھوڑے بدلنے کا مجھے اختیار ہو گا۔ اس کے بعد اس نے دو تحائف لانے کا حکم دیا جو بادشاہ نے میرے لیے بھجوائے تھے۔ بے شمار اور عجوبہ روزگار تحائف تھے یہ اور ان میں وہ عجیب و غریب آہنی لباس بھی تھا جو میدان جنگ میں پہنا جاتا ہے اور مشرق میں اس لچکدار آہنی لباس کو زرہ کہتے ہیں۔

"شاہ کج کلاہ کے جود و کرم کا شکریہ ادا کرنے کے لیے مجھے الفاظ نہیں مل رہے ہیں۔ میں نے کہا "اس سے پہلے کہ میں یہاں سے رخصت ہو جاؤں۔ شاہ کج کلاہ غلام سے ملنا چاہتے ہوں تو میں حاضر ہو جاؤں۔"

"بیشک حضور آپ سے ملنا چاہتے تھے لیکن آج حضور کی طبیعت کچھ ناساز ہے سر میں گرانی سی محسوس کر رہے ہیں۔ شاید گرمی کی وجہ سے بہرحال حضور نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں ان کا یہ پیغام آپ تک پہنچا دوں۔ مصر کے شاکا! دیکھو۔ خاتون امادہ کو مصر پہنچتے ہی حضور کی خدمت میں بلا تاخیر روانہ کر دیں اور شاہ کج کلاہ آپ کو مالا مال کر دیں گے لیکن اگر آپ نے شاہ کا حکم بجالانے میں تاخیر کی تو آپ کو سخت اور عبرتناک سزا دی جائے گی۔"

میں نے کوئی جواب نہ دیا البتہ رضامندی کے طور پر جھک گیا۔ اس پر شہزادے اور ان کے ساتھیوں نے چرمی تھیلیوں کے منہ کھول کر مجھے دکھایا کہ ان میں واقعی سونا تھا کنکر نہ تھے۔ اور کہا کہ اگر مجھے ان پر شک ہو تو میرے اطمینان کی خاطر بونے کو ایک بار پھر تول دیں۔

"جی نہیں شکریہ۔ مجھے آپ لوگوں پر پورا اعتبار ہے۔"

اس کے بعد تھیلیوں کے منہ بند کر کے ان پر مہر لگا دی گئی اور اب میں نے اپنی کمان، بلکہ یوں کہیے کہ اس کی نقل برآمد کی شہزادوں اور دوسرے لوگوں کو دکھائی اور اپنے چھ تیروں کے ساتھ ایک ریشمی کپڑے میں لپیٹ کر بڑے شہزادے کی طرف بڑھا دی کہ وہ اسے میری طرف سے بادشاہ کی خدمت میں پیش کر دے

اور میری طرف سے یہ بھی کہہ دیں کہ ہرچند کہ اس کمان کو کھینچنا آسان نہیں لیکن یہ دنیا کا سب سے زیادہ خطرناک اور جان لیوا ہتھیار ہے بڑے شہزادے نے وہ کمان لے لی اور یہ کہہ کر رخصت ہوا کہ بہت جلد ہماری ملاقات مصر میں ہو گی۔

شہزادوں اور ان کے ساتھیوں کو رخصت ہوئے زیادہ دیر نہ ہوئی تھی کہ وہ چھ شکاری آ گئے جنہیں میں نے شرط میں جیتا تھا۔ اور اس طرح ان کی جان بچائی تھی۔ وہ میرے سامنے سجدہ ریز ہو گئے۔ اور بولے کہ ان کے لیے کیا حکم ہے۔ اور یہ سفر کے کیا انتظامات کئے جائیں۔

"تو کیا تم لوگ بھی میرے ساتھ چل رہے ہو؟" میں نے پوچھا۔

"ہم تو آپ کے غلام ہیں" ان کے ترجمان نے کہا "چنانچہ جو آپ کا حکم۔"

"لیکن خود تمہاری کیا مرضی ہے؟ کیا تم میرے ساتھ چلنا چاہتے ہو؟"

"بے شک اے آقا شباکا" ان کے ترجمان نے جواب دیا "ہم آپ کے ساتھ چلیں گے۔ حالانکہ ہم میں اکثر کو اپنی بیوی بچوں کو چھوڑنا پڑے گا۔"

"کیوں؟"

"دو وجوہ کی بنا پر۔ یہاں ہم ذلیل و خوار ہیں یا کئے گئے ہیں۔ حالانکہ قصور ہمارا نہ تھا۔ اگر ہمیں یہاں چھوڑ کر چلے گئے تو بادشاہ کا غضب نہ صرف ہمارے بیوی بچوں بلکہ خود ہماری جان پر بھی نازل ہو گا۔ اس کے برخلاف اگر ہم آپ کے ساتھ ہو لئے تو دوسرے ملک میں ہمیں دوسری بیویاں مل جائیں گی اور بچے بھی ہوں گے لیکن ظاہر ہے کہ اگر ہم ایک دفعہ مارے گئے تو ہمیں دوسری زندگی نہ ملے گی۔ اس لیے ہم اپنے بچوں اور بیویوں کو اپنے دوستوں کی حفاظت میں دیئے جا رہے ہیں۔ کیونکہ جانتے ہیں کہ وہ بہت جلد ہمیں بھول جائیں گی۔ اور ہماری بیویاں دوسرے شوہر کر لیں گی۔ رہے بچے تو وہ کسی نہ کسی طرح بڑے ہو جائیں گے۔ اور ان کی قسمت میں جو کچھ لکھا ہے ہو گا اور وہ ہمیں یعنی اپنے باپوں کو مردہ یقین کر لیں گے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ ہم شکاری ہیں۔ اور دیکھ چکے ہیں کہ آپ دنیا کے سب سے عظیم شکاری ہیں۔ چنانچہ شکار اور جنگ میں آپ کی خدمت کر کے

ہم فخر کریں گے۔ آپ کا احسان ہے ہم پر کہ آپ انصاف کا خون ہوتے نہ دیکھ سکے اور آپ نے ہماری جان بچالی۔ چنانچہ ہم سوائے اس کے اور کچھ نہیں چاہتے کہ آپ کے غلام بن کے آپ کی خدمت کرتے رہیں ہو سکتا ہے کہ ہماری خدمتوں سے خوش ہو کر کبھی آپ ہمیں آزاد کر دیں۔"

ہم نمکین جھیلوں کی طرف سے مصر میں داخل ہوئے اور اس نہر کے کنارے کنارے چل پڑے جو قدیم زمانے میں کسی فرعون نے بنوائی تھی مصر کے شاداب کھیتوں کا سلسلہ شروع ہو چکا تھا۔ اور ایک جگہ ایک باغ میں چند کسان اپنے کام میں لگے ہوئے تھے۔ انہوں نے گردنیں اٹھا اٹھا کر ہماری طرف دیکھا اور ان میں سے ایک کو میں نے کہتے سنا:

"لو بھائیو۔ یہ دوسرے مشرقی بھی آ گئے۔ تمہارے خیال میں کیا ہونے والا ہے بھائی۔؟"

"پتہ نہیں کیا ہونے والا ہے" دوسرے نے جواب دیا "البتہ آج صبح جب میں باغ کی ایک طرف آ رہا تھا تو میں نے دیکھا کہ مشرقیوں کی فوج قلعہ سے باہر نکل آئی تھی یہ لوگ یقیناً ان آنے والوں کے استقبال کو نکل آئے ہوں گے۔ کوئی پچاس گھنٹے پہلے ہم نے دو مشرقیوں کو نہایت تیزی سے قلعہ کی طرف جاتے دیکھا تھا۔ انہوں نے ہی گورنروں کو ان آنے والوں کی آمد سے خبردار کیا ہو گا۔"

"اس کا کیا مطلب ہے ہیں؟" میں نے پوچھا۔

"وہی جو ہم نے سنا اور سمجھا۔ بادشاہ کے دو پیغامبر جو ہم سے پہلے روانہ ہوئے تھے سرحدی قلعہ میں پہنچ گئے ہیں' انہوں نے قلعہ کے افسر کو ہماری آمد سے خبردار کر دیا ہے اور وہ اپنے سپاہیوں کے ساتھ قلعہ سے نکل کر اسی طرف چلا آ رہا ہے۔ اب یہ تو مقدس ٹڈا جانے کہ وہ کس ارادے سے آ رہا ہے۔"

"واقعی دیوتا ہی بہتر جانتے ہیں کہ وہ کسی نیک ارادے سے آ رہا ہے یا بد ارادے سے" میں نے کہا "البتہ اگر ہم راستہ بدل کر کسی دوسرے راستے سے روانہ ہوں تو میرے خیال میں بہتر ہو گا۔"

"دوسرا کوئی راستہ ہے ہی نہیں آقا کیونکہ آگے کی طرف اور پیچھے کی

طرف سے بھی نہر گہری ہے اور اس کے کنارے پر کے پشتے اونچے اور عمودی ہیں اس لیے ہم اسے اسی مقام سے عبور کر سکتے ہیں جہاں نہر کو قصداً" پایاب رکھا گیا ہے اس کے علاوہ ہمیں کسی بھی قسم کے خوف و ہراس کا اظہار نہ کرنا چاہیے۔"

ہم آگے روانہ ہوئے اور نہر کے پایاب حصے کے سامنے پہنچ گئے۔ کنارے پر کے ریت نے دھنس دھنس کے نہر کو پایاب بنا دیا تھا۔ ابھی ہم نہر میں اترے ہی تھے کہ دوسرے کنارے پر تیس مسلح گھوڑ سوار نمودار ہوئے۔ ان میں سے ایک گھوڑ سوار شاہ کج کلاہ کا جھنڈا اٹھائے ہوئے تھا۔ اور میں نے دیکھا کہ اس جھنڈے پر وہی تصویر بنی ہوئی تھیں۔ جو مہر پر بنی ہوئی تھی۔ وقت نکل چکا تھا اور اب ہم واپس نہ لوٹ سکتے تھے اس لیے ہم آگے بڑھتے رہے اور دوسرے کنارے پر پہنچ گئے مشرقیوں کے اس دستے کا افسر آگے بڑھا ار اس نے چیخ کر کہا:

"شاہوں کے شاہ کا اقبال بلند ہو۔ سلام ہو تم پر اے رئیس مصر شاباکا۔"

"شاہوں کے شاہ کا اقبال بلند ہو۔ تم پر بھی سلام ہو۔ شاباکا سے تمہیں کیا سروکار؟"

"ہم تمہارے استقبال کو آئے ہیں۔ بادشاہ سلامت کا حکم ہمیں مل چکا ہے۔"

چند لمحوں تک ہم خاموشی سے آگے بڑھتے رہے۔ پھر بیس نے کہا۔

"آقا! بہت جلد ہم وادی نیل میں ہوں گے اور چونکہ ہمارے پاس بہت سا سونا ہے اس لیے ہم نہ صرف کشتیاں بلکہ ملاح بھی خرید سکیں گے میرے خیال میں بہتر یہی ہو گا کہ ہم کشتیاں وغیرہ خرید کر شکار کے لیے مصر سے دور چلے جائیں میرا مطلب ہے ایتھوپیا چلے جائیں ہو سکتا ہے وہاں پہنچ کر میں ان بزرگوں کو جمع کر لوں جن کے سپرد میں اپنی حکومت کر کے آیا ہوں۔ اور ان کے سامنے اپنی شادی کا مسئلہ پیش کر دوں۔ شاید وہ کوئی لڑکی تلاش کر لیں گے جو ایتھوپیا کی ملکہ بننے کے لیے تیار ہو جائے اور پھر آقا میں ان کا بادشاہ بن جاؤں گا۔ آقا! ایتھوپیا والے بڑے وفادار ہیں اور میرا تاج و تخت بڑی خوشی سے میرے حوالے کر دیں گے خصوصاً" اس لیے بھی کہ میں کئی برسوں تک اپنے ملک سے باہر رہ کر حکومت کرنے کے طریقے اور

سیاسی چالیں سیکھتا رہا ہوں۔"

"بیس! تم نے اپنا وطن کیوں چھوڑا تھا؟" میں نے پوچھا۔

"میں بتا چکا ہوں آقا کہ ایک لڑکی کی خاطر۔"

"اور بیس۔ ایک لڑکی ہی کی خاطر میں اپنا وطن نہیں چھوڑ سکتا۔" بیس اپنے دیدے گھمانے لگا اور پھر بولا:

"وہ! یہ بات ہے۔ آقا! کہیں اس لڑکی کا نام خاتون امادہ تو نہیں۔"

"ہاں۔ بیس۔ اس کا نام خاتون امادہ ہی ہے۔"

"تو یہی ہے وہ حسینہ جس کے متعلق اپنے شاہوں کے شاہ سے کہا تھا کہ وہ دنیا کی حسین ترین لڑکی ہے۔ اور یہ کہہ کر آپ نے اس بادشاہ کے دل میں محبت و ہوس کی آگ اور پتہ نہیں اور کون سی آگ بھڑکا دی ہے۔"

"یہ میں نے نہیں تم نے اس سے کہا تھا بیس" میں نے غصہ ہو کے کہا۔

"میں نے تو اس سے ایک حسین لڑکی کے متعلق کہا تھا لیکن آپ نے بتایا تھا اور حالانکہ اس وقت مجھے خیال نہ آیا لیکن اب میں سمجھتا ہوں کہ خاتون امادہ اس شخص سے خفا ہو جائے گی جس نے اس کا نام مشرق کے بادشاہ کے کان میں ڈال دیا ہو۔" یہ بیس نے غلط نہ کہا تھا۔ چنانچہ میرے دل میں خوف اتر آیا اور میرے چہرے سے میری دلی کیفیت کا اندازہ لگا کے بیس نے کہا:

"فکر نہ کرو آقا۔ اگر کچھ گڑبڑ ہوئی تو میں قسم کھا کر کہہ دوں گا کہ خاتون امادہ کا نام بادشاہ کو میں نے بتایا تھا۔"

"یہ تو ٹھیک ہے بیس لیکن ہماری پوری سرگذشت کا یہ حصہ جھوٹ نہ معلوم ہو گا؟ خصوصاً" اس لیے کہ مجھے اسی لیے یعنی اس حسینہ کا نام ہی معلوم کرنے کے لیے اس لعنتی کشتی سے نکالا گیا تھا؟"

"ایسی کوئی بات نہ ہو گی کیونکہ میں کہوں گا کہ میں نے بادشاہ سے جو کچھ کہا تھا اس کی تصدیق کے لیے آپ کو بلایا گیا تھا۔ خاتون امادہ مجھ سے خفا ہو جائے گی۔ لیکن مصر مشرق نہیں ہے اور مصر میں محض اسی لیے کسی کی گردن نہیں ماری جاتی کہ اس نے ایک لڑکی کا نام لے دیا ہے کسی کے سامنے خواہ یہ مجرم بدہیئت بونا

ہی کیوں نہ ہو۔ لیکن آقا! یہ تو بتائیے کہ آپ اس خاتون کی محبت میں کب سے گرفتار ہیں؟"

"بچپن سے۔ اس وقت سے جب ہم دونوں ساتھ کھیلا کرتے تھے اور میں اس کا ہاتھ پکڑے رہتا تھا اور دفعتہ" اس نے اپنا ہاتھ میرے ہاتھ میں دینے سے انکار کر دیا۔ اس وقت میں بالغ ہو چکا تھا اور حالانکہ وہ بھی بالغ نہ ہوئی تھی تاہم میں نے اس کا مطلب سمجھ لیا کہ مناسب ہو گا کہ میں چلا جاؤں کہیں۔"

"آقا! اگر میں آپ کی جگہ ہوتا تو میں ایسا نہ کرتا۔" بیس نے کہا۔

"نہیں۔ بیس۔ مناسب یہی تھا کیونکہ امادہ کاہنہ بننے کی تعلیم لے رہی تھی ار میرے چچا تانوفیر نے کہا تھا کہ بہتر یہی ہو گا کہ میں چلا جاؤں۔ اسی لیے میں ایک فوج کے ساتھ جنگ میں شریک ہونے کے لیے جنوب کی طرف چلا گیا اور وہاں میں نے تمہیں پکڑ کر اپنا غلام بنا لیا۔"

دوسرے دن سہ پہر کے وقت ہم مادر نیل عبور کر چکے تھے۔ اور سورج غروب ہو رہا تھا کہ ممفس کے قدیم اور آباد شہر میں داخل ہو رہے تھے۔ قلعہ کی سفید دیوار پر شاہ کج کلاہ کا علم لہرا رہا تھا۔ بیس نے اس جھنڈے کی طرف اشارہ کر کے کہا:

"معلوم ایسا ہوتا ہے آقا کہ ہم دنیا کے کسی بھی حصے میں چلے جائیں اسی منحوس جھنڈے کو دیکھ لیں گے۔ اور اس کے منحوس سائے سے محفوظ نہ رہ سکیں گے۔" "کاش کہ دیوتا میری عمر دراز کرے اور میں اس جھنڈے پر تھوک دوں اور اسے سرنگوں ہوتے دیکھ سکوں بلکہ خود اپنے ہاتھوں سے اسے خندق کی کیچ میں پھینک سکوں۔" میں نے غصے سے پھنکار کے کہا کیونکہ جیسے جیسے میں امادہ کے قریب ہوتا جا رہا تھا شاہوں کے شاہ کی اس علامت سے میری نفرت بڑھتی جا رہی تھی۔

اور سچ تو یہ ہے کہ میں اپنے آپ کو آمادہ کے بہت قریب محسوس کر رہا تھا۔ پہلے سے کئی گناہ زیادہ قریب کیونکہ جب ہم دنیا کے سب سے زیادہ عظیم اور حیرت انگیز ہیکل کے۔۔۔ یعنی دیوتا فتاح کے ہیکل کے قریب سے گذر کر دیوی ایزلیس کے ہیکل کے قریب پہنچے، تو دیوی کے ہستوں، کاہنوں اور کاہناؤں کا ایک

جلوس گیت گاتا ہوا۔ دیوی کے ہیکل کی طرف جا رہا تھا۔ تاکہ اس کی خدمت میں شاہ کا چڑھاوا چڑھا دیا جائے۔ وہ سب کے سب سفید لباس میں ملبوس تھے۔ یہ جشن کا دن تھا اس لیے کاہنوں کے اس جلوس کے ساتھ گانے والے بھی تھے۔ کاہنوں کے بعد کاہناؤں کا گروہ تھا وہ تھالیوں میں تازہ پھول اٹھائے ہوئے تھیں۔ یہ پھول دیوی ایزلیس کی خدمت میں پیش کئے جانے والے تھے۔ ان پھول بردار کاہناؤں کے آگے آگے تنہا ایک کاہنہ چل رہی تھی۔ وہ سرسم بجا رہی تھی۔

میں اس جلوس سے کافی دور کھڑا ہوا تھا۔ لیکن سب کے آگے چلتی ہوئی اس بلند قامت اور سڈول بدن والی کاہنہ میں کوئی خاص بات تھی کہ اسے دیکھتے ہی میرے دل میں ایک ہلچل مچ گئی۔ اور جب ہم قریب پہنچے ہیں تو معلوم ہوا کہ میرے دل کی یہ حالت کیوں ہو گئی تھی۔ کیونکہ یہ کاہنہ کوئی اور نہیں بلکہ خود امادہ تھی۔ اس نے اپنے چہرے پر باریک نقاب ڈال رکھی تھی۔ لیکن میں اس نقاب میں سے اس کی گھنی کالی بھوئیں۔ غزالی آنکھیں جن میں سمندروں کی سی گہرائی تھی، تنگ دہانہ، اوپر کا محرابی ہونٹ اور وہ تھوڑی جو بہت پیاری تھی دیکھ سکتا تھا۔ اگر اس کے امادہ ہونے میں کوئی شک تھا تو وہ فورا" ہی مٹ گیا۔ کیونکہ ہوا کے ایک جھونکے نے ذرا دیر کے لیے اس کی نقاب اٹھا دی اور مجھے اس کے سینے پر وہ نشان نظر آ گیا جس کے لیے امادہ پورے ملک میں مشہور تھی۔ اور یہ نشان جو اس کے سینے پر تھا۔ اور پیدائشی تھا، ہلال تھا۔ ہلال۔ دیوی ایزلیس کی علامت۔

میں گھوڑے سے کود کر بے اختیار اس کی طرف دوڑ پڑا۔ امادہ نے بھی مجھے دیکھ لیا۔ مجھے دیکھتے ہی اس کے ابرو پر بل پڑ گئے پھر اس کے بشرے سے حیرت کے آثار ہویدا ہوئے اور پھر ان جذبات پر خوشی کے جذبات غالب تھے۔ اس کے ہونٹ ہلے اور مجھے یقین ہے کہ اس نے میرا نام لیا تھا۔ حتیٰ کہ اس کے ہاتھ سے سترم بھی چھوٹ گیا۔

"امادہ!" میں بڑبڑایا۔

میں اس کی طرف بڑھا لیکن مہنت میری طرف دوڑ پڑے، وہ میرے اور امادہ کے درمیان آ کھڑے ہوئے اور انہوں نے مجھے پیچھے ڈھکیل دیا۔ اس اثناء میں

امادہ نے جھک کے سزم اٹھا لیا تھا اور وہ آگے بڑھ چکی تھی اور اس نے ایک دفعہ بھی گھوم کے میری طرف نہ دیکھا۔

"چلے جاؤ' جوان چلے جاؤ۔" مہنتوں نے کہا "تم کوئی بھی۔ چلے جاؤ۔ تم نے مشرقیوں کا لباس زیب تن کر رکھا ہے اس لیے سمجھتے ہو کہ دیوی ایزیس کے غضب سے محفوظ ہو گئے۔؟ نہیں۔ نہیں۔ جاؤ۔ بہتری اسی میں ہے کہ چلے جاؤ۔ ہٹ جاؤ۔"

اور میں پیچھے ہٹ گیا' وہ مہنت میرے سامنے سے گذرے جو دیوی کا بت اٹھائے ہوئے تھے۔ جلوس باب ہیکل میں داخل ہو چکا تھا اور میں رئیس مصر شاکا' اپنے گھوڑے کے قریب کھڑا ہیکل کے دروازے کی طرف دیکھ رہا تھا۔ میں خوش تھا۔ بہت خوش کیونکہ امادہ نہ صرف زندہ اور تندرست تھی بلکہ پہلے سے زیادہ حسین بھی ہو گئی تھی۔ میں خوش تھا کیونکہ مجھے دیکھ کر وہ نہ صرف گڑبڑا گئی تھی بلکہ اس کے بشرے سے مسرت بلکہ انبساط بھی عیاں ہو گیا تھا۔ وہ اب بھی دیوی ایزیس کی خدمت میں تھی اور مہنتوں نے بڑی سختی سے مجھے اس کے سامنے سے ڈھکیل دیا تھا اور میرا خیال ہے کہ جب مقدس دیوی ایزیس کا بت میرے قریب سے گزر رہا تھا تو اس نے خشمناک نظروں سے میری طرف دیکھا تھا تاہم میں خوش تھا۔ بہت خوش کیونکہ امادہ زندہ تھی اور میرے دل میں اس کی محبت بدستور قائم تھی۔

البتہ فرق صرف یہی تھا کہ خاتون ریجنال یوروپی حسن کا نمونہ تھی اور خاتون امادہ مشرقی حسن کا۔ امادہ کی آنکھیں بڑی بڑی قد لانبا اور اعضا سڈول تھے لیکن وہ بیشک خاتون ریجنال تھی اور اس کے سینے پر ہلال کا نشان بھی تھا جب کہ خود خاتون ریجنال کے سینہ پر تھا۔ اور یہی نشان تھا جس کی وجہ سے کاندہ لینڈ کے دو مہنت ہاروت و ماروت اسے اٹھا لے گئے تھے اور انہوں نے کہا تھا کہ یہ نشان صرف اسی عورت کے سینے پر ہوتا ہے جو طفل مقدس کی دایہ اور کاہنہ صدیوں سے بنتی چلی آئی ہو۔

باب 9

محل کے دروازے پر پہنچ کر ہم رتھ سے اتر آئے اور محل میں داخل ہو کر اس کے وسیع عریض کمروں سے گذرنے لگے۔ یہ کمرے خالی پڑے ہوئے تھے۔ اور اب کسی کے استعمال میں نہ آتے تھے۔ کیونکہ مصر میں اب کوئی بادشاہ نہ تھا۔ پیرو آ محل کے ایک بازو میں رہتا تھا اور ہم اسی طرف جا رہے تھے۔ اور وہاں ایک حاجب نے ہمارا استقبال کیا۔ شہزادہ اب بھی ذرا آن بان سے رہتا تھا لیکن یہ آن بان پہلے کی سی نہ تھی۔ اس کی تحویل میں چند ملازم تھے اور اسے وہ لوگ گھیرے رہتے تھے جنہیں کبھی فرعون کے دربار سے "افسر فرعون" کا معزز اور مرعوب کن لقب عطا کیا گیا تھا۔

حاجب ہمیں دعوت کے کمرے کی ڈیوڑھی میں لے گیا اور ہمیں وہیں چھوڑ کر یہ کہہ کر چلا گیا کہ وہ شہزادے کو ہماری آمد کی اطلاع دے آئے۔ کیونکہ وہ شہزادہ پیرو آ' رات کا کھانا کھانے سے پہلے مجھ سے ملنا چاہتا تھا۔ لیکن فوراً" ہی پیرو آ "غالباً" میرا انتظار کر رہا تھا۔ دوسرے دروازے سے ڈیوڑھی میں داخل ہوا پیرو ادھیڑ عمر کا پر رعب شخص تھا۔ اس کی ڈاڑھی سفید ہو چکی تھی اور اس کے ماتھے پر سنہری پٹی بندھی ہوئی تھی۔ جس پر ایک سنہرا سانپ اپنا پھن اٹھائے ہوئے تھا۔ سانپ کے پھن کا یہ تاج وہی پہن سکتا تھا جو شاہی گھرانے کا فرد ہو۔ اس کے بشرے

سے غور و فکر کے جذبات عیاں تھے اور عجیب طرح کی سنجیدگی مترشح تھی۔ اس کی آنکھیں بڑی اور کالی تھیں اور پپوٹے یوں جھکے ہوئے تھے کہ معلوم ہوتا تھا وہ راتوں کو سو نہیں سکتا۔ اور میں دیکھ سکتا تھا کہ وہ ذرا متفکر اور بے چین تھا۔ اس کی نظر ہم پر پڑی تو وہ مسکرا اٹھا۔

"سلام ہو تم پر میرے بھائی شباکا" وہ بولا" یہ دیکھ کر مجھے بے حد مسرت حاصل ہوئی کہ تم مشرق سے صحیح سلامت لوٹ آئے ہو۔ میں وہ خبریں جو تم لائے ہو سننے کے لیے بے تاب ہوں۔ دیوتا کریں کہ جو تم خبریں لے کر آئے ہو وہ خوش گوار ہوں کیونکہ ان دنوں مصر کو ایسی ہی خبروں کی ضرورت ہے۔"

"سلام ہو تم پر شہزادے" میں نے کم سے خم ہو کر جواب دیا "میں اور میرا خادم بخیرو خوبی واپس آ گئے ہیں۔ رہی دوسری باتیں تو ان کا اندازہ آپ ہی لگا سکتے اور آپ ہی فیصلہ کر سکتے ہیں۔"

اور میں نے اپنے چغے میں سے شاہوں کے شاہ کا خط نکال کر اپنے سر پر چڑھایا۔ اور پھر پیرو آ کی طرف بڑھایا۔

"ہوں۔ تو تم بھی مشرقی رسومات کے عادی ہو گئے آخر" اس نے خط لیتے ہوئے کہا "لیکن میں خود اپنے گھر میں' جو کبھی فراعنہ کا محل تھا' ان رسومات کی پابندی نہ کروں گا۔ امن دیوتا میرا گواہ ہے "اور پھر اس نے نہایت تلخی سے اضافہ کیا "میں اپنے وطن کی غلامی کی علامت کے طور پر ایک بدیسی بادشاہ کے خط کو اپنے سر پر نہیں چڑھا سکتا۔"

اور پھر اس نے خط کی مہر چاک کر کے خط کھولا اور پڑھنے لگا۔ جیسے جیسے وہ خط پڑھتا تھا غصے سے اس کا چہرہ متغیر ہوتا جاتا تھا۔

"یہ انتہا ہے" اس نے خط پھینک دیا اور پیر پٹخ کر اور دانت پیس کر کہا۔ "وہ فارسی کتا ہماری بھانجی کو' جو شہزادی اور فراعنہ کی اولاد ہے' اپنے حرم میں داخل کرنا چاہتا ہے کہ وہ اس سے اس وقت تک کھیلتا رہے جب تک اس کی طبیعت سیر نہیں ہو جاتی۔ یہ انتہا ہے۔ دیوتا امن کی قسم میں اپنے ہاتھوں سے امادہ کا گلا گھونٹ دوں گا۔ لیکن اسے اس ہوس پرست کتے کے حوالے نہ کروں گا۔ شباکا!

تمہیں یہ خط لانے اور پھر مجھے دینے کی جرات کیونکر ہوئی۔؟ آج اگر میں ہوتا تو اور زیریس کی قسم تمہیں زندہ ہی حنوط کروا دیتا۔"

"شہزادے! اگر میں یہ خط نہ لایا ہوتا تو بیشک میں زندہ حنوط کروا دیا جاتا میں مجبور تھا چنانچہ یہ خط میں نہ صرف لے آیا بلکہ آپ کے حوالے بھی کر دیا۔ اس کے علاوہ میں سمجھتا ہوں کہ اس کی ایک نقل گورنر مصر ایدارنس کے پاس بھی پہنچ چکی ہے۔ چنانچہ شہزادے! بہتر یہی ہے کہ حقیقت کو خواہ وہ کتنی ہی تلخ کیوں نہ ہو' قبول کر لیا جائے۔ اور آپ بھی یہ سوچ لیجئے کہ اگر آپ نے مجھے قتل کروا دیا تو اس سے آپ کو کوئی فائدہ نہ ہو گا اس کے برخلاف اگر میں زندہ رہا تو آپ کی خدمت کر سکوں گا اور کروں گا۔ اگر آپ خاتون امادہ کو اس ہوس پرست بادشاہ کے پاس بھیجنا نہیں چاہتے تو جلد از جلد کسی سے اس کی شادی کر دیجئے۔ اس کے بعد شاہ مشرق ہاتھ مل کر رہ جائے گا۔

"شادی کر دوں؟ لیکن کس سے؟ میں اس سے شادی نہیں کر سکتا کیونکہ میں اس کا ماموں اور پھر شادی شدہ بھی ہوں۔ کہیں خود تم اس سے شادی کرنا نہیں چاہتے۔ شباکا؟"

"شہزادے! میں امادہ سے محبت کرتا ہوں۔ میں نے بچپن سے اسے چاہا ہے۔" میں نے بیخوفی سے جواب دیا "اس کے علاوہ میں نیچ اور ذلیل بھی نہیں ہوں۔ میری رگوں میں بھی شریف اور شاہی خون گردش کر رہا ہے اور اب میں غریب بھی نہیں رہا کیونکہ مشرق سے بہت سونا لیکر آیا ہوں اور پھر بہادر اور جنگجو بھی ہوں اور اکثر جنگوں میں شریک ہو چکا ہوں۔"

"آہا! تو تم مشرق سے ڈھیروں سونا لیکر آئے ہو اور یہ سونا تم نے کس طرح حاصل کیا ہے؟ خیر یہ داستان بھی پھر کبھی سنوں گا۔ تو تم امادہ سے شادی کرنا چاہتے ہو کیوں؟ مصر کا ایک رئیس زادہ مصر کے شاہی گھرانے کی لڑکی کو اپنی زوجیت میں لینا چاہتا ہے خوب۔ بہت خوب۔ لیکن شباکا! وہ فراعنہ کی براہ راست اولاد ہے اور اگر مصر کبھی آزاد ہو گیا تو پھر تم اس کے تاج و تخت کے مالک ہو گے۔"

"مجھے تاج و تخت کی ضرورت نہیں۔ اگر مصر آزاد ہو گیا تو میں اس کا تاج

و تخت آپ کے اور آپ کی اولاد کے لیے چھوڑ دوں گا۔"

"یہ تو تم کہہ رہے ہو شاباکا اور مجھے یقین ہے کہ تم جیسا کہتے ہو ویسا ہی کرو گے۔ لیکن امادہ کی اولاد کے متعلق تم کیا کہتے ہو؟ کیا وہ مصر کے تخت کے دعویدار نہ ہوں گے۔ جس پر اس کا جائز حق ہو گا؟ اگر تم امادہ کے شوہر بن گئے تو کیا واقعی تم مصر کے تخت کا دعویٰ نہ کرو گے؟ اگر بفرض محال ایسا ہوا بھی تو کیا امادہ اپنا جائز حق چھوڑ دے گی؟ اس کے علاوہ ایزیس کی کاہنہ ہے اور شادی نہ کرنے کا عہد کر چکی ہے۔ تاہم اگر وہ تم سے شادی کرنے کی آرزو مند ہو تو پہلے عہد کو توڑا جا سکتا ہے۔ لیکن اس کے متعلق میں کچھ نہیں کہہ سکتا' تم خواہ امادہ سے مل کر معلوم کر لینا کہ وہ کیا چاہتی ہے۔ بہرحال یہ سب بعد کی باتیں ہیں اس وقت تو تم بھوکے اور تھکے ہوئے ہو اس لیے چلو اب کھانا کھایا جائے۔ اس کے بعد میں تمھاری سرگذشت سنوں گا۔ امادہ اور دوسرے لوگ بھی میرے طرح تمہاری سرگذشت سے محظوظ ہوں گے۔ اس طرف چلو رئیس مصر شاباکا۔"

چنانچہ ہم کھانے کے کمرے میں پہنچے۔ میں خوش تھا کہ آمادہ کو دیکھوں گا۔ لیکن دل ہی دل میں ڈر بھی رہا تھا کہ مجھے اپنی سرگذشت بیان کرنا تھی۔ جس کا اثر پتہ نہیں سامعین پر "عموماً" اور امادہ پر "خصوصاً" کیا ہو گا۔ کمرے میں پیرو آ کی بیوی اور اس کی دو بیٹیاں اس کا انتظار کر رہی تھیں۔ پیرو آ کی بیوی دھرے بدن کی اور رحمدل عورت تھی۔ لڑکیاں خوبصورت اور خوش مزاج تھیں ان دونوں لڑکیوں کا درمیان پیروا کا بیٹا' جس کی عمر سولہ سال تھی اور پیرو آ کی آخری اولاد تھا۔ کھڑا ہوا تھا۔ چند معزز امراء بھی پیرو آ کا انتظار کر رہے تھے۔ کمرے کے سرے پر کھانے کی دوسری میز تھی اور اس میز پر نچلے عہدے دار اور ان کی بیویاں بیٹھی ہوئی تھیں۔ پیرو آ فرعون نہ تھا تاہم اس کی خوبو اب بھی وہی تھی۔ شہزادے اور شہزادیوں نے میرا اور بیس کا استقبال کر کے ہمیں خوش آمدید کہا۔ بیس اپنی دلچسپ باتوں اور لطیفہ بازی کی وجہ سے یہاں ہر دلعزیز تھا۔ بیس اپنا سر ہلا کر اور مسکرا کے اس دوسری چیز کی طرف چلا گیا۔ جو گھرانے کے کم رتبے کے لوگوں کے لیے تھی میری نظریں امادہ کو تلاش کر رہی تھیں لیکن وہ کہیں نظر نہیں آتی تھی۔ بہرحال جب ہم

میز کے گرد گدوں پر بیٹھ رہے تھے تو وہ کمرے میں داخل ہوئی اور اس وقت اس نے کاہنہ کا نہیں بلکہ شہزادیوں کا لباس پہن رکھا تھا اور سر پر وہ سنہرا تاج تھا جس پر سانپ کا سنہرا پھن بنا ہوا تھا۔ اب اسے اتفاق کہیے یا خوبی قسمت کہ میز پر صرف ایک جگہ خالی تھی اور یہ جگہ میرے پہلو میں تھی اور اس سے پہلے کہ اسے احساس ہو تا کہ وہ کس کے قریب بیٹھ رہی ہے وہ اس خالی جگہ میں اور میرے قریب بیٹھ چکی تھی۔ چند لمحوں تک وہ اپنی تاخیر کے لیے معذرت کرتی رہی اور کہا کہ ہیکل میں چڑھاوے کی رسومات ادا کرنے میں اسے دیر ہو گئی۔ دفعتاً" اس کی نظر مجھ پر پڑی' مجھے پہچان کر وہ چونکی' ذرا بے چین نظر آنے لگی اور وہ اٹھ کر مجھ سے دور بیٹھنے کے متعلق سوچ رہی تھی لیکن آخر کار اس نے اپنا ارادہ ترک کر دیا اور میرے قریب ہی بیٹھ رہی۔

"خوش آمدید شاباکا" اس نے کہا "حالانکہ یہ پہلی نہیں بلکہ دوسری دفعہ میں نے تمہیں خوش آمدید کہا ہے۔ وہاں ہیکل کے قریب آج شام کو جب میں نے تمہیں مشرقی لباس میں اپنے سامنے کھڑے دیکھا تو میرا دل خوشی سے ناچ اٹھا تھا کیونکہ تم اپنی آوارہ گردیوں سے صحیح و سلامت لوٹ آئے تھے۔ لیکن شاباکا اس وقت چونکہ میرے خیالات بھٹک گئے تھے اس لیے کفارہ ادا کرنے کے لیے مجھے دو عبادتیں زیادہ کرنی پڑی تھیں۔"

"سلام ہو تم پر امادہ" میں نے کہا۔

"ہاں شاباکا! بڑی بدگمان ہے وہ اور اسے ایسا ہونا بھی چاہیے کیونکہ ملکہ حسن ہے اور چاہتی ہے کہ اپنے پرستاروں کے دل پر تنہا وہی حکومت کرتی رہے۔ لیکن چھوڑ دو ان باتوں کو اور اپنے سفر کے حالات سناؤ اور بتاؤ کہ موتیوں کی مالا' جو تمہاری گردن میں پڑی ہوئی ہے' تمہارے پاس کہاں سے آئی۔ بشرطیکہ یہ موتی ہی ہوں کیونکہ اتنے بڑے اور ایسے چمکدار موتی کم سے کم میں نے تو پہلے کبھی دیکھے نہیں۔"

لیکن اس وقت مجھے اپنی سرگذشت سنانے کا موقعہ نہ ملا کیونکہ پیرو آ کی بڑی لڑکی میز کے دوسری طرف سے امادہ کو مخاطب کر کے کسی جشن کے متعلق' جو

جلد ہی منایا جانے والا تھا' کچھ پوچھ رہی تھا اور ادھر پیرو آ کا بیٹا' جو شکار کا شوقین تھا' مجھ سے مشرق میں شکار کے طریقوں اور وہاں کے کھیل کود کے متعلق پوچھ رہا تھا۔ اور بدقسمتی سے میرے منہ سے نکل گیا کہ میں نے وہاں شیروں کا شکار کیا تھا۔ بس پھر کہاں جاتا ہوں؟ اس نے مارے سوالات کے میرا ناطقہ بند کر دیا۔

"شباکا! تم بڑے تندرست لیکن ذرا تھکے ہوئے نظر آتے ہو۔ اور میرے خیال میں پہلے سے کچھ زیادہ اداس ہو۔"

"شاید اس لیے کہ میں نے کچھ ایسی باتیں دیکھی ہیں جو کسی کو بھی اداس اور افسردہ کر دینے کے لیے کافی ہو سکتی ہیں۔ اور امادہ! تم بھی بڑی تندرست اور پہلے سے زیادہ حسین نظر آتی ہو۔"

اس کے رخسار شرم سے سرخ ہو گئے اور پھر اس نے مسکرا کر جواب دیا:

"شباکا! مشرقی خواتین نے تمہیں باتیں بنانا سکھا دیا ہے شاید۔ لیکن تمہیں اپنی خوش بیانی کو مجھ پر آزمانا چاہیے کیونکہ میں اس خود پسندی سے توبہ کر چکی ہوں جو صرف صنف نازک سے مخصوص ہے۔ میں نے تو اپنے آپ کو علم اور مذہب کے لیے وقف کر دیا ہے۔"

"لیکن کیا علم اور مذہب میں خود پسندی نہیں ہے؟ میں نے کہنا شروع کیا ہی تھا کہ پیرو آ نے کھانا ختم ہونے کا اشارہ کیا۔

چنانچہ یوں ہوا کہ کمرے میں سے میزیں ہٹا دی گئیں اور اب ہم اپنے ہاتھوں میں صرف جام لیے بیٹھے تھے ایک ساقی وقتاً" فوقتاً" یہ جام بھر دیتا تھا اور جب کافی پانی ملی شراب سے جام بھر رہا تھا تو دفعتہ" مجھے کچھ یاد آ گیا اور میں نے بیس کو قریب بلا کر اس سے وہ سنہرا جام لے لیا جو مجھے شاہوں کے شاہ نے دیا تھا۔ میرے حکم کے مطابق بیس یہ جام ایک کپڑے میں لپیٹ کر اپنے چغے میں رکھ کر لے آیا تھا۔ میں نے جام پر لپٹا ہوا کپڑا ہٹا کر جام پیرو آ کی خدمت میں پیش کر دیا۔

"یہ عجیب چیز کیا ہے شباکا؟" جب تمام امراء جام کو دیکھ کر اور اس کی تعریف کر چکے تو پیرو آ نے جام اپنے ہاتھ میں لیکر کہا "یہ وہ تحفہ ہے جو شاہ مشرق نے میرے لیے بھیجا ہے؟"

"شہزادے! یہ وہ تحفہ ہے جو میں پیش کر رہا ہوں۔ گر قبول افتد زہے عزو شرف"

میں نے جواب دیا اور پھر کہا "تاہم یہ صحیح ہے کہ یہ جام شاہ مشرق کا ہی ہے اور وہ جام ہے جس سے خود شاہ مشرق شراب پیا کرتا تھا۔ ایک خاص کمان کے عوض اس نے یہ جام مجھے دیا تھا حالانکہ یہ اور بات ہے کہ وہ کمان اسے نہ دی گئی جسے وہ حاصل کرنا چاہتا تھا۔"

"معلوم ہوتا ہے کہ شاہ مشرق کی نظروں میں تم نے وہ مقام حاصل کر لیا ہے جو کوئی بھی مصری حاصل نہیں کر سکتا۔ پیرو آ نے حیرت سے کہا "پھر جلدی سے بولا۔ "بہرحال میں تمہارے اس غصے کا شکریہ ادا کرتا ہوں اور تم نے یہ جام کسی بھی طریقے سے حاصل کیا ہو۔ میں اس تحفے کی بہرحال قدر کرتا ہوں اور خود تمہیں ہمیشہ یاد رکھوں گا شباکا!"

"مناسب ہو گا شباکا کہ اب ہمیں اپنے سفر کے حالات سنا دیں" امادہ نے کہا "غالباً" آپ سب یہ معلوم کرنے کے لیے بے تاب ہوں گے کہ انہوں نے یہ عمدہ چیزیں جو آنکھوں میں چکاچوند پیدا کر دیتی ہیں' کس طرح اور کہاں سے حاصل کیں۔" اور اس نے میرے گلے میں پڑی ہوئی بے بہا موتیوں کی مالا کی طرف دیکھا۔

اور میرا جی چاہا کہ میں اسی وقت یہ مالا امادہ کی خدمت میں پیش کر دوں لیکن مجھے اپنی والدہ کے الفاظ یاد آ گئے اس کے علاوہ وہ یہ بھی خیال آیا کہ اگر میں نے مالا امادہ کو دیدی تو یہ بات شہزادیوں کو بری معلوم ہو گی۔ چنانچہ بیس پیرو آ کے حکم سے میرے قدموں میں بیٹھ گیا کہ میرے بعد وہ بھی اپنی کہانی سنا دے۔ اور میں نے اپنی سرگذشت بیان کرنا شروع کی۔

میری یہ سرگذشت خاصی طویل تھی کیونکہ اس میں میری کہانی کا وہ حصہ بھی شامل تھا جو میں نے دور جدید کے ایلن کو اٹرمین نے نہ دیکھا تھا۔ یعنی بادشاہ کے ساتھ شکار میں شامل ہونے سے پہلے کے واقعات جو مجھے ایلن کو اٹرمین کو نہ دکھائے گئے تھے۔ چنانچہ اس پہلے حصہ میں میرے سفر کی تفصیلات تھیں جن کو یہاں دہرانا

فضول ہے۔ کیونکہ وہ غیر ضروری ہیں۔ اور پھر میں نے بادشاہ کے ساتھ شکار میں شریک ہونے اور شرط جیتنے میں بیس کو سونے تولے جانے او رپھر مجھے کشتی میں لٹائے جانے کی تفصیلات بیان کیں اور میں نے دیکھا کہ میری سزا اور میری تکلیفوں کی تفصیلات سن کے امادہ کا رنگ زرد ہو گیا اور وہ کانپ گئی۔

اور یہاں پہنچ کے میں نے اپنی سرگذشت ختم کر دی اور کہا کہ بقیہ داستان بیس بیان کرے گا۔ کیونکہ میں تو کشتی میں پڑا ہوا تھا۔ اور بیس محل میں تھا۔ چنانچہ وہ جانتا ہے کہ محل میں کیا واقعات ہوئے۔ اس پر سب لوگ چلائے کہ "بیس۔ کہانی بیان کرو۔" اور بیس بڑی تفصیل سے واقعات بیان کرنے لگا اور اس قدر تفصیل اور خوبی سے کہ شاہ مشرق کے محل اور دعوت کا منظر سامعین کی نظروں کے سامنے گھوم گیا۔ اب وہ کہہ رہا تھا کہ بادشاہ نے اس سے پوچھا کہ اس نے' بیس نے' بادشاہ کی رقاصاؤں سے زیادہ حسین کوئی اور لڑکی دیکھی ہے۔

"اے شہزادے" بیس نے کہا "میں نے جواب دیا کہ ہاں دیکھی ہے۔ میں نے کہا کہ مصر میں شاہی خاندان کی ایک حسینہ ہے جس کی آنکھیں تاروں جیسی' بال ریشم کی طرح ملائم اور گھوڑے کی دم کی طرح لانبے ہیں اور جو گویا مجسم حسن کی دیوی ہے۔ اس کی سانس میں تازہ پھولوں کی خوشبو ہے اور اس کی جلد کی رنگت دودھ کی طرح اور اس کی آواز میں شہد کی مٹھاس ہے اور اس کا علم دیوتا تومت کی طرح ہے۔ بذلہ سنجی میں وہ اپنی مثال آپ ہے۔

ہوشیاری اور عقلمندی میں وہ کبھی بھی بادشاہ سے بڑھ کے ہے اس کے دانت موتیوں کی طرح اور ہونٹ گلاب کی پنکھڑیوں کی طرح ہیں جن پر خود بھونرے دھوکا کھا جائیں۔ اس کے بشرے پر بادشاہوں کا جلال ہے' چال میں نرمل چشمے کی روانی ہے' رخساروں پر گلاب کھلتے ہیں اور انگلیوں کے ناخن سپنوں کی طرح ہیں اور ۔۔۔ اب یاد نہیں آ رہا کہ میں نے اور کیا کیا کہا تھا۔

"اور یاد کرنے کی ضرورت بھی نہیں۔ کیونکہ اتنی ہی تعریف کافی ہے۔ ہاں تو پھر بادشاہ نے کیا کہا؟" پیرو آ نے پوچھا۔

"بادشاہ نے اس حسینہ کا نام پوچھا۔

"اور تم نے اس حسینہ کا کیا نام بتایا جس کی خوبیوں پر دیویاں بھی رشک کریں؟"

امادہ نے بڑے اشتیاق سے پوچھا۔

"یہ مجھے ہی بتانا پڑے گا؟ کیا آپ اندازہ نہیں لگا سکتیں؟" بیس نے پوچھا۔

امادہ نے کوئی جواب نہ دیا البتہ نفی میں سر ہلا دیا۔

"شہزادی صاحبہ!" بیس نے کہا "وہ لڑکی جس کے حسن پر دیویاں بھی رشک کریں سوائے آپ کے اور کون ہو سکتی ہے؟ چنانچہ میں نے شاہوں کے شاہ سے کہا کہ اس حسینہ کا نام خاتون امادہ ہے۔"

میں ایک دم سے گھبرا گیا اور اس سے پہلے کہ میں کچھ کہہ سکتا امادہ ایک جھٹکے کے ساتھ اٹھ کھڑی ہو چکی تھی۔

"ذلیل بونے! وہ چلائی "اس بادشاہ کے سامنے تجھے میرا نام لینے کی جرات کیونکر ہوئی؟ دیوتاؤں کی قسم میں تیری کھال کھنچوا لوں گی۔"

"آپ کو غصہ نہ کرنا چاہیے شہزادی صاحبہ" بیس نے بڑے سکون سے کہا۔ "بھلا میں اس بات کو برداشت کر سکتا تھا۔ مشرق کے بڑے لوگ اپنی موٹی' پھوہڑ اور آوارہ مزاج عورتوں کی تعریف کرتے رہیں؟ آپ کے ہوتے ہوئے بھلا میں ان کی یہ باتیں سن سکتا تھا؟ چنانچہ شہزادی صاحبہ! بادشاہ کے سامنے آپ کی تعریف کر کے میں نے نہ صرف اپنی وفاداری بلکہ سچائی کا بھی ثبوت دیا ہے۔"

"بدتمیز بونے! تجھے کوڑے لگوائے جائیں گے" امادہ نے پیر پٹخ کے کہا اور پیرو آ کی طرف گھوم کر بولی "ماموں جان! اس غلام کو اس کی گستاخی کی سزا دی جائے اسے کوڑے لگائے جائیں یہاں تک کہ اس کی کھال ادھڑ جائے۔"

"نہیں امادہ" پیرو آ نے کہا۔ "بیس صاف دل اور مخلص آدمی ہے اور اس نے جو کچھ کہا نیک نیتی سے کہا۔ غصہ تھوک دو امادہ۔ ہاں اگر شاکا نے بادشاہ کو تمہارا نام بتایا ہوتا تو بات دوسری تھی۔ ہاں تو پھر کیا ہوا بیس؟"

"ہونا کیا تھا حضور" بیس نے کہا اور چھت کی طرف دیکھ کر اپنے دیدے گھمانے لگا۔ جب وہ کوئی زبردست جھوٹ گھڑ لیتے ہوتا تو اپنے دیدے اسی طرح سے

گھمایا کرتا۔" ہوتا کیا تھا حضور۔ پھر بادشاہ نے اپنے آدمیوں کو دوڑا دیا کہ وہ میرے آقا کو کشتی میں سے لے آئیں اور بادشاہ ان سے معلوم کر سکے کہ میں نے جو کچھ کہا ہے اس میں کہاں تک صداقت ہے بات یہ ہے حضور کہ مشرقی لوگ سچ کو بڑی اہمیت دیتے ہیں اور کوئی فیصلہ کرنے سے پہلے وہ بات کی تصدیق کر لیتے ہیں ہم مصر میں سچائی کی دیوی کی پرستش کرتے ہیں لیکن مشرقیوں کی ایسی کوئی دیوی نہیں ہے یوں کہئے کہ اس کا بت نہیں البتہ ہر مشرقی کے دل میں یہ دیوی براجمان ہے۔

اور اب سب حیرت سے بیس کی طرف دیکھنے لگے خود بیس چھت پر نظریں گاڑے ہوئے تھا معاملہ بگڑتے دیکھ کر میں کچھ کہنے کے لیے اٹھا۔ یاد نہیں آرہا کہ میں کیا کہنا چاہتا تھا۔ لیکن ابھی میں اٹھا ہی تھا کہ یکایک ایک کمرے کا دروازہ کھلا اور شاہی نقیب کمرے میں در آئے انہوں نے چیخ کر کہا: مصر کے شہزادے سنو! پیرو آ! سنو شاہ شاہان کا پیغام پڑھو اور اس پر عمل کرو اس کا حکم سنو اور سر تسلیم خم کر دو"

اور یوں چیخ کر وہ دائیں بائیں ہٹ گئے اور ایک شخص جو مشرقیوں کا لباس پہنے ہوئے تھا اور گرد و غبار میں اٹا ہوا تھا ان کے درمیان سے نکل کر آگے بڑھا پیروآ کو سلام کئے بغیر اس نے اپنے چغے کے گریبان میں ہاتھ ڈال کر لپٹا ہوا خط بر آمد کیا' چوم کر اسے اپنے ماتھے سے لگایا اور پیرو آ کی طرف بڑھا کر بولا۔

"شاہان کے خادم! یہ ہے شاہ عالم کا پیغام اسے پڑھو اسے اور شاہ کج کلاہ کے حکم کی تعمیل کرو اور جان لو کہ ہم شاہ شاہان کے پیروں کی دھول ہیں۔

پیرو آ نے خط لے لیا وہ اسے ماتھے سے تو کیا لگاتا البتہ اس نے اسے ذرا سا اوپر اٹھا دیا اور پھر وہ اسے کھول کر پڑھنے لگا اور جب وہ بادشاہ کا نامہ پڑھ چکا تو میں نے دیکھا کہ اس کی آنکھوں میں خون اتر آیا تھا اور گلے کی رگیں پھول گئی تھیں لیکن اس نے اپنے غصے کو دبا کر سفیر سے کہا۔

"معزز سفیر! اس وقت تو ہم جشن دعوت منا رہے ہیں چنانچہ اس خط کا جواب تمہیں کل دیا جائے گا کہ تم اس گورنر ایدارنس کے پاس پہنچا دینا تم میرے مہمان ہو چنانچہ میرے خادم تمہارے کھانے اور رہائش کا انتظام کر دیں گے۔ بس جاؤ۔"

"پیرو آ مناسب ہو گا کہ اس خط کا جواب جلد از جلد دے دیا جائے مبادا تمہیں بھی جانا پڑے "سفیر نے بڑی گستاخی سے کہا

اور پھر وہ الٹے قدموں چلنے کی بجائے پلٹ کر اور پیرو آ کی طرف پیٹھ کر کے دروازے کی طرف بڑھا اور اپنے ساتھیوں کو لیکر باہر نکل گیا۔

جب وہ لوگ جا چکے تو دروازہ بند ہونے کے بعد پیرو آ نے کمرے میں موجود لوگوں کو مخاطب کر کے غصے سے کانپتی آواز میں کہا۔

"تم سب بھی بادشاہ کا فرمان سن لو"

اور اس نے پڑھنا شروع کیا۔

"یہ فرمان ہے شاہ شاہان اور لرزندہ جہاں کا اپنے ایک حلقہ بگوش کے نام جو مصر میں ہے۔ اس لڑکی کو جس کا نام امادہ ہے جو شاہی خاندان سے ہے اور جو تمہاری عزیز ہے اور جس کے تم سرپرست ہو ہمارے گورنر ایدارنس کے فوراً" حوالے کر دو تاکہ ایدارنس اسے بلا تاخیر ہماری خدمت میں روانہ کر دے اور ہم اسے اپنے حرم میں داخل کر لیں تعمیل ہو' تعمیل ہو' تعمیل ہو۔"

کمرے میں خاموشی طاری ہو گئی ہر شخص سناٹے کے عالم میں کھڑا تھا اور امادہ تو گویا بت ہی بن گئی تھی اور اس سے پہلے کہ وہ اپنے جذبات پر قابو حاصل کر کے کچھ کہتی پیرو آ نے کہنا شروع کیا۔

"تم لوگوں نے سمجھ ہی لیا ہو گا کہ مشرق اب مجھ سے جھگڑا کرنا چاہتا ہے تاکہ مجھے اور مصر کو کچل کر رکھ دے نہیں امادہ کچھ کہنے کی ضرورت نہیں گھبراؤ نہیں امادہ تمہیں اس ہوس پرست بادشاہ کے پاس نہ بھیجا جائے گا اگر کوئی راستہ نہ ہوا تو میں خود اپنے ہاتھوں سے تمہارا گلا گھونٹ دوں گا لیکن سوال یہ ہے کہ اس خط کا جواب کیا دیا جائے کیونکہ یہ مسئلہ اہم ہے اور اسی پر ہماری زندگیوں کا انحصار ہے یہ یاد رکھو کہ سائیس میں ایدارنس کے پاس زبردست فوج موجود ہے اور اگر میں نے جواب نفی میں دیا تو وہ بلا تاخیر ہم پر حملہ کرے گا اور اس کی ہدایت اسے خود بادشاہ کی طرف سے مل چکی ہو گی اب بتاؤ کہ ہمیں کیا کرنا چاہیے؟ ہم یہیں رکے رہیں اور مشرقیوں سے جنگ کریں یا محل خالی کر کے مصر بالا کی طرف فرار ہو جائیں اور

وہیں مشرقیوں کا مقابلہ کریں"

پیرو آ کے مشیر اور امراء گڑبڑا گئے وہ ایک دوسرے کی صورت دیکھنے لگے کوئی جواب ان کی سمجھ میں نہ آیا لیکن بیس نے میرے کان میں کہا۔ "آقا! آپ کے پاس سفید مہر موجود ہی ہے چنانچہ یہی مہر لگا کر ایدارنس کو جواب بھیج دیا جائے کہ وہ یہاں آ جائے۔

چنانچہ اب میں اٹھا اور میں نے کہا۔

"شہزادے پیرو آ! خوش قسمتی سے شاہ مشرق کی وہ ذاتی مہر میرے پاس ہے جس کا حکم مشرق و مغرب اور شمال و جنوب میں چلتا ہے اس مہر کے تحت جو حکم دیا جاتا ہے اسے تسلیم کرنا بادشاہ کے ہر وفادار کا فرض ہوتا ہے دیکھو یہ وہ مہر ہے۔ اور میں نے اپنی گردن سے مہر نکال کر پیرو آ کی ہتھیلی پر رکھ دی۔

پیرو آ نے اسے حیرت سے الٹ پلٹ کر دیکھا اور پھر مشیروں نے یکے بعد دیگرے اسے الٹ پلٹ کر دیکھا اور پھر سب نے تقریباً" ایک زبان ہو کر کہا۔

"بیشک یہ مہر مقدس ہے شاہ شاہان کی سفید مہر" اور وہ سب کے سب اس لعنتی چیز کے سامنے جھک گئے۔

"شباکا! یہ مہر تمہارے پاس کہاں سے اور کیسے آئی یہ ہم نہیں جانتے اس کی تحقیق ہم بعد میں کریں گے "پیرو آ نے کہا' لیکن یہ یقیناً وہی مہر ہے جو فارس کے بادشاہوں کے پاس نسلاً" بعد نسلاً" چلی آ رہی ہے۔ یہ وہی مہر ہے جو بادشاہ کی گردن میں پڑی رہتی ہے اور یہ وہی مہر ہے جس کا نقش بادشاہ اپنے ذاتی خطوط و احکامات پر بنا دیتا ہے اور یہ وہی مہر ہے جس کا نقش فارسیوں کے جھنڈے پر بنا ہوا ہے۔

"بیشک یہ وہی مہر ہے" میں نے کہا "اور یہ مہر بادشاہ کی گردن سے عارضی طور پر میری گردن میں منتقل ہو گئی ہے۔ اگر آپ کو اس کے حقیقی ہونے میں شک ہو تو وہ نقل منگائی جائے جو دنیا کے ہر ملک میں بادشاہ کے ہر گورنر اور ہر بڑے آفسر کے پاس موجود ہے اس نقل اور اصل مہر کے نقش کو ملایا جائے اس کے بعد یقین ہے کہ کسی کو اسکے حقیقی ہونے میں شک نہ ہو گا۔"

"اگر یہ حقیقی مہر ہے شباکا تو تم ہماری مدد کرنے کے لیے اسے کس طرح استعمال کرو گے؟"

"سنو شہزادے!" میں نے کہا "میں اس مہر کے تحت گورنر ایدارنس کو یہ حکم دوں گا کہ وہ اس شخص سے' جس کے پاس مہر مقدس ہے ملاقات کرنے کے لیے فوراً" ممفس آ جائے' ظاہر ہے کہ ایدارنس کو شک ہو جائے گا کہ اسے پھانسنے کیلئے یہاں کوئی جال بچھایا گیا ہے اس لیے اس وقت تک وہ ممفس کا رخ نہ کرے گا جب تک کہ کافی بڑی فوج جمع نہ کر لے اس کے بعد وہ یہاں آئے گا لیکن شہزادے! اس عرصہ میں آپ بھی فوج جمع کر سکتے ہیں"

"اور فوج جمع کرنے کیلئے سونے کی ضرورت ہے شباکا اور میرے خزانے میں کچھ نہیں ہے شاہ فارس خراج کے طور پر ایک ایک تنکا سمیٹ لے جاتا ہے۔"

"شہزادے! میرے پاس اتنا سونا ہے کہ اس میں ایک وزنی شخص کو تولا جا سکتا ہے مصر کی خدمت میں سونا پیش کر رہا ہوں۔"

"میں تمہارا شکریہ ادا کرتا ہوں شباکا یقین کرو اس سخاوت کا بدلہ تمہیں مل جائے گا "اور پرو آ نے آمادہ کی طرف دیکھا "موخر الذکر نے اپنی نظریں جھکالیں" اچھا اب اگر ہم نے فوجیں جمع کر لیں' پھر کیا ہو گا

"پھر یہ شہزادے! ہم ممفس میں دفاعی انتظامات مکمل کر لیں گے اور قلعہ وغیرہ کی مرمت بھی ہو جائے گی اور جب ایدارنس آئے گا تو میں اس سے ملاقات کروں گا اور چونکہ مہر میرے پاس ہو گی اس لیے اسے حکم دوں گا کہ وہ اپنی فوجیں یہاں سے ہٹالے۔

"بفرض محال ایدارنس نے اپنی فوجیں بھی ہٹالیں تو اس کی یہ مراجعت عارضی ہو گی کیونکہ جلد ہی بادشاہ کا دوسرا حکم اس کے پاس آ جائے گا اور پھر فوجیں لیکر چڑھ دوڑے گا۔

"نہیں شہزادے وہ پھر نہ چڑھ دوڑے گا کم سے کم اس فوج کے ساتھ نہیں جسے وہ لے کر آئے گا کیونکہ جب ایدارنس کی فوجیں واپس جا رہی ہوں گی تو ہم دفعتاً" ان پر حملہ آور ہو جائیں گے ان سب کو موت کے گھاٹ اتار دیں گے

اور پھر اے پیرو آ مصر کا تاج آپ کے سر پر رکھ کے آپ کے فرعون ہونے کا اعلان کر دیں گے حالانکہ یہ میں نہیں جانتا کہ اس کے بعد کیا ہو گا؟"

کمرے میں موجود لوگوں نے یہ بات سنی تو ان کے منہ مارے حیرت کے کھل گئے اور آنکھیں پھٹ گئیں میں نے اپنے ملک کے رواج کے مطابق خوشی کا اظہار تالیاں بجا کے کیا اور امادہ نے آہستہ سے کہا۔

"خوب کہا شاباکا' خوب کہا"

"بڑا ہی دانشمندانہ اور بڑا ہی دلیرانہ مشورہ" پیرو آ نے کہا "لیکن اس مشورے پر غور کرنا ضروری ہے چنانچہ کل شاباکا سورج طلوع ہونے کے ایک گھنٹے بعد یہاں آ جاؤ اس عرصہ میں ممفس کے تمام عقلمند بزرگوں کو طلب کر لوں گا اور پھر اس مسئلے پر بحث کریں گے' لو یہ مہر کی نقل آ گئی"

ایک چھوٹی سی ڈبیہ لا کر کھولی گئی ڈبیہ میں لکڑی کا ایک تختہ تھا جس پر موم کے ذریعہ اصل مہر کا نقش بنایا گیا تھا میں نے اصل مہر پیرو آ کو دیدی اس نے اصل اور نقل کے نقوش کا مقابلہ کیا اور دونوں کے نقش موم پر بنا کے کہا:

"اے معزز امراء! بیشک شاباکا کے پاس اصل مہر ہے تم سب دیکھ کر اپنا اطمینان کر لو"

تمام امراء نے یکے بعد دیگرے دونوں نقش دیکھے اثبات میں سر ہلایا اپنے اطمینان کا اظہار کیا اور اب پیرو آ نے اصل مہر میری طرف بڑھا دی لیکن میں نے نفی میں سر ہلا کے کہا۔

"شہزادے! یہ مناسب نہیں ہے کہ یہ مقدس علامت میری گردن میں لٹکتی رہے میں ایک معمولی شہری ہوں اور ہو سکتا ہے کہ میرے پاس سے کہیں گم ہو جائے یا چوری ہو جائے"

"اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس مہر کی خاطر تمہارا خون کر دیا جائے" پیرو آ نے کہا۔

"ہاں یہ بھی ہو سکتا ہے اس لیے آپ اسے اپنے پاس ہی رکھئے اور محل میں کسی محفوظ مقام پر چھپا دیجئے اور اس کے ساتھ ان بے بہا موتیوں کو بھی کیونکہ

انہیں پہن کر رات کے وقت مصر کی سڑکوں پر سے گذرنا خطرے سے خالی نہیں ہے ہاں اگر---" اور میں اس طرف گھوم گیا جہاں امادہ بیٹھی ہوئی تھی' لیکن اب وہ وہاں نہ تھی' وہ جا چکی تھی۔

اس لیے مہر اور موتیوں کو مہر کے نقش کے ساتھ ڈبیہ میں رکھدیا گیا اور فوراً" ہی اس ڈبیہ کو وہاں سے ہٹا دیا گیا اور یہ اچھا ہی ہوا جیسا کہ آگے چل کر معلوم ہو گا اب میں نے پیرو آ اور امراء کو شب بخیر کہا اور چند ثانیوں بعد ہی میں کھڑا اپنے گھر کو جا رہا تھا۔

ہمارا رتھ ان مکانات کے درمیان سے گذر رہا تھا جن میں کبھی فرعون کے افسر رہا کرتے تھے۔ لیکن اب چونکہ فرعون ہی نہ رہا تھا اس لیے یہ مکانات خالی پڑے ہوئے تھے۔ یکایک ان مکانات کے سائے میں سے انسانوں کا ایک گروہ لپک کر سڑک پر آ گیا۔ ان لوگوں نے عام لیٹروں کا سا لباس پہن رکھا تھا اور ان کے چہرے پر سیاہ نقابیں پڑی ہوئی تھیں۔ اور ان نقابوں میں آنکھوں کی جگہ دو سوراخ بنے ہوئے تھے ان لوگوں نے آگے بڑھ کر رتھ کے گھوڑوں کی لگامیں پکڑ کر انہیں روک لیا اور اس سے پہلے کہ ہم کچھ سمجھ سکتے یا کچھ کر سکتے وہ ہم پر ٹوٹ پڑے اور چشم زدن میں ہم ان کے ہاتھوں میں بے بس تھے اور پھر اس گروہ کے بلند قامت نقاب پوش نے بدیسی لب و لہجہ میں کہا۔

"اس شخص اور بونے کی تلاشی لو اور مہر اور بے بہا موتیوں کی مالا اتار لو اس کے گلے سے یہ کمبخت مصری دونوں چیزیں چرا کر لایا ہے لیکن ان میں سے کسی ایک کو ذرا بھی نقصان نہ پہنچنے پائے"

اس کے بعد ان لوگوں نے میری اور بیس کی تلاشی لی اور رتھ کا ایک ایک کونا دیکھ ڈالا لیکن ہمارے پاس کچھ ہوتا تو ملتا۔

"معلوم ہوتا ہے کہ ہم نے غلط شخص کو پکڑ لیا ہے" بلند قامت نقاب پوش بڑبڑایا۔ "چلو" اور وہ ہمیں چھوڑ کر بھاگ گئے۔

"بیس یہ اچھا ہوا کہ میں نے وہ مہر اور موتیوں کی مالا پیرو آ کی حفاظت میں دیدی" میں نے کہا "ان چوروں کو کچھ نہ ملا"

"جی ہاں آقا" بیس نے جواب دیا "لیکن میں نے ان چوروں سے کچھ حاصل کرلیا ہے" اس کی یہ بات میں اس وقت سمجھ نہ سکا آقا! ان مشرقیوں نے جن سے ہماری ملاقات نہر پر ہوئی تھی ایدارنس کو مہر کے متعلق سب کچھ بتا دیا ہے۔ چنانچہ اسی کے حکم سے ہمیں روکا گیا اور ہماری تلاشی لی گئی وہ بلند قامت نقاب پوش سفیروں میں ایک تھا جو آج پیرو آ کے محل میں آئے تھے۔"

"تو ان لوگوں نے ہمیں قتل کیوں نہ کر دیا بیس؟"

"اس لیے کہ آقا! کسی کا بھی اور خصوصاً" اس کا جس کے پاس مہر ہو خون کرنا خطرے سے نہیں کیونکہ خونیوں کا سراغ لگایا جا سکتا ہے اس کے برخلاف چوروں کا خصوصاً" ان چوروں کا جو اپنی کوشش میں ناکام رہے ہوں سراغ لگانے کی زحمت کون گوارہ کرے گا آہ آقا! مقدس ٹڈے یا امن یا پھر دونوں کی ہم پر مہربانی ہو گئی آج رات ورنہ دیوتا جانیں کیا سے کیا ہو جاتا"

"خود میں بھی کچھ یونہی سوچ رہا تھا لیکن میں نے کچھ کہنا مناسب نہ سمجھا اور اس کی کوئی ضرورت بھی نہ تھی کیونکہ ہم بچ گئے تھے اور بخیر و عافیت تھے بہرحال نقاب پوش کے اس حملے سے ایک بات صاف ہو گئی تھی اور وہ یہ کہ مصر میں بھی لوگ مہر مقدس سے ڈرتے تھے اور اسے حاصل کرنے کی کوشش کرتے تھے اب اگر یہ مہر ایدارنس کے قبضے میں پہنچ جاتی تو وہ کیا کچھ نہ کر سکتا تھا حتیٰ کہ وہ شام مشرق کی غلامی سے آزاد ہو کر اپنے فرعون ہونے کا اعلان کر دیتا اور اس طرح فراعنہ مصر کے ایک نئے سلسلے کا جد امجد بن جاتا' اور غالباً" مصر بدیسی بادشاہ کی غلامی اور خراج وغیرہ سے آزاد ہو جاتا مصر محصول ادا کر کے کنگال ہو گیا ہے بالکل اور اگر ایسا ہی ہے--- اگر مہر مقدس کے سہارے ایدارنس اپنے فرعون ہونے کا اعلان کر سکتا ہے تو پھر پیرو آ کیوں نہیں کر سکتا جس کی مدد کے لیے مصر کا بچہ بچہ تیار ہے۔ بیشک یہ ہو سکتا ہے یہ ممکن ہے مصر غلامی سے آزاد ہو سکتا ہے"

گھر پہنچ کر میں نے اور بیس نے سونے سے بھری ہوئی تھیلیاں اٹھا کر ایک جگہ دفن کر دیں اور اب میں اپنی والدہ کے پاس پہنچا اور سارا معاملہ یعنی پیرو آ کو فرعون بنانے کا ان کے سامنے نہایت تفصیل سے پیش کر دیا میری والدہ بڑی زیرک

عورت تھیں چنانچہ وہ بڑے غور اور توجہ سے میری باتیں سنتی رہی اور جب میں خاموش ہوا تو انہوں نے کہا۔

"معاملہ بہت خطرناک ہے بیٹے اور میں اس کے انجام کے متعلق اس وقت تک کچھ نہیں کہہ سکتی جب تک کہ میں تمہارے چچا مقدس تانوفیر سے مشورہ نہیں کرلیتی لیکن اب چونکہ بات اس قدر بڑھ گئی ہے اس لیے اب جرات اور دلیری سے ہی کام لینا بہتر ہو گا اس کے علاوہ شاہ مشرق چونکہ فی الحال یونانیوں سے الجھا ہوا ہے اور ان سے جنگ میں مصروف ہے اس لیے وہ کچھ ہی کیوں نہ کہے اور کتنا ہی خفا کیوں نہ ہو بہرحال ایک مدت تک مصر پر حملہ نہ کر سکے گا اس لیے اگر اب پیرو آ ایدارنس اور اس کی فوجوں پر غالب آ جائے تو اپنے فرعون ہونے کا اعلان کر کے مصر کو آزاد کرا سکتا ہے عارضی طور پر سہی لیکن یہ ممکن ہے"

"اماں! خود میں نے بھی یہی سوچا تھا"

"نہیں بیٹے ہر پہلو پر غور کر کے نہیں سوچا تھا" میری والدہ نے کہا "کیونکہ تم سیاست داں کے متعلق اتنا نہیں سوچتے جتنا کہ امادہ کے متعلق سوچتے ہو کم سے کم آج رات تو تم نے امادہ کی خاطر یہ نتیجہ اخذ کیا ہے بہرحال امادہ سے اگر شادی کر سکتے ہو تو کر لو حالانکہ میں اس لڑکی کی طرف سے کچھ زیادہ مطمئن نہیں ہوں کیونکہ اس نے علم اور مذہب کے لیے اپنے آپ کو وقف کر دیا ہے اور وہ اپنے جسم کے متعلق اتنا نہیں سوچتی جتنا کہ اپنی روح کے متعلق سوچتی ہے بہرحال اگر تم نے اس سے شادی کر لی اور مصر آزاد ہو گیا جیسا کہ پہلے تھا تو قدیم قانون کی رو سے پیرو آ کے بعد مصر کے تاج و تخت کے تم وارث ہو گے"

"یہ کیسے ممکن ہے خصوصاً" اس صورت میں جبکہ پیرو آ کا بیٹا موجود ہے"

"جو ایک بیکار اور بگڑا ہوا جوان ہے اور جو ہمیشہ خالی برتن کی طرح کھڑکھڑاتا رہتا ہے پیرو آ کا بیٹا بڑبولا اور احمق ہے اور فرعون بننے کے قابل نہیں اس کے علاوہ امادہ جب اپنی روح اور آخرت کے متعلق سوچنا ترک کرے گی تو پھر وہ مصر کے تخت کے متعلق سوچنے لگ جائے گی خصوصاً" اس وقت جب وہ ماں بھی بن چکی ہو گی بہرحال یہ بعد کی باتیں ہیں اس وقت تو میں خوش ہوں کہ نہ چور اور

نہ امادہ ہی ان موتیوں کو حاصل کرنے میں کامیاب ہوئی حالانکہ میں سمجھتی ہوں کہ وہ جہاں ہیں وہاں بھی محفوظ نہیں ہیں ہاں اگر وہ ہمارے ہی گھر میں رکھے ہوئے ہوتے تو بات دوسری تھی جاؤ بیٹے اب جا کر سو رہو کیونکہ تم تھکے ہوئے ہو اور ہاں دیکھو کسی کے متعلق بھی خواب نہ دیکھنا۔

امادہ کے متعلق بھی نہیں کیونکہ میرا خیال ہے کہ اگر وہ کسی کے متعلق خواب دیکھے گی تو ایزلیس کے متعلق دیکھے گی جاؤ سو رہو جا کر پوچھنے سے پہلے میں تمہیں بیدار کر دوں گی۔

چنانچہ میں اپنی خوابگاہ میں پہنچا کپڑے تبدیل کئے بغیر بستر پر دراز ہوا اور اس قدر تھکا ہوا تھا کہ تکئے پر سر رکھتے ہی دنیا و مافیہا سے بے خبر ہو چکا تھا اور جب میری آنکھ کھلی تو میں نے دیکھا کہ میری والدہ چراغ لیے میرے بستر کے قریب کھڑی کہہ رہی ہیں کہ اٹھو وقت ہو گیا چنانچہ میں بادل ناخواستہ اٹھا غسل کیا اور کپڑے پہنے اس اثناء میں سورج طلوع ہو چکا تھا میں نے ناشتہ کیا بیس کو آواز دی اور محل کی طرف جانے کی تیاریاں کرنے لگا۔

"بیٹے!" میری والدہ نے کہا "جب تم بے خبر سو رہے تھے تو میں اس مسئلے پر غور کر رہی تھی جو تم نے پیش کیا تھا شاکا! پیرو آ اپنے مقصد کے لیے تمہیں خوشی سے استعمال کرے گا لیکن بیٹے وہ تمہیں پسند نہیں کرتا بلکہ وہ تم سے جلتا ہے کیونکہ اسے خوف ہے کہ مستقبل قریب میں تم اس کے رقیب بن جاؤ گے تاہم وہ ایماندار آدمی ہے اور اپنا وعدہ پورا کرے گا جو تم سے کرے گا معلوم ہوتا ہے کہ تم امادہ کو دنیا کی ہر چیز سے زیادہ عزیز سمجھتے ہو اور ہر حال میں اسے حاصل کرنا چاہتے ہو لیکن امادہ تقریباً شروع ہی سے تم سے کھیلتی رہی ہے اور اس نے تمہیں اپنے قریب نہیں آنے دیا اس کے علاوہ ہر انسان کی زندگی مختصر ہوتی ہے اور اس کا چراغ کسی بھی وقت بجھ سکتا ہے اور یہ تم ہر شخص سے زیادہ بہتر طور پر سمجھ سکتے ہو۔ چنانچہ اس مختصر سی زندگی میں انسان اپنی ہر آرزو پوری کرلے اور وہ ہر چیز حاصل کرلے جس کا وہ آرزو مند ہے تو میں سمجھتی ہوں کہ اس کی زندگی کامیاب اور مکمل سمجھی جائے چنانچہ شاکا اپنا سونا اور خود اپنے آپ کو پیرو آ کی خدمتوں کے لیے وقف کرنے

سے پہلے اپنا صلہ یا اس کا وعدہ طلب کرلو یعنی یہ کہ اگر تم نے امادہ کو شاہ شاہان سے محفوظ رکھا اور خود پیرو آ کو مصر کے تخت پر بٹھا دیا تو امادہ کو تمہارے حوالے کر دے گا اور اس طرح کہ وہ امادہ ایزلیس اور اس کے مہنتوں کی بددعاؤں سے محفوظ ہو گی اور تم اپنی طرف سے امادہ کو موتیوں کی وہ مالا دو گے جس کا جواب دنیا پیش نہیں کر سکتی چنانچہ بیٹے یہ گلاب تمہارا ہو جائے گا اور اس وقت تمہارا رہے گا جب تک کہ مرجھا نہیں جاتا لیکن اگر کبھی کوئی کانٹا چبھ جائے تو اپنی ماں کو الزام نہ دینا اور میں یہ نہیں جانتی کہ ایک دن تم کیا بنو گے بادشاہ یا غلام بہرحال آمن جو کچھ کرے گا بہتر کرے گا۔"

چنانچہ میں نے ہنس کر کہا کہ میں چونکہ صرف امادہ کو حاصل کرنا چاہتا ہوں اس لیے ان کے مشورے پر عمل کروں گا رہی کانٹے اور اس کے چبھنے کی بات تو اس پر میں نے کوئی دھیان نہ دیا کیونکہ میں نے سوچا کہ والدہ کو چونکہ مجھ سے زیادہ محبت ہے اور ان کے خیال میں امادہ ان کی جگہ حاصل کرلے گی اسی لیے وہ ذرا شک کی بنا پر کانٹوں وغیرہ کی بات کہہ رہی ہیں۔

باب 10

چنانچہ میں اور بیس مسلح ہو کر محل کی طرف چلے مزید احتیاط کیلئے ہم سڑک کے بیچ میں چل رہے تھے لیکن اب چونکہ صبح ہو چکی تھی اس لیے ہماری مڈبھیڑ کسی ایک لٹیرے سے بھی نہ ہوئی محل کے دروازے پر ایک صاحب میرا انتظار کر رہا تھا اس نے کہا کہ مجلس مشاورت میں جانے سے پہلے یہ مجھ سے تنہائی میں گفتگو کرنا چاہتا ہے میں محل میں داخل ہوا اور تھوڑی سی کوشش سے وہ کمرہ تلاش کرنے میں کامیاب ہو گیا جہاں پیرو آ میرا انتظار کر رہا تھا۔

"میں نے سنا ہے کہ گزشتہ رات چند شریروں نے تم پر حملہ کر دیا تھا شباکا؟"

میرے سلام کا جواب دینے کے بعد اس نے کہا۔

"جی ہاں آپ نے سچ ہی سنا ہے" میں نے جوابدیا اور گزشتہ رات کے واقعہ کی پوری تفصیل سنانے کے بعد کہا "یہ اچھا ہی ہوا کہ میں مہر اور موتیوں کی مالا کو آپ کی حفاظت میں دے گیا تھا کیونکہ وہ بنے ہوئے لٹیری یقیناً مشرقی تھے انہی چیزوں کو حاصل کرنے کے لیے مجھ پر حملہ آور ہوئے تھے۔"

"موتیوں کے ذکر پر یاد آیا" پیرو آ نے کہا "کہ یہ مالا ہم نے اس شخص کو دکھائی تھی جو کبھی جوہری تھا اور جواہرات کو پرکھنے میں اپنا جواب نہیں رکھتا تھا اس نے کہا کہ دنیا میں اس قسم کے دوسرے موتیوں کا ملنا ممکن ہی نہیں اور یہ کہ وہ بے

بہا ہیں اور یہ کہ اس نے اپنی عمر میں ایک بھی ایسا موتی نہیں دیکھا جو مالا کے چھوٹے سے چھوٹے موتی کا بھی مقابلہ کر سکے۔"

"غالباً" اس جوہری نے غلط نہیں کہا"

"اب یہ بتاؤ شباکا کہ تمہارے پاس سونا کتنی قیمت کا ہو گا؟"

اور جب میں نے اسے بتایا کہ انداز" اتنا تو اس کی آنکھیں خوشی سے چمکنے لگیں کیونکہ ان دنوں مصر میں سونے کا فقدان تھا اور میرے پاس جتنا سونا تھا اس سے ایک لشکر تیار کیا جا سکتا تھا اور اس کی ضروریات پوری کی جا سکتی تھیں"

"اور یہ سب تم مجھے دے دینے کے لیے تیار ہو شباکا؟" پیرو آ نے پوچھا اور اب مجھے اپنی والدہ کے الفاظ یاد آ گئے اس لیے میں نے جوابدیا "جی ہاں۔ لیکن ایک شرط پر"

"کیا شرط ہے؟"

"شرط یہ ہے کہ خاتون امادہ کو اس کے عہد سے آزاد کر دیا جائے گا اور پھر اس کا ہاتھ میرے ہاتھ میں دیدیا جائے گا اس کے علاوہ میں بے بہا موتیوں کی مالا شادی کے تحفے کے طور پر اسے بخش دوں گا اور اپنی تلوار آپ کی حمایت میں بلند کروں گا اور وہ ساری معلومات جو مجھے مشرقیوں کے متعلق حاصل ہیں آپ کے فائدے اور آپ کی کامیابی کی خاطر کام میں لاؤں گا اور میں قسم کھاؤں گا کہ آخر دم تک آپ کی مدد کرتا رہوں گا یا پھر اسی کوشش میں مارا جاؤں گا۔"

"تو میرا اندازہ غلط نہ تھا خیر' اس دنیا میں کوئی بھی اپنی کوئی چیز بلامعاوضہ نہیں دیتا کسی کو تمہاری یہ شرط مناسب ہے شباکا میری طرح تم بھی اعلیٰ خاندان کے فرد ہو اور پھر بہادر اور ہوشیار بھی ہو اس کے علاوہ چونکہ امادہ نے ابھی آخری عہد نہیں کیا ہے اس لیے مہنت اسے بری الذمہ کر سکتے ہیں اور اسے اجازت دے سکتے ہیں کہ وہ ایزلیس یا ہورس کی بیوی نہ بنے اب میں یہ نہیں جانتا کہ ان دو میں سے اسے کس کی بیوی بنایا جا رہا ہے مذہب کے ان اسرار کو میں سمجھنے سے قاصر ہوں لیکن شباکا اگر قسمت نے یاوری کی اور اگر میں نے فراعنہ مصر کے ایک نئے سلسلے کی بنیاد ڈال دی تو پھر وہ شخص میرے اور میرے تاج و تخت کے لیے خطرناک

ثابت ہو گا جو اس شہزادی کا شوہر ہو جو قدیم فراعنہ کی براہ راست اولاد ہے"

"آپ اطمینان رکھیے میں آپ کے لیے خطرناک ثابت نہ ہوں گا اس کے برخلاف اپنے آپ کو آپ کی اور مصر کی خدمت کے لیے وقف کر دوں گا۔"

"اور میرے بیٹے کے لیے بھی؟ تم شاباکا جانو کہ میرا جائز بیٹا ایک ہی ہے"

"میں ولی عہد کا بھی وفادار رہوں گا"

"بس تمہارا یہ کہہ دینا کافی ہے تم مخلص ایماندار آدمی ہو اس لیے اپنے وعدے پر قائم رہو گے لیکن تمہاری اولاد کا کیا بشرطیکہ تمہاری نرینہ اولاد ہوئی اور خود امادہ کا کیا؟ خیر یہ ایک اہم معاملہ ہے اور ایسے معاملات میں ایک نہ ایک خطرہ موجود ہی رہتا ہے مجھے بھی ایک نہ ایک خطرہ تو مول لینا ہی ہے مجھے سونے اور دوسری چیزوں کی ضرورت ہے اور ظاہر ہے کہ یہ سب یونہی حاصل نہیں کر سکتا سونا تمہارا ہے اور تم نے اسے بہادری کے جوہر دکھا کر اور اپنی ہوشیاری سے حاصل کیا ہے لیکن تم نے یہ نہیں بتایا کہ مہر مقدس تم نے کیسے حاصل کی؟"

"یہ بتانے کا فی الحال وقت نہیں ہے چنانچہ پھر کسی وقت"

وہ خاموش ہو گیا اور پیٹھ کے پیچھے ہاتھ باندھ کر کمرے میں ٹہلنے لگا وہ کچھ سوچ رہا تھا آخر کار اس نے کہا "شاباکا جہاں تک میرے اختیار میں ہے مجھے تمہاری یہ شرط منظور ہے"

"جہاں تک آپ کے اختیار میں ہے شہزادے؟"

"ہاں میں امادہ کا ہاتھ تمہارے ہاتھ میں دے سکتا ہوں اور اس شادی کو آسان بنا سکتا ہوں بشرطیکہ خود امادہ اس کے لیے تیار ہو شاہی خاندان کی لڑکی کو اس کی مرضی کے خلاف کسی سے بھی شادی کرنے پر مجبور نہیں کیا جا سکتا البتہ شہزادی کا باپ یعنی خود فرعون ایسا کر سکتا ہے اور میں امادہ کا باپ نہیں ہوں بلکہ سرپرست ہوں چنانچہ پہلے امادہ کی رائے معلوم کرنا ضروری ہے کیونکہ اب وہ بالغ ہو چکی ہے لہٰذا اب معاملہ کچھ یوں ہے شاباکا! اگر امادہ نے تم سے شادی کرنا منظور نہ کیا تو کیا تم اس کے بعد بھی اپنے عہد پر قائم رہو گے اور میری ہر طرح مدد کرو گے اور امادہ کو اس طرح اپنی بنانے کی کوشش کرو گے جس طرح ایک بہادر اپنی محبوبہ کو اپنے

کارناموں سے اپنی طرف مائل کر لیتا ہے میں اس کام میں تمہاری مدد کروں گا اور جہاں تک بن پڑے گا امادہ کو رام کرنے کی کوشش کروں گا اور اپنے تمام اختیارات کو بروئے کار لے آؤں گا"

اب غور کرنے کی میری باری تھی میں کس چیز کی بازی لگا رہا تھا سونے اور شاید موتیوں کی مالا کی ایک رہی میری ذاتی خدمت تو اس کے لیے تو یہ ہے کہ مجھے بہرحال مصر کی آزادی کے لیے جنگ کرنا تھی پھر میں یہ جنگ پیرو آ کے جھنڈے تلے کرتا یا کسی اور کے اگر جنگ ہوئی تو مجھے اس میں شریک ہونا تھا اور شاہوں کے شاہ کے خلاف مجھے بہرحال تلوار اٹھانا تھی کیونکہ مجھے شاہ فارس سے سخت نفرت تھی رہا سونا اور موتی تو یہ ایک اتفاق تھا کہ میں نے یہ دونوں چیزیں حاصل کر لی تھیں۔ اور اگر یہ دونوں چیزیں نہ رہیں تو یہ بھی ایک اتفاق ہی ہو گا اور ظاہر ہے کہ اس سے کوئی فرق نہ پڑے گا رہا امادہ سے شادی کا معاملہ تو اگر اس نے مجھے اپنا شوہر بنانا منظور نہ کیا تو میں اس کا خیال چھوڑ دوں گا۔ میں ان لوگوں میں سے نہ تھا جو اس عورت کو جو انہیں پسند آ جاتی ہے جبراً حاصل کر لیتے ہیں امادہ مجھے پسند تھی میں اس کی پرستش کرتا تھا مجھے اس سے محبت تھی اور میں محبت سے ہی اسے حاصل کرنا چاہتا تھا جبر سے نہیں چنانچہ اگر میں اسے محبت و پیار سے حاصل نہ کر سکا اگر خوشی سے اس نے میری بیوی بننا پسند نہ کیا تو یہ میری بدقسمتی ہو گی اور بدقسمتی پر جھنجھلانا اور سینہ کوبی کرنا حماقت ہے اس کے علاوہ چند وجوہات کی بنا پر میں یقین کیے ہوئے تھا کہ امادہ مجھے اس نظر سے دیکھتی ہے جس نظر سے وہ کسی اور کو نہیں دیکھتی اگر اسے مجھ سے محبت نہیں تو انسیت ضرور تھی اور میں یقین سے کہتا ہوں کہ اگر بقول میری والدہ کے "روحانیت" اور مذہب کا معاملہ بیچ میں نہ آ گیا ہوتا تو وہ بہت پہلے میرے مشرق جانے سے پہلے اپنے آپ کو میرے حوالے کر چکی ہوتی اشاروں کنایوں میں وہ اس کا اظہار بھی کر چکی تھی اور گزشتہ رات اس کی آنکھوں میں مجھے اپنی محبت نظر آ گئی تھی بیشک وہ دل ہی دل میں مجھ سے پیار کرتی تھی حالانکہ یہ میں نہیں جانتا کہ اس کا یہ پیار کتنا شدید کتنا حقیقت تھا۔

"شہزادے! مجھے منظور ہے" سونا آج ہی آپ کے محل میں پہنچا دیا جائے گا

رہے موتی تو وہ آپ ہی کے پاس ہیں اور اپنے انجام کا انتظار کر رہے ہیں کہ حسین امادہ کی گردن کی زینت بنتے ہیں یا کسی اور کام آتے ہیں"

"ٹھیک ہے" پیرو آ نے خوش ہو کے کہا۔ مناسب ہو گا کہ اب پورے معاملے اور ہماری شرط کو کاغذ پر منتقل کر دیا جائے کہ بعد میں ہم دونوں میں سے کسی ایک کے ساتھ ناانصافی ار زیادتی نہ ہو سکے۔"

چنانچہ پیرو آ نے اپنے ذاتی وقائع نگار کو جو پیرو آ کے ذاتی اور ان کے معاملات لکھا کرتا تھا طلب کیا اور خود پیرو آ نے ہماری شرط نہایت تفصیل سے لکھا دی ہم میں جو کچھ طے ہوا تھا اس میں سے ایک نقطہ نہ کم کیا گیا اور نہ بڑھایا گیا جب بروی کاغذ کے پلندے پر سب کچھ تحریر کیا جا چکا تو اس کی دو نقلیں تیار کی گئیں ایک نقل پیرو آ نے اپنے پاس رکھی دوسری مجھے دی گئی اور اصل تحریر رواج کے مطابق دیوتا فتاح کے ہیکل کے کتب خانے میں بھجوا دی گئی۔

اس طرف سے فرصت پا کے پیرو آ نے میرے اور میں نے پیرو آ کے سینے پر اپنا دایاں ہاتھ رکھ کر قسم کھائی کہ ہم اپنے عہد کے پابند رہیں گے اور دیوتا امن کو ہم نے اپنا گواہ بنایا اس کے بعد اس کمرے میں پہنچے جہاں ہم نے گزشتہ رات پیرو آ اور دوسرے امراء کے ساتھ کھانا کھایا تھا اس کمرے میں وہ لوگ جمع تھے جنہیں پیرو آ نے طلب کیا تھا یہ تعداد میں تیس تھے اور انہیں ممفس کے امراء معززین اور جاگیردار شامل تھے جنہیں راتوں رات پیرو آ کا پیغام پہنچا دیا گیا تھا ان لوگوں میں سے اکثر بہت بوڑھے تھے ار وہ زمانہ دیکھے ہوئے تھے جب مصر آزاد تھا اور اس پر فراعنہ حکومت کیا کرتے تھے اور ان لوگوں نے فرعون کی حکومت کے زوال مشرقیوں کی فتوحات کے سیلاب بھی دیکھے تھے۔

دوسرے لوگ تاجر تھے جو مصر کے ہر شہر میں گھوما کرتے تھے اور پھر موروثی سپہ سالار افسر تھے بحری اور بری فوج کے افسر اور پھر یونانی افسر تھے جو شاہان شاہ کے تنخواہ دار تھے لیکن اس مشرقی بادشاہ سے نفرت کرتے تھے جس طرح کہ ہر یونانی کو اس بادشاہ سے نفرت تھی اور پھر فتاح اور آمن اور پریس اور ایزیس اور دوسرے دیوتاؤں کے مہنت تھے جن کا زور اور اثر و رسوخ اب بھی

مصر میں قائم تھا پوری وادی نیل میں مصر بالا اور مصر زیریں میں کوئی ایک گاؤں بھی ایسا نہ تھا جہاں ان مہنتوں کے نائب موجود نہ ہوں۔

تو یہ تھے وہ لوگ جو پیرو آ کے کمرے میں جمع تھے یہ تھے وہ لوگ جو بدیسی بادشاہ کی غلامی سے اپنے وطن کو آزاد کرانا چاہتے تھے یہ تھے وہ لوگ جو مصر کی قوتوں اور شان و شوکت کی یادگار تھے۔

کمرے کے دروازے بند کر دیئے گئے اور ان پر معتبر لوگوں کا پہرہ لگا دیا گیا تو پیروا نے ان معززین شہر کو مخاطب کیا اس نے بتایا کہ شاہوں کا شاہ اب مصر سے جنگ کرنے کے بہانے نہ صرف تلاش کر رہا ہے بلکہ وہ حملہ کرنے کا فیصلہ کر چکا ہے تاکہ مصر کو بالکل ہی کچل کر رکھ دے چنانچہ اس نے بہانے کے طور پر امادہ کو طلب کیا ہے کہ اسے اپنے حرم میں داخل کر لے اگر امادہ کو اس کی خدمت میں پیش نہ کیا گیا اور امادہ کو مشرق کی طرف فوراً" ہی نہ بھیجا گیا تو پھر وہ اسے حاصل کرنے کے بہانے سے ایک لشکر جرار مصر کی طرف روانہ کر دے گا اور پھر مصر کے شہر تھیس تک ویران ہو کر رہ جائیں گے اور اگر امادہ کو بھیج دیا گیا تو وہ کوئی نیا بہانہ تراش لے گا اور اس کے بعد مصر اور اس کے شاہی گھرانے کی جو ذلت و خواری ہو گی وہ محتاج بیان نہیں۔

اس کے بعد پیرو آ نے سفید مہر برآمد کر کے حاضرین کو دکھائی اور کہا کہ اسے شاکا مشرق سے لایا ہے ان لوگوں سے اکثر خود مجھ سے ار بقیہ میرے نام سے واقف تھے اور اب پیرو آ نے ہماری اس تجویز کا ذکر کیا جو ہم نے گزشتہ رات طے کی تھی اور پھر حاضرین کا مشورہ طلب کیا اور کہا کہ انہیں جو بھی فیصلہ کرنا ہو اسی وقت کر لیں کیونکہ دوپہر سے پہلے ایدارنس کے سفیروں کو جواب دینا ضروری تھا۔

اور پھر مجھ سے تقریر کرنے کو کہا گیا میں نے مشرق میں جو کچھ دیکھا تھا بیان کر دیا اور اس کے جواب میں کہ یہ مہر میرے پاس کہاں سے آئی میں نے صاف صاف کہہ دیا کہ اسے چرایا گیا ہے البتہ یہ میں نے نہ بتایا کہ اسے کس طرح چرایا گیا ہے میں نے شاہ مشرق کے ارادوں اور اس کی قوتوں کا ذکر کرنے کے بعد کہا کہ وہ بہت جلد یونانیوں سے جنگ کرنے والا ہے اور یہ کہ اس جنگ میں اسے اپنی فوجی

قوت کو بروئے کار لے آنا پڑے گا۔

"چنانچہ اگر آپ غلامی کی زنجیریں کاٹنا چاہتے ہیں تو آخری ضرب لگانے یہ بہترین موقعہ ہے" میں نے آخر میں کہا۔

اور بحث کا ایک ایسا سلسلہ چلا کہ پورے دو گھنٹے تک جاری رہا کوئی کچھ کہہ رہا تھا اور کوئی کچھ دو گھنٹے بعد بھی کوئی آخری فیصلہ نہ ہو سکا چند لوگ انقلاب و بغاوت کے سراسر خلاف تھے اور مشرقیوں کی غلامی میں ہی انہیں عافیت نظر آتی تھی لیکن بقیہ علم بغاوت بلند کرنے اور مصر کو آزاد کرانے کے حق میں تھے اور اس دوسرے گروہ میں مہنت بھی شامل تھے جنہیں خوف تھا کہ مشرقی مصر کے قدیم دیوتاؤں کی پرستش کا خاتمہ کر کے بدیسی دیوتاؤں کو ان پر مسلط کر دیں گے چنانچہ ایک ہڑبونگ مچا ہوا تھا اور صورت حال بگڑتی نظر آتی تھی کہ دفعتاً" پیرو آ اٹھ کھڑا ہوا اور اس نے بڑی پر اثر آواز میں کہنا شروع کیا۔

"معززین مصر! آپ میں چند حضرات کچھ کہتے ہیں اور چند کچھ لیکن یہ بولئے کہ ہمارا اس وقت کا اجلاس اور اجلاس میں جو کچھ ہوا اور کہا گیا ہے اس کی تفصیلات چھپی نہ رہیں گی یہ باتیں مشرقی بادشاہ کے جاسوسوں کے کانوں تک اور خود شاہ مشرق کے کانوں تک پہنچ جائیں گی اور اس کے بعد ہماری تباہی یقینی ہو گی اگر آپ یونہی پتھر بنے رہنا چاہتے ہیں اگر آپ کے خون میں حرارت باقی نہیں رہ گئی ہے تو میں اپنے خاندان اور خاتون امادہ کو ساتھ لے کر مصر بالا اور وہاں سے شاید ایتھوپیا کی طرف فرار ہو جاؤں گا پھر آپ جانیں اور شاہ مشرق جانے یہ بہرحال یقین کر لو کہ شاہ فارس ہم پر حملہ ضرور کرے گا اور جلد کرے گا خواہ بہانہ امادہ کو حاصل کرنے کا ہو یا کوئی اور بہرحال مشرقیوں کا حملہ مصر پر ہو گا کیونکہ شباکا خود اس کے منہ سے سن چکا ہے شعوری یا غیر شعوری طور پر شباکا کے سامنے یہ الفاظ اس کے منہ سے نکل گئے ہیں کہ وہ بہت جلد اپنے لشکر کے ساتھ مصر کا رخ کرنے والا ہے اب آپ حضرات کو اختیار حاصل ہے کہ میرے ساتھ جلاوطن ہونا پسند کریں یا میرے ساتھ آزادی کی جدوجہد میں شریک ہو کر کامیابی حاصل کریں یا بہادروں کی موت مارے جائیں یا پھر اپنے اور اپنی اولاد کے لیے غلامی ذلت اور خواری کی زندگی پسند

کریں۔"

وہ لوگ آپس میں رائے زنی کرنے لگے اور آخر کار ان کے خیالات ایک مرکز پر جمع ہو گئے وہ لوگ علم بغاوت بلند کرنے کی حمایت میں تھے وہ لوگ بادشاہ فارس کے لشکر جرار سے ٹکرانے کے لیے تیار تھے لیکن میں نے دیکھا کہ اکثر نے یہ فیصلہ بادل نخواستہ اور گویا جبرا" کیا تھا۔ چنانچہ سب نے یکے بعد دیگرے کھڑے ہو کر عہد کیا اور مصر کے تمام دیوتاؤں کی قسم کھائی کہ وہ اس جنگ آزادی میں پیرو آ کا آخر دم تک ساتھ دیں گے۔

جب یہ معاملہ طے ہو چکا تو ایدارنس کو اسی مضمون کا خط لکھا گیا جو میں نے گذشتہ رات پیرو آ کو سمجھایا تھا اس خط پر مہر مقدس سے مہر ثبت کر دی گئی۔ امادہ کو حوالے کرنے کا اس خط میں ذکر ہی نہ تھا اس کے برخلاف مہر مقدس کے تحت ایدارنس کو ممفس آنے اور خود پیرو آ سے ملاقات کرنے کا حکم دیا گیا تھا کہ پیرو آ خود ایدارنس کی زبانی شاہ فارس کا حکم سننا چاہتا ہے اس کے بعد یہ خفیہ مجلس برخواست ہو گئی۔ اور ان لوگوں میں اکثر جو اس اجلاس مشاورت میں شریک تھے پیرو آ کا خفیہ پیغام مصر کے مختلف شہروں اور صوبوں کی طرف روانہ کر دینے والے تھے۔

لیکن ان پیغامبروں کے روانہ ہونے سے پہلے مجھے مقدس تانوفیر سے ملنا تھا جو اس وقت مصر کے زبردست جادوگر اور کاہن تھے مجھ سے کہا گیا تھا کہ میں تانوفیر سے مل کر اس معاملے کے متعلق پوچھوں اور یہ دریافت کروں کہ ہماری یہ کوشش بار آور ثابت ہو گی یا نہیں میں نے وعدہ کر لیا کہ میں تانوفیر سے مل کر مستقبل کے متعلق ان کی پیشنگوئی معلوم کر لوں گا۔

جب اکثر معززین جا چکے تو ایدارنس کے سفیروں کو طلب کیا گیا وہ لوگ اکڑتے اور براتے آئے اور ان کے ساتھ بلکہ ان کے آگے آگے چہکتا ہوا بیس بھی آ گیا جسے میں نے بلا بھیجا تھا غالبا" یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ بیس مجلس مشاورت میں شریک نہ تھا۔

"آقا!" بیس نے میرے کان میں کہا "ان سفیروں میں وہ جو سب سے اونچا ہے وہی ہے جو گذشتہ رات لٹیروں کا سردار تھا ٹھہریئے ذرا میں اس کا جرم ثابت

کردوں گا۔

پیرو آ نے سفیروں کے سردار کو لپٹا ہوا خط دے کر کہا کہ یہ ایدارنس کے خط کا جواب ہے چنانچہ جلد از جلد ایدارنس کے پاس پہنچا دیا جائے سفیر نے پیرو آ سے خط لیکر بڑی بے پروائی سے اپنے چغے کے گریبان میں ڈال دیا۔ اس طرح اس کے چغے کا گریبان کھل گیا۔ اور میں نے دیکھا کہ اس کے گلے میں سونے کی ایک زنجیر پڑی ہوئی تھی جو بیچ میں سے ٹوٹی ہوئی تھی اور اسے گرہ لگا کر جوڑا گیا تھا۔

"کوئی زبانی پیغام بھی دینا ہے؟" اسی سفیر نے پوچھا۔

اس سے پہلے کہ پیرو آ کوئی جواب دیتا بیں ایک دم اٹھ کھڑا ہوا۔

"فریاد ہے شہزادے فریاد ہے!" وہ چیخ کر بولا "میں انصاف کا طالب ہوں مجھ پر اور میرے آقا پر ظلم ہوا ہے گذشتہ رات اس طویل القامت مشرقی نے مجھ پر اور میرے آقا پر حملہ کر کے ہمیں لوٹ لینے کی کوشش کی تھی لیکن ہمارے پاس کچھ نہ تھا چنانچہ یہ سفیر اپنے ساتھیوں کے ساتھ فرار ہو گیا۔"

"تم جھوٹ بکتے ہو بونے!" بلند قامت مشرقی نے کہا

"تو میں جھوٹ بکتا ہوں کیوں؟" بیں نے مسکرا کر کہا "بہت اچھا ابھی معلوم ہوا جاتا ہے کہ کون جھوٹا ہے"

اور اس نے اپنا ہاتھ بڑھا کر بلند قامت سفیر کی گردن سے سونے کی زنجیر گھسیٹ لی۔

"دیکھیئے شہزادے!" بیں نے کہا "گذشتہ رات یہ سفیر آپ کے پاس آیا تھا تو آپ نے دیکھا ہو گا کہ اس وقت بھی اس کی گردن میں یہ زنجیر پڑی ہوئی تھی اور اس سے چاندی کی ایک کنجی لٹک رہی تھی۔"

"ہاں۔ یہ میں نے دیکھا تھا" پیرو آ نے کہا۔

"تو پھر اس سے دریافت کیجئے کہ وہ کنجی کہاں ہے؟"

"اس سے تمہیں کیا واسطہ غلام؟" سفیر نے کہا "میں گورنر کا اعلیٰ رکابدار ہوں اور وہ کنجی میرے عہدے کی علامت تھی اب یہ کوئی ضروری نہیں کہ تمہیں خوش کرنے کی خاطر اس کنجی کو اپنے سینے پر لٹکائے رکھوں"

"لیکن اگر وہ کنجی تمہارے پاس ہوتی تو تم اسے ضرور لٹکائے رکھتے رکابدار صاحب!" بیں نے جواب دیا۔

"دیکھو اور پہچانو یہی ہے نا وہ کنجی؟"

اور اس نے اپنی آستین میں ہاتھ ڈال کر چاندی کی وہ کنجی برآمد کی جو سنہری زنجیر کے ایک ٹکڑے کے سرے سے لٹک رہی تھی۔

"سنئے شہزادے صاحب!" بیں نے کہا "مجھے دو آدمیوں نے پکڑ رکھا تھا اور یہ بلند قامت مشرقی میری تلاشی لے رہا تھا تو میں نے خوب پاؤں چلائے تھے اور اس کی گردن سے یہ کنجی اور سنہری زنجیر کا ایک ٹکڑا گھسیٹ لیا تھا اس وقت یہ بلند قامت شخص میرے اس کارنامے سے بے خبر رہا تھا دونوں زنجیروں کا مقابلہ کر کے دیکھیئے کہ یہ ٹکڑا جو میرے پاس ہے اسی زنجیر کا ٹکڑا ہے یا نہیں جو ایک ثانئے پہلے اس مشرقی کی گردن میں پڑی تھی اس کے علاوہ گھڑی بھر کے لیے اس کے چہرے پر سے نقاب بھی کھسک گئی تھی اور میں یقین سے کہتا ہوں کہ ان لٹیروں کا سرغنہ یہی مشرقی تھا جنہوں نے گذشتہ رات مجھے اور میرے آقا کو لوٹنے کی کوشش کی تھی"

پیرو آ نے زنجیروں کے دونوں ٹکڑوں کو برابر برابر رکھ کر اس پر کاریگری کا جو سراسر مشرقی تھی مقابلہ کیا دونوں ٹکڑے ایک ہی زنجیر کے تھے اب کسی شک و شبہ کی گنجائش باقی نہ تھی۔ دفعتاً" پیرو آ نے تین دفعہ تالی بجائی فوراً" ہی اس کے محل کے مسلح محافظ کمرے میں آ گئے۔

"زنجیر کے دونون ٹکڑے یکساں ہیں" پیرو آ نے کہا "ایدارنس کے رکابدار! تم نہایت ہی ذلیل انسان اور ایک معمولی سے چور ہو"

ایدارنس کے رکابدار نے جواب دینے کی کوشش کی لیکن صرف منہ کھول کر رہ گیا۔

اس کا جرم ثابت ہو چکا تھا۔

"تو پھر اے شہزادے! مصری قانون میں ان چوروں کے لیے کیا سزا تجویز کی گئیے جو رات کے اندھیرے میں راہگیروں پر حملہ کرتے ہیں میری درخواست ہے کہ اس چور کو بھی وہی سزا دی جائے۔"

"قطع ید--- اور کوڑوں کی سزا۔ یعنی مجرم کا دایاں ہاتھ کاٹ دیا جائے اور اس پر کوڑے برسائے جائیں" پیرو آنے کہا۔

یہ سنتے ہی ایدارنس کا رکابدار فرار ہونے کے لیے پلٹا لیکن بیس ان پر یوں جھپٹ پڑا جس طرح بندر پرندے پر۔

"گرفتار کر لو اس چور کو" پیرو آنے محافظوں سے کہا "اس کی ننگی پیٹھ پر پچاس کوڑے برسائے جائیں اس کا ہاتھ قطع نہ کیا جائے ہم اس کی یہ سزا محض اس خیال سے منسوخ کرتے ہیں کہ اسے سفر پر روانہ ہونا ہے"

چنانچہ اسے ننگا کر کے وہیں اوندھے منہ لٹا دیا گیا ایک محافظ دوڑ کر موٹا اور لمبا چرمی کوڑا لے آیا اور اب اس کی ننگی پیٹھ پر سڑاک سڑاک کوڑے پڑنے لگے ابھی تیس کوڑے ہی پڑے تھے کہ رکابدار نے اقبال جرم کر کے رحم کی درخواست کی۔

"رحم شہزادے! رحم!! "وہ چلایا" بیشک میں ہی چوروں کا سرغنہ تھا بیشک میں نے ہی بونے اور اس کے آقا پر حملہ کیا تھا"

پیرو آنے ہاتھ اٹھا دیا۔ سپاہی نے کوڑے برسانے بند کر دیئے۔

"گورنر مصر کا سفیر اور راستے میں لوگوں کو لوٹتا پھرے یہ بات میری سمجھ میں نہیں آتی۔" پیرو آنے کہا "ایدارنس کا رکابدار بتاؤ یہ ذلیل حرکت تم نے کیوں کی؟"

"یہ میں نہیں بتا سکتا"

پیرو آنے اشارہ کیا اور رکابدار کی پیٹھ کو کوڑا چاٹنے لگا تین ہی ضربوں کے بعد اس نے کہا۔

"شہزادے! یہ معمولی لوٹ نہ تھی اور نہ ہی میں نے اپنے فائدے کے لیے یہ کام کیا بلکہ میں نے جو کچھ کیا اس کا مجھے حکم دیا گیا تھا اس رئیس مصر کے پاس قدیم مہر مقدس تھی جو اس نے ایدارنس کے چند سپاہیوں کو نہر کے قریب دکھائی تھی۔ شہزادے! یہ مہر ایک مقدس علامت ہے جو شاہان مشرق کے گھرانے میں دو ہزار سال سے چلی آ رہی ہے گورنر کو معلوم نہ تھا اور نہ ہے کہ یہ مقدس امانت

رئیس شباکا کے پاس کس طرح آ گئی چنانچہ انہوں نے مجھے حکم دیا تھا کہ اگر ممکن ہو تو میں اسے حاصل کر لوں"

"مجرم کا یہ بیان تحریر کر لیا جائے" پیرو آنے کہا۔

چنانچہ وقائع نگار نے مجرم کے اقبال جرم کی تفصیلات کے ساتھ اس کا بیان بھی تحریر کیا۔

"اور موتیوں کو بھی حاصل کر لینے کا حکم دیا گیا تھا؟" پیرو آنے کہا۔

"جی ہاں! انہیں بھی کیونکہ وہ موتی بڑے قیمتی ہیں اور ان کے ذریعہ بڑے سے بڑا صوبہ خریدا جا سکتا ہے"

"چھوڑ دو اسے" پیرو آنے کہا۔

چنانچہ اسے چھوڑ دیا گیا وہ اٹھ کھڑا ہوا وہ رو رہا تھا اور اپنا بدن سہلا رہا تھا۔

"سنو کابدار" پیرو آنے کہا "میرا احسان مانو کہ تمہیں وہ سزا نہیں دی گئی جس کے تم مستحق تھے میرا یہ احسان یاد رکھو اپنے آقا کے پاس جاؤ اور کہو اس سے کہ تم مہر چرانے میں اور وہ خود اپنے ارادے میں ناکام رہا ہے چنانچہ اب اس کی عافیت اسی میں ہے کہ وہ اس حکم کی تعمیل کرے جو اس مہر کے تحت دیا جا رہا ہے اگر اس نے حکم عدولی کی تو اس کا انجام بہت برا ہوگا ار اس کے ہر خادم سے بھی کہدو کہ مہر مقدس کے سامنے سر تسلیم خم کر دیں۔ بیوقوف! تمہیں اور تمہارے آقا کو کیا معلوم کہ لشاء شاہان نے مہر مقدس یہاں مصر میں کیوں بھجوائی ہے۔ ہوشیار ہو جاؤ مبادا تم کسی مصیبت میں پھنس جاؤ اور ایدارنس کو بھی ہوشیار ہو جانا چاہیے اور سرکشی کا ثبوت نہ دینا چاہیے کیونکہ جان لو کہ شاہ شاہان کا ہاتھ بہت لمبا اور گرفت بہت مضبوط ہے"

"شہزادے!" سفیر نے کہا "میں ایدارنس کو خبردار کر دوں گا اور میں اس حکم کی تعمیل کروں گا جو مہر مقدس کے تحت دیا گیا ہے"

"یہ تم نے بڑی عقلمندی کی بات کہی ہے" پیرو آنے کہا "اور ایدارنس کی بھی بہتری اسی میں ہے کہ وہ بھی تمہاری طرح عقلمندی کا ثبوت دے جاؤ اور اپنے

دیوتاؤں کا شکریہ ادا کرو کہ تم زندہ ہو اور تمہارا دایاں ہاتھ سلامت ہے۔"

چنانچہ اب سفیر اور اس کے ساتھیوں نے جھک کر پیرو آ کو اور مجھے حتی کہ بیس کو بھی سلام کیا کیونکہ ان کے خیال میں شاہ مشرق نے ہمیں بڑے اختیارات دیدیئے تھے اور یہ کہ ہم چشم زدن میں ان سب کا خاتمہ کر سکتے تھے اور یوں سلام کر کے وہ لوگ رخصت ہوئے۔

"بیس نے بڑا عمدہ کام کیا ہے" بعد میں جب ہم اکیلے تھے تو پیروا نے مجھے کہا۔

"سفیر اب ہم سے ڈرنے لگا ہے اور اپنے آقا کے دل میں بھی ہمارا خوف جاگزیں کر دے گا۔"

"اور آپ نے بھی اسے سزا دلوا کر اور پھر اس کی جان بخشی کر کے بڑی عقلمندی کا ثبوت دیا ہے"

میں نے کہا "اس کے باوجود وقت بہت کم ہے اور ایک ایک لمحہ قیمتی ہے کیونکہ ایک مہینے میں یہ خبر شاہ مشرق تک پہنچ جائے گی اور پھر وہاں سے ایک نیا حکم آئے گا اور غالباً" نئی مہر کی نقل بھی"

"کیا کہا تھا تم نے' یہ مہر چرائی ہے؟"

"سچ تو یہ ہے کہ یہ کارنامہ بیس کا ہے مہر اس نے چرائی ہے اور میں نے استعمال کی بس اس سے زیادہ معلوم کرنے کی کوشش نہ کریں کیونکہ میرے خیال میں آپ کی اور ہماری بہتر اس میں ہے"

اسی دن سہ پہر کے وقت معززین مصر اسی کمرے میں جس میں مجلس مشاورت کا اجتماع ہوا تھا پھر جمع ہوئے اور ان سب کے سامنے میں نے سونے کی تھیلیاں پیرو آ کے حوالے کر دیں اور اب کام آسان تھا ایک ہی ہفتے کے اندر دس ہزار مسلح بہادر ممفس میں آ جانے والے تھے سو جہازوں کا ایک بڑا قافلہ بہت جلد مادر نیل کے سینے پر نظر آنے والا تھا اور اسی سونے کے ذریعہ مصر بالا میں ایک لشکر جرار تیار ہو جانے والا تھا اور اس لشکر کے دستوں کی کمان جنگجو یونانی کرنے والے

تھے اس کے علاوہ دریائے نیل کے دہانے پر ارد گرد جو یونانی شہر آباد تھے وہ بھی شاہ فارس کے خلاف بغاوت کر دینے والے تھے کم سے کم ان شہروں کے امراء نے تو یہی وعدہ کیا تھا جیسا کہ میں کہہ چکا ہوں کہ یونانیوں کو بھی شاہ فارس سے نفرت تھی اور اس کی غلامی کا جوا اتار پھینکنا چاہتے تھے۔

رہا میں تو مجھے پیرو آ کے باڈی گارڈ کا افسر بنا دیا گیا اس دستے میں زیادہ تر سپاہی یونانی تھے رہا بیس تو اسے نہ صرف آزاد کر دیا گیا بلکہ پیرو آ نے اسے خلوت سے نوازہ اور ایتھوپیا کا بونا بادشاہ اس عزت افزائی پر مسکرا کر خاموش ہو رہا۔

آخر کار سارے انتظامات مکمل ہو چکے اور میں اٹھ کر محل کے باغ میں چلا آیا کہ اپنے چچا تانوفیر سے ملنے جانے سے پہلے ذرا دیر کے لیے ستا لوں اس وقت میں اکیلا تھا کیونکہ بیس ان گھوڑوں کو لانے چلا گیا تھا جن پر سوار ہو کر ہمیں اس صحرا کی طرف جانا تھا جہاں کے ایک مقدس مقبرے کو مقدس تانوفیر نے اپنی خانقاہ بنا کر رکھا تھا میں کھجور کے درخت کی چھاؤں میں بیٹھ گیا میں خوش تھا کیونکہ مصر میں ایک انقلاب ہونے والا تھا اور انقلابات مجھے پسند تھے۔

اور دفعتاً" مجھے امادہ کی یاد آ گئی اور میں قدرے اداس ہو گیا اسی عالم میں میں نے نظر اٹھا کر دیکھا تو میرے خوابوں کی ملکہ میرے سامنے کھڑی تھی' جی ہاں امادہ میرے سامنے کھڑی ہوئی تھی اور اس وقت اس نے کاہنہ کا نہیں بلکہ شہزادی کا لباس پہن رکھا تھا میں نے اٹھ کر اسے سلام کیا اور ہم دونوں کھجور کے سایوں میں ٹہلنے لگے اور اب وقت آ گیا تھا کہ میں اپنی قسمت کا فیصلہ امادہ کی زبانی سن لوں۔

"شباکا!" امادہ نے کہا "میں نے سنا ہے کہ تم مصر کی خاطر بڑے کام کر رہے ہو"

"مصر کی خاطر اور تمہاری خاطر کیونکہ تم بھی مصری ہو"

"اگر ہم غلام نہ ہوتے تو بیشک میں مصری ہوتی لیکن چونکہ ہم غلام ہیں اس لیے میں بھی اب مصر کی ایک معمولی لڑکی ہوں"

"لیکن اگر میری تلوار اور میری ہوشیاری اپنا کام کر گئی تو امادہ بہت جلد تم اپنا وہ حق حاصل کر لوگی جو صرف تمہارا حق ہے اور جائز حق ہے"

"یہ کیسے ہو سکتا ہے کیونکہ میں نے سنا ہے کہ تم نے پیرو آ سے خود اس کے اور اس کی اولاد کے متعلق چند وعدے کئے ہیں"

"بے شک میں نے چند وعدے کئے ہیں اور میں ان لوگوں میں سے نہیں ہوں جنہیں اپنے وعدے کا پاس نہیں ہوتا لیکن امادہ دیوتا بڑے پرقوت ہوتے ہیں اور جو چاہتے ہیں کرتے ہیں چنانچہ کون جانے انہوں نے تمہارے اور ہمارے لیے کیا مقدر کر رکھا ہے؟"

"ہاں واقعی اور اب ہمیں دیوتاؤں پر ہی بھروسہ کرنا اور انہی کے فیصلے کو قبول کرنا ہے"

چند ثانیوں تک ہم خاموش ٹہلتے رہے پھر میں نے کہا۔

"امادہ! دنیا میں اور بھی بہت سی چیزیں ہیں جن کے سامنے تاج و تخت کوئی حیثیت نہیں رکھتے۔"

"ہاں ہے تو۔ مثلاً موت جس کا مزہ ہم سب کو چکھنا ہے"

"یا محبت جس کا مزہ اب چکھنا چاہتا ہوں۔ امادہ--- مجھے---"

"کچھ کہنے کی ضرورت نہیں شاباکا! میں سب کچھ جانتی ہوں میں بھی تم سے میرا مطلب ہے۔ میں تمہیں ہر مرد سے زیادہ پسند کرتی ہوں لیکن شاباکا مجھے کاہنہ بن کر مقدس دیوی کی خدمت کرنی ہے"

"امادہ! اس مقدس دیوی نے بھی شادی کی ہے اور لڑکے کو جنم دیا ہے جس نے اپنے باپ کا بدلہ لیا تھا جس طرح کہ ہم ظالموں سے بدلہ لیں گے چنانچہ امادہ دیوی ایزیس اس لڑکی سے خفا نہیں بلکہ خوش ہوتی ہے جو بیوی اور ماں بنتی ہے اس کے علاوہ تم نے آخری عہد نہیں کیا ہے چنانچہ تم اپنی اس خود ساختہ ذمہ داری سے بری ہو سکتی ہو"

"ہاں۔ ہو تو سکتی ہوں"

"تو پھر امادہ کیا تم اپنے آپ کو میری زوجیت میں دینا پسند کرو گی؟"

"شاید شاباکا! ایک عرصہ سے میں نے اپنے آپ کو علم و مذہب کے لیے وقف کر دیا تھا لیکن مجھے اعتراف ہے کہ میرا دل میرے قابو میں نہیں تھا اور وہ

تمہاری طرف کھنچتا تھا اور اب بھی کھنچ رہا ہے میرے دل کی ہر دھڑکن تمہارا صرف تمہارا نام پکارتی ہے لیکن میں اپنے جذبات کی غلام نہیں ہوں اور اگر صرف دل کا معاملہ ہوتا تو میں تمہاری پیش کش قبول نہ کرتی لیکن یہاں معاملہ صرف دل کا نہیں بلکہ میرے پیارے وطن کا بھی ہے میرا وطن مجھے پکار رہا ہے اور جب میں دیوی ایزیس کی قربان گاہ کے سامنے عبادت میں مصروف تھی اور ذرا دیر کے لیے میری آنکھ لگ گئی تھی تو مجھے ایک خواب نظر آیا تھا کہ تنہا تم مصر کو آزاد کرا سکتے ہو اور میرا خیال ہے کہ یہ خوب دیوتاؤں نے دکھایا تھا اور غالباً" سچا تھا۔ چنانچہ شاباکا! میں اپنا ہاتھ تمہارے ہاتھ میں دے دوں گی لیکن ابھی نہیں"

"ابھی نہیں" میں نے کہا "تو پھر کب؟"

"اس وقت جب مجھے اپنے عہد اور اس کی پابندی سے آزاد کر دیا جائے گا اور یہ رسم نئے چاند کی رات کو ادا ہو گی اور اس رات کو ابھی ستائیس دن باقی ہیں اور ان ستائیس دنوں میں ہم دونوں کے درمیان کوئی چیز کوئی رکاوٹ نہ آ گئی تو پھر اس کا اعلان کر دیا جائے گا کہ مصر کی شہزادی امادہ کی شادی رئیس مصر شاباکا سے طے پا گئی ہے"

"ستائیس دن! اس عرصہ میں تو بہت کچھ ہو سکتا ہے دنیا بدل سکتی ہے امادہ لیکن ہمارے درمیان کیا چیز آ سکتی ہے سوائے موت کے"

"میں نہیں جانتی شاباکا! کچھ نہیں جانتی کیونکہ میرا ماضی تو بھری دوپہر کی دھوپ کی طرح ہے جو سایہ پیدا ہی نہیں کرتی۔"

"اور نہ ہی میں کچھ جانتا ہوں" میں نے جواب دیا۔

اور اب ہم درختوں کے سائے سے نکل آئے تھے اور دھوپ میں کھڑے ہوئے تھے دفعتاً" ہوا کا ایک جھونکا آیا اور کھجور کے درختوں کی ٹہنیاں کھڑکھڑائیں اور ان کا سایہ مجھ پر پڑا۔ امادہ کی نظر اس پر پڑ گئی۔

"یہ سایہ! اسے شگون سمجھا جا سکتا ہے اور یہ شگون ہو بھی سکتا ہے" اس نے ہنس کر کہا "شاباکا! اگر تم سے کوئی غلطی ہو گئی ہو' اگر تمہیں کسی گناہ کا اقرار کرنا ہو تو اس وقت کر لو میں تمہیں معاف کر دوں گی اگر بعد میں مجھے معلوم ہوا تو میں

تمہیں معاف نہ کر سکوں گی"

"کیسا گناہ؟"

"میرا مطلب ہے--- ہو سکتا ہے کہ جب تم مشرق کے ممالک میں تھے تو---"

"ایسی کوئی بات نہیں ہوئی" میں نے ایک سو خوشی کے عالم میں کہا کیونکہ میں نے مشرق کی کسی لڑکی کی طرف نہ دیکھا تھا دل لگانا تو دور کی بات تھی۔

"شکر ہے کہ مشرق میں تم نے کوئی ایسی بات نہیں کی جو ہم دونوں کے درمیان دیوار بن سکے لیکن پھر بھی میں مطمئن نہیں ہوں کیونکہ دنیا میں عورت ہی نہیں دوسری بھی باتیں ہیں جو دو محبت کرنے والوں کو جدا کر سکتی ہیں البتہ یہ بات مجھے بڑی حیرت انگیز معلوم ہوتی ہے کہ تم اس بادشاہ سے' جو مصریوں کا سخت دشمن ہے اتنے بہت سے تحائف لے کر لوٹے ہو"

"میں کہہ چکا ہوں کہ میں نے جو کچھ کیا مصر کی خاطر کیا رہے وہ تحائف تو گذشتہ رات تم سن ہی چکی ہو کہ وہ میں نے ایک شرط جیت کر حاصل کئے ہیں اس کے علاوہ تمہیں یہ بھی معلوم ہے کہ وہ سارا سونا کس کام میں لگایا جا رہا ہے" میں نے ذرا غصے ہو کر جواب دیا۔

"ہاں میں نے سب کچھ سنا ہے۔ اور مجھے علم ہے۔ شباکا! غصہ نہ کرو۔ میں نے بچپن سے تم سے محبت کی ہے اور میں تمہیں شوہر کہہ کر پکارنے کے لیے بیتاب ہوں۔ سرتاج! ہائے کس قدر پیارا اور محبت سے بھرپور لفظ ہے۔ لیکن تمہیں ستائیس دن تک انتظار کرنا ہے اور مجھے بھی انتظار کرنا ہے اور شباکا! اس عرصے میں اگر میں تم سے دور ہوں تو برا نہ ماننا کیونکہ مجھے اپنے ماضی سے رشتہ توڑنا ہے اور اس مستقبل کے لیے اپنے آپ کو تیار کرنا ہے جس کے متعلق میں کچھ نہیں جانتی۔

اور اس نے اپنا ہاتھ میری طرف بڑھا دیا۔ میں نے اپنے ہونٹ اس کے ہاتھ کی پشت پر رکھ دیئے' وہ اب بھی کاہنہ تھی وہ اپنی ذمہ داریوں سے بری نہ کی گئی تھی چنانچہ میں اس کے ہونٹ نہ چوم سکا دوسرے ہی لمحے وہ مجھے باغ میں کھڑا چھوڑ کے جا چکی تھی۔

اور اب پہلی دفعہ مجھے بیس کی تنبیہہ یاد آگئی مجھے یاد آیا کہ شاہ فارس کو بیس نے نہیں بلکہ میں نے امادہ کا نام بتایا تھا حالانکہ یہ غلطی مجھ سے لاشعوری طور پر سرزد ہو گئی تھی لیکن بہرحال غلطی تھی۔ جی ہاں یہ مجھے یاد آگیا اور مجھے ایسا محسوس ہوا کہ جیسے دنیا کے تمام منحوس سایوں نے سمٹ کر مجھے اپنی آغوش میں لے لیا ہو میرا جی چاہا کہ امادہ کو تلاش کر کے اس وقت اپنی غلطی کا اعتراف کر لوں لیکن وہ جا چکی تھی اور میں جانتا تھا کہ اس محل میں وہ کس طرف گئی ہے چنانچہ میں نے فیصلہ کر لیا کہ آئندہ جب ہماری ملاقات ہو گی تو میں اسے سب کچھ سچ سچ بتا دوں گا اور اپنی صفائی بھی پیش کر دوں گا' چنانچہ یہی خیال تھا جس نے میرے ڈھارس بندھائی لیکن میں نہ جانتا تھا کہ ایک طویل مدت تک ہماری ملاقات نہ ہو سکے گی۔

اس کے بعد میں اپنے گھر پہنچا۔ اور اپنی والدہ کو ساری بات بتا دی۔ میں بہت خوش تھا اور ایسا محسوس کر رہا تھا جیسے مجھے ہفت اقلیم کی بادشاہت مل گئی ہو میں مارے انبساط کے جھوم رہا تھا اور میرے خیال میں مجھ سے زیادہ خوش نصیب اس دنیا میں اور کوئی نہ ہو گا۔

جب میں خاموش ہوا تو میری والدہ نے مسکرا کر کہا۔

"شباکا! جب تمہارے والد نے مجھ سے شادی کی درخواست کی تھی اور میں نے وہ قبول کر لی تھی تو میں نے چومنے کے لیے انہیں اپنا ہاتھ نہیں بلکہ ہونٹ پیش کئے تھے حالانکہ میری رگوں میں شاہی خون گردش کر رہا ہے لیکن پھر یہ بھی ہے کہ میں ایزیس کی کاہنہ نہ تھی چنانچہ میرے خیال میں تو سب ٹھیک ٹھاک ہے لیکن جیسا کہ تم نے امادہ سے کہا تھا ستائیس دنوں میں واقعی بہت کچھ ہو سکتا ہے' میں حیران ہوں کہ کیوں اس نے یہ---؟ خیر کوئی بات نہیں' کاہنائیں دنیا کی ہر عورت سے مختلف ہوتی ہیں۔ دیوتا تم دونوں کو خوش و خرم رکھیں۔ میری دعائیں تم دونوں کے ساتھ ہیں میرے بیٹے!"

اور جب ہم اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر اپنے مقدس چچا تانوفیر سے ملاقات کرنے سقارہ کی طرف جا رہے تھے تو میں نے بیس سے کہا۔

"بیس! میرے دوست! ایک گڑبڑ ہو گئی ہے"

"کیا بات ہوئی آقا؟"

"ابھی تھوڑی دیر پہلے ہی میں محل کے باغ میں امادہ کے ساتھ تنہا تھا لیکن میں اسے یہ بتانا بھول گیا کہ شاہ فارس کو اس کا نام تم نے نہیں بلکہ میں نے بتایا تھا۔ لیکن میں ارادہ کر چکا ہوں کہ آئندہ ملاقات کے وقت یہ اعتراف کر لوں گا"

"آقا! اگر آپ کی جگہ میں ہوتا اور میں بھی اسے یہ بات بتانا بھول گیا ہوتا تو پھر ہمیشہ اسے بھولا ہی رہتا کیونکہ ایک لمحے میں جو بات مناسب اور بھلی معلوم ہوتی ہے دوسرے ہی لمحے وہ بات نامناسب اور ناگوار ہو جاتی ہے اور پھر وہ بات عورتوں سے کہی ہی کیوں جائے جس کو سمجھانا ممکن نہ ہو اور جو عورتوں کی چھوٹی عقل میں کس طرح سما ہی نہ سکتی ہو عورت چاہے شاہی خاندان سے ہو اور کتنی ہی زیرک کیوں نہ ہو وہ بہرحال عورت ہے اور یہ بھی آپ جانتے ہیں کہ عورت کی کھوپڑی میں چٹکی برابری عقل ہوتی ہے جس میں گہری باتیں سما نہیں سکتیں اس کے علاوہ میں کہہ چکا ہوں کہ بادشاہ کو خاتون امادہ کا نام میں نے بتایا تھا اور یہ بھی کہا تھا کہ آپ کو تصدیق کرنے کے لیے اس لعنتی کشتی میں سے لایا گیا تھا اب کیا یہ کافی نہیں ہے؟"

میں نے کوئی جواب نہ دیا۔ بلکہ ایک سوچ میں پڑ گیا۔ چنانچہ بیس نے سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے کہا۔

"آپ کو یاد ہو گا آقا! کہ جب میں نے یہ بات کہی تھی تو امادہ خاتون کس قدر خفا ہو گئی تھی اور اس نے اپنے ماموں سے درخواست کی تھی کہ مجھے کوڑے لگائے جائیں یہاں تک کہ میری کھال ادھیڑ جائے اب اگر آپ نے اسے حقیقت سے آگاہ کیا تو پھر میرا جھوٹ ثابت ہو جائے گا اور مجھے دہری سزا دی جائے گی۔ اور مجھے اس وقت تک کوڑے لگائے جائیں گے جب تک کہ کھال اور گوشت پھٹ کر میری ہڈیاں نظر نہیں آ جاتیں رہے آپ تو یہ میں نہیں جانتا کہ خود آپ کو کیا سزا دی جائے گی اور اب آقا چونکہ میں غلام نہیں رہا ہوں بلکہ آزاد ہوں اس لیے اس ذلت کو برداشت نہ کر سکوں گا کہ سرے عام میرے کوڑے لگائے جائیں"

"لیکن بیس! میں نے کہا "حقیقت آخر حقیقت ہے اور جھوٹ پھر جھوٹ ہے جو ایک نہ ایک دن ظاہر ہو کر رہے گا"

"آقا! اگر جھوٹ اسی طرح ظاہر ہوا کرتے تو پھر یہ دنیا قائم نہ رہتی کم سے کم ایک انسان بھی روئے زمین پر نظر نہ آتا اور پھر یہ حقیقت جس سے صرف آپ اور میں واقف ہیں کیوں ظاہر ہونے لگی؟"

"ہمارے علاوہ کوئی اور بھی اس حقیقت سے واقف ہے"

"وہ کون ہے؟"

"شاہ فارس"

"ارے وہ تو اسے بھول بھی چکا ہو گا خصوصاً" اس لیے کہ اس وقت وہ نشے میں تھا۔ آقا! جب آپ نہتے ہوں آپ کے پاس نہ تبر ہو نہ تلوار تو اس وقت سوئے ہوئے شیر کے پیٹ میں ٹھوکر مارنا حماقت نہیں تو اور کیا ہے؟ کیونکہ آپ کی ٹھوکر سے وہ بیدار ہو جائے گا اور پھر اسے معلوم ہو گا کہ اس کا پیٹ خالی ہے اور وہ فوراً" آپ کو ہڑپ کر جائے گا۔ چنانچہ جو فتنہ محو خواب ہو اسے بیدار کرنا حماقت ہے اس کے علاوہ میں نے جو کچھ آپ سے کہا تھا غلط کہا تھا کیونکہ اب مجھے یاد آیا ہے کہ بادشاہ کو امادہ کا نام میں نے ہی بتایا تھا اور اس نے آپ کو میری اس بیان کی تصدیق کے لیے ہی طلب کیا تھا۔

"بیس!" میں نے کہا "تم ٹڈے کے پوجنے والے غالباً" راست بازی کو کوئی اہمیت نہیں دیتے"

جی ہاں! پھٹی ہوئی جوتی چلتی بھی نہیں اور اس کی ضرورت بھی کیا ہے کیونکہ ٹڈے کے پرستاروں نے مصر کے دیوتاؤں اور ان کی خصوصیات کا گہرا مطالعہ کیا ہے۔ اور معلوم ہوتا ہے کہ ---"

"کیا معلوم ہوا ہے؟"

"بہت سی غیر اہم باتوں کے علاوہ یہ ایک بڑی اہم بات معلوم ہوئی ہے کہ عورت چونکہ فطرتاً" شرمیلی اور حیا کی پتلی ہوتی ہے اس لیے جب حقیقت اس کے سامنے عریاں ہو جاتی ہے تو اس کے دل کو ایسا زبردست صدمہ پہنچتا ہے کہ وہ "یعنی عورت سنبھل نہیں سکتی"

باب 11

ہم اس شہر خموشاں میں داخل ہوئے جس کا نام سقارہ تھا عین وسط میں اہرام سربلند کئے کھڑے تھے جو قدیم فراعنہ کی ہڈیاں کو اپنی آغوش میں چھپائے ہوئے تھے صحرا کی ریت پر چاروں طرف قدیم مقابر کے علاوہ اور کچھ نظر آ رہا تھا ایک کے بعد دوسرا مقبرہ' مردوں کا شہر جس کے اپنے راستے اور اپنے محلے تھے عجب وحشت انگیز خاموش اور عبرتناک مقام تھا اس شہر خموشاں میں کوئی نظر نہ آ رہا تھا سوائے اکا دکا مہنتوں کے علاوہ جو مردوں کی نیاز نذر کرنے آئے تھے۔

میں نے چاروں طرف دیکھا اور اپنے پھیلے ہوئے نتھنوں کو اور بھی پھیلا کر کہا:

"لوگوں کے دلوں پر لرزہ طاری کرنے کے لیے موت کا نام ہی کافی ہے پھر اس کے اظہار کے لیے اور موت کی یاددہانی کے لیے ایسی یادگاریں قائم کرنے سے کیا فائدہ؟ مقدس ٹڈے کی قسم بڑا ہی عبرت انگیز مقام ہے یہ تو بڑے بڑے فرعون یہاں لیٹے ہوئے ہیں ان سب نے اپنے زمانے میں اپنے لئے بڑے بڑے محلات بنائے اور خوب داد عیش دی' اس کے باوجود انہوں نے مرنے کے بعد بھی اپنے لیے خوبصورت کمرے بنوائے اور ان کی دیواروں کو تصویروں سے سجایا کہ ان

آرام دہ کمروں میں لیٹ سکیں لیکن انہیں اپنے مذہب اور اپنے دیوتاؤں پر اعتبار ہوتا تو وہ ایسا نہ کرتے بلکہ وہ اپنے اجسام کو خود دھرتی کے رحم و کرم پر چھوڑ دیتے کہ وہ ان کو کھالے جب تک وہ زندہ رہے زمین غلہ اگا کر خود انہیں کھلاتی رہی ہے"

"تو کیا تمہارے یہاں ایسا ہی کیا جاتا ہے؟" میں نے بیس سے پوچھا۔

"جی ہاں' زیادہ تر ایسا ہی ہوتا ہے البتہ ہمارے بادشاہوں اور مشہور ہستیوں کی لاشوں کو شفاف ستونوں میں رکھ دیا جاتا ہے اور اس سے دہرا فائدہ ہوتا ہے اول تو یہ کہ ستون بادشاہ کی اولاد کے محل کی چھت کو سنبھالے رکھتے ہیں اور دوسرا یہ کہ بادشاہ کی اولاد اپنے اجداد کی لاشوں کو دیکھ کر خوش ہو لیتی ہے کہ وہ اپنے اجداد کی طرح بدصورت اور بھیانک نہیں ہیں اور پھر ہمارے یہاں تو لاشوں کو ستونوں میں بے کفن اور عریاں بٹھایا جاتا ہے چنانچہ وہ اور بھی مہیب معلوم ہوتی ہیں"

"لیکن ان کا کیا جو نہ بادشاہ ہوتے ہیں اور نہ مشہور ہوتے ہیں؟" میں نے پوچھا۔

"ان کی لاشوں کو یا تو زمین میں دفن کر دیا جاتا ہے یا پھر دریا میں ڈال دیا جاتا ہے اور ان کی روح کو مقدس ٹڈا۔ کہاں لے جاتا ہے آقا؟"

"یہ تو میں نہیں جانتا بیس"

"اور کوئی بھی نہیں جانتا سوائے خاتون امادہ' یا شاید تانوفیر کے اور شاید یہی ہے مقدس تانوفیر کا بھٹ----"

اور اس نے ایک اندھیرے غار کے سامنے اپنے گھوڑے کی لگامیں کھینچ لیں یہ غار مقبرے کا دروازہ معلوم ہوتا تھا۔

صاف ظاہر تھا کہ ہماری آمد غیر متوقع نہ تھی بلکہ ہمارا انتظار کیا جا رہا تھا کیونکہ ابھی ہم نے گھوڑے روکے ہی تھے کہ ایک بلند قامت لڑکی جس کی آنکھیں حیرت انگیز حد تک سیاہ تھیں اور جس کے بشرے سے عجب طرح کا تکبر عیاں تھا اور اندھیرے دروازے میں نمودار ہوئی۔ اس نے میری اور بیس کی طرف دیکھا اور

مترنم آواز میں پوچھا۔

"تم دونوں ہی شباکا اور بیس ہو جو شباکا کا غلام ہے؟"

"میرا نام شباکا ہے" میں نے جواب دیا "اور یہ ہے بیس جو اب غلام نہیں بلکہ ایک آزاد شہری ہے"

لڑکی نے اپنی بڑی بڑی آنکھوں سے بیس کی طرف دیکھا اور پھر کہا۔

"یہ ایک آزاد شہری ہونے کے علاوہ میرے خیال میں کچھ اور بھی ہے"

"اور بھی کیا ہوں بھلا؟" بیس نے اس خوبصورت لڑکی پر اپنی نظریں جماکر بڑی دلچسپی سے پوچھا۔

"بہت بہادر اور بہت ہوشیار" "تم وہ نہیں ہو جو نظر آتے ہو"

"میرے متعلق یہ سب باتیں تمہیں کس نے بتائیں؟" بیس نے بڑے اشتیاق سے پوچھا۔

"کسی نے نہیں بیس! جہاں تک مجھے یاد ہے کسی نے نہیں"

"کسی نے نہیں' تو پھر کون ہو تم؟ کیا ہو تم! کہ تمہیں وہ باتیں معلوم ہو جاتی ہیں جو تم نہیں جانتیں کہ کس طرح معلوم ہو جاتی ہیں"

"میرا نام کریما ہے اور میں صحرا میں بھٹکنے والے خانہ بدوشوں کی اولاد ہوں اور میں مقدس تانوفیر کا جام ہوں کہ وہ مجھ سے علم پیتے ہیں"

"اگر تارک الدنیا لوگوں کو ایسے جام سے پینے کو ملتا ہے تو بھائی میں بھی دنیا ترک کر کے درویش بن جاؤں گا" بیس نے ہنس کر کہا" لیکن ایک عورت کسی مرد کا جام کس طرح بن سکتی ہے اور مرد عورت سے کس قسم کی شراب پی سکتا ہے؟"

"علم اور دانائی کی شراب" کریما نے شرم سے سرخ ہو کر کہا' اکثر عرب لڑکیوں کے مقابلے میں اس کی رنگت ذرا کھلتی ہوئی تھی۔

"دانائی کی شراب؟" بیس نے کہا "لیکن جب ایسا حسین ہو تو اکثر لوگ اس سے حماقت اور کبھی بھی پاگل پن کی شراب بھی پی سکتے ہیں"

"مقدس تانوفیر تمہارا انتظار کر رہے ہیں" کریما نے کہا اور پلٹ کر مقبرے

کے دروازے میں داخل ہو گئی۔

کریما کے پیچھے ہی پیچھے ہم بھی اندھیرے میں دروازے کے اندر داخل ہو گئے گذرگاہ میں چند قدم آگے طاقچہ تھا اور اس میں تین چراغ جل رہے تھے کریما نے ایک چراغ اٹھا لیا اور بقیہ دو میں سے ایک مجھے اور دوسرا بیس کو دے دیا چنانچہ ہم چراغ اٹھا کر اس کے پیچھے چلے گذرگاہ ڈھلوان تھی اور نیچے اتر رہی تھی اور اس میں پتھر کا زینہ بنا ہوا تھا ہم یہ زینہ اترنے لگے اور آخر کار ایک کمرے میں پہنچ گئے جو چٹان کاٹ کر بنایا گیا تھا اور جو گرم اور اندھیرا تھا۔

"یہ کونسا مقام ہے؟" بیس نے سرگوشی میں پوچھا وہ سہما ہوا معلوم ہوتا تھا اس کی یہ سرگوشی کریما نے سن لی چنانچہ اس نے گردن گھما کر جواب دیا۔

"یہ مقدس گایوں یعنی آپیس کا مقبرہ ہے یہ دیکھو! آخر آپیس کی لاش کو اب تک بند نہیں کیا گیا ہے"

اور کریما نے چراغ کو ذرا سا اٹھا دیا اس کی روشنی میں ایک زبردست سنگی تابوت ہمیں نظر آیا جو مقبرے کی ایک محراب تلے رکھا ہوا تھا۔

"عجیب ملک ہے یہ مصر تو جہاں لوگ انسانوں کو تو خیر حنوط کرتے ہیں لیکن گایوں کو بھی حنوط کر دیتے ہیں" بیس نے کراہ کر کہا "لیکن پچھلی دفعہ جب میں مقدس تانوفیر کے پاس آیا تھا تو وہ آسمان کی چھاؤں میں ایک اینٹوں سے بنے ہوئے چھوٹے سے مکان میں مقیم تھے"

"بیشک۔ لیکن وہ رات کا وقت ہو گا بیس۔" کریما نے جواب دیا "کیونکہ وہ رات ایسے ہی مکان میں گذارتے ہیں لیکن دن آپیس کے مقبرے میں بسر کرتے ہیں کیونکہ دن کے وقت اور سورج کی روشنی میں روئے زمین پر عظیم الشان گناہ کئے جاتے ہیں"

"اوہ یہ بات ہے--- لیکن میرا خیال تھا کہ رات کے اندھیرے اور چاند کی روشنی میں بڑے بڑے گناہ کئے جاتے ہیں لیکن اس کے متعلق تو مقدس تانوفیر ہی بہتر طور سے جانتے ہیں' یا شاید یوں ہوتا ہو گا کہ چونکہ وہ سو جاتے ہوں گے اس لیے پھر انہیں گناہوں کی پرواہ نہ ہوتی ہو گی کہ گناہ ہوتے ہیں تو ہوا کریں"

مقبرے کی ہر دیوار میں محراب تھی اور ہر محراب کے سامنے ایک عبادت گاہ بنی ہوئی تھی اور چوتھی عبادت گاہ میں روشنی نظر آ رہی تھی کریما اسی عبادت گاہ کے سامنے رک گئی۔

"شباکا! بیس! جاؤ یہی ہے مقدس تانوفیر کی قیام گاہ" اس نے کہا

"جب یہ دیوتا زندہ تھا تو مقدس تانوفیر نے اس کی خدمت کی تھی اور اب وہ دیوتا کی لاش پر عبادت کر رہے ہیں۔"

"اندھیرے میں بیٹھ کر مردہ گائے کی عبادت کر رہے ہیں؟" بیس نے حیرت سے کہا "ہائے ہائے مجھے تو بھائی دن کی روشنی میں ایک زندہ ٹڈا ہی دیدو کیونکہ وہ بہرحال مردے سے بہتر ہے اور پھر دن کی روشنی بھیانک بھی نہیں ہوتی"

"بونے!" عبادت گاہ میں سے ایک گہری اور گھمبیر آواز سنائی دی "ان باتوں کے متعلق کچھ نہ کہو جنہیں تم سمجھ نہیں سکتے میں لاش کی عبادت نہیں کر رہا ہوں جیسا کہ تم اپنی جہالت سے سمجھ رہے ہو میں تو اس روح اور دیوتا کی پرستش کر رہا ہوں جس کی علامت یہ گائے تھی چنانچہ بہتر ہو گا تم اپنی باتوں سے اس عظیم روح کو خفا نہ کرو کیونکہ کوئی نہیں جانتا کہ اس کا غضب کس صورت میں نازل ہو گا؟"

اور اب تو بیس سچ مچ مارے خوف کے کانپنے لگا اور اس کا منہ کھل گیا

"آقا!" اس نے میرے کان میں کہا "آئندہ آپ کسی ایسی جگہ جائیں جہاں کی لڑکیاں آپ کے دل میں جھانک سکتی اور درویش آپ کے خیالات معلوم کر لیتے ہوں تو براہ کرم مجھے اپنے ساتھ نہ لے جائیں میں مقدس تانوفیر کا زیادہ احترام کرتا ہوں مجھے ان سے محبت ہے لیکن مجھے ان کی رہائش گاہ پسند نہیں اور نہ ہی ان کا" اور اس نے کریما کی طرف دیکھا جو اپنے ہونٹوں پر ملکوتی تبسم لیے بیس کی طرف دیکھ رہی تھی، چنانچہ بیس نے جلدی سے کہا "یہاں کچھ گڑبڑ ہے کچھ ہو گیا ہے مجھے، عجیب بات ہے کہ میں جھوٹ بھی نہیں بول سکتا"

"اپنی احمقانہ اور مضحکہ خیز باتیں بند کرو اور اے شباکا اور اے بیس اندر آ جاؤ!" اسی لرزہ طاری کر دینے والی آواز نے کہا۔

ہم عبادت گاہ میں داخل ہو گئے اور ایک عجیب منظر دیکھا۔

عبادت گاہ کی سامنے کی دیوار کے طاقچوں میں چراغ جل رہے تھے اور اس روشن دیوار کے پس منظر میں قانون اور سچائی کی دیوی موت کا قد آدم مجسمہ کھڑا ہوا تھا جو سفید پتھر سے تراشا گیا تھا اس کے سر پر ایک پر لگا ہوا تھا اور کھوپڑی پر مصنوعی بال لگے ہوئے تھے اور اس کی گردن میں نیلے پتھروں کی مالا پڑی ہوئی تھی ایک چست و تنگ چغے نے اس کے ننگی جسم کو ڈھک رکھا تھا اس کے بازو اور کلائیوں میں سونے کے کڑے تھے اپنے دائیں ہاتھ میں جو لٹکا ہوا تھا وہ زندگی کی علامت تھا یعنی صلیب پکڑے ہوئے تھی اور اس کا بایاں ہاتھ آگے بڑھا ہوا تھا اس میں کنول کی شکل والے موٹھ کا عصا تھا اور اس کی پتھریلی آنکھیں اندھیرے میں گھور رہی تھیں اس مجسّمے کے قدموں میں پالتی مارے چچا تانوفیر بیٹھے ہوئے تھے وہ بہت بوڑھے تھے اتنے بوڑھے کہ ان کی عمر کا اندازہ لگانا ممکن نہ تھا وہ اندھے تھے اور بہت دبلے اتنے دبلے کہ ان کے ہاتھ خشک کڑیوں کی طرح معلوم ہوتے تھے ان کا سر منڈا ہوا اور ڈاڑھی لمبی اور دھنکی ہوئی روئی کی طرح سفید تھی انہوں نے جو چغہ پہن رکھا تھا وہ بھی سفید تھا مقدس تانوفیر کے سامنے ایک نیچی قربان گاہ تھی اور اس قربان گاہ پر چاندی کا ایک پیالہ رکھا ہوا تھا جو شفاف اور تازہ پانی سے بھرا ہوا تھا اس پیالے کے دونوں طرف دو چراغ جل رہے تھے۔

ہم ان کے سامنے گھٹنوں کے بل جھک گئے بلکہ یوں کہنا مناسب ہو گا کہ بالکل جھک گئے بیس تو باقاعدہ سجدہ ریز ہو گیا۔

"میں شاہ شاہان نہیں ہوں کہ تم مجھے سجدہ کر رہے ہو" تانوفیر نے اپنی گمبھیر، گہری اور گونج دار آواز میں کہا۔ اس کے سوکھے مارے ہوئے بدن میں سے نکلتی ہوئی یہ آواز--- بڑی غیرارضی اور غیرقدرتی معلوم ہو رہی تھی۔

"کیا تم سچائی کی دیوی کو سجدہ کر رہے ہو؟ اگر ایسا ہے تو اچھا ہے کیونکہ اگر تم دونوں کو نہیں تو تم میں سے ایک کو اس دیوی کی مہربانیوں اور مدد کی ضرورت ہے۔ یا پھر تم اس دیوتا کو سجدہ کر رہے ہو جو عقبی محراب میں سو رہا ہے اور جس کی مٹھی میں دنیا ہے؟ یا کہیں ایسا تو نہیں کہ اس مقام کی خاموشی اور

اندھیرے نے تمہیں خود اپنی موت اور اپنے مقبرے کی یاد دلا دی ہو؟"

"نہیں ایسی کوئی بات نہیں ہے میرے عظیم چچا!" میں نے کہا "ہم آپ کو اس طرح سلام کر رہے ہیں کیونکہ ہمیں یقین ہے کہ وہ آپ ہی تھے جنہوں نے میری جان بچائی تھی' وہ آپ ہی تھے جنہوں نے بھوکے شیروں کے جبڑوں اور کشتی کے عذاب سے مجھے بچالیا تھا۔"

"شاید وہ میں ہی تھا یا وہ دیوتا تھے جن کا میں آلہ کار ہوں بہرحال مجھے اتنا تو یاد ہے کہ تمہاری پکار کا میں نے جواب دیا تھا اور تمہاری درخواست پر ایک خاص ہدایت کی تھی تمہاری پکار اور تمہاری درخواست فاصلوں کو سمیٹ کر یہاں اندھیرے میں مجھ تک پہنچ گئی تھی شاباکا! شاید تم نہیں جانتے کہ جب سے تم رخصت ہوئے ہو تب سے میری آنکھیں پوری طرح بے نور ہو چکی ہیں چنانچہ اب اس سامنے رکھے ہوئے مقدس پیالے میں جو کچھ نظر آتا ہے اسے دیکھنے کے لیے مجھے کریما کی آنکھیں اور اس کی نظر استعمال کرنا پڑتی ہے بہرحال اس طرح اس مقبرے کی تاریکی ذرا کم ہو جاتی ہے اور کریما کی موجودگی کی وجہ سے یہ اندھیرا قابل برداشت ہو جاتا ہے شاباکا! ایک سو پچیس سال کا عرصہ بیت گیا جب میں نے پہلی دفعہ اس دنیا کی روشنی دیکھی تھی اور اب میری آخری نیند کا وقت قریب ہے بھتیجے! قریب آؤ! اور میرے ماتھے پر بوسہ دو اور اپنی جوانی کے جوش میں یہ نہ بھول جاؤ کہ اگر دیوتاؤں نے تمہیں بخش دیا تو ایک دن تم بھی میری طرح سفید ریش خمیدہ کمر اور خشک لکڑی ہو جاؤ گے۔"

چنانچہ میں نے آگے بڑھ کر اور اپنے دل میں خوف کی دھڑکنیں لیے ان کے ماتھے پر بوسہ دیا کیونکہ بڑے میاں مجھے تو انسان نہیں بلکہ کچھ اور معلوم ہوتے تھے پھر انہوں نے کریما کو باہر بھیج دیا اور مجھ سے اپنی سرگزشت سنانے کو کہا جو میں نے بے کم و کاست سنا دی۔ اب یہ میں نہیں جانتا کہ انہوں نے مجھ سے سرگزشت سنانے کو کیوں کہا حالانکہ وہ اس سے پوری طرح واقف تھے کیونکہ ایک دو جگہ چند واقعات بیان کرنا میں بھول گیا اور یہاں مقدس تانوفیر نے میری تصحیح کر کے کہا کہ میں یہ واقعہ بھول رہا ہوں مثلاً مجھے وہ اپنے الفاظ یاد نہیں رہے تھے جو میں نے

نہایت ہی غصے میں شاہوں کے شاہ سے کہے تھے چنانچہ میرے الفاظ خود انہوں نے دہرا دیئے۔

جب میں خاموش ہوا تو مقدس تانوفیر نے کہا۔

"تو امادہ کا نام خود تم نے شاہ فارس کو بتایا تھا' بہرحال تم بے قصور ہو اور الزام تم پر نہیں آتا کیونکہ زندہ رہنے کے لیے تم اس کے علاوہ کچھ اور کر بھی نہ کر سکتے تھے۔ لیکن میں سمجھتا ہوں کہ تمہاری یہی غلطی بشرطیکہ ہم اسے غلطی کہہ سکیں تمہیں کسی نہ کسی مصیبت میں گرفتار کر دے گی کیونکہ دیوتاؤں نے عورتوں میں بہت سی خوبیاں یکجا کر دی گئی ہیں لیکن سمجھ بوجھ کی قوت سے انہیں محروم رکھا ہے اگر ایسا ہو شاباکا! تو اس مصیبت یا دکھ میں صبر کرنا اور اسے برداشت کرنے کی کوشش کرنا! کیونکہ مصیبت میں بھی زندہ رہنا مرجانے سے بہرحال بہتر ہے خصوصاً" ان لوگوں کے لیے جنہیں دنیا میں بہت کچھ کرنا ہے اور تم نے بلکہ بیس نے مہر مقدس بھی چرالی ہے جو چھوٹی اور گھسی پٹی ہونے کے باوجود زبردست قوتوں کی مالک ہے' یہ بہرحال تم نے اچھا کام کیا ہے کیونکہ چند دنوں تک تم اسے استعمال کر سکو گے اور تمہارے بہت سے کام بن جائیں گے اور اب پیرو آنے اس بدیسی بادشاہ کے خلاف مصمم ارادہ کر لیا ہے اور اس کا یہ ارادہ بڑا نیک ہے مجھے سب معلوم ہے اس لیے مجھ سے کچھ کہنے کی ضرورت نہیں لیکن شاباکا! تم مجھ سے کیا معلوم کرنا چاہتے ہو؟"

"مجھ سے کہا گیا ہے کہ میں آپ سے اپنی اس جدوجہد کا آغاز بہت جلد ہونے والا ہے' انجام معلوم کر لوں؟"

"پاگل تو نہیں ہو گئے ہو شاباکا! بھلا میں دیوتاؤں کہ مستقبل میں جھانک سکوں؟"

"میں قطعی پاگل نہیں ہوں اور جانتا ہوں کہ اگر آپ چاہیں تو مستقبل میں جھانک سکتے ہیں!"

"کریما کو بلاؤ!"

چنانچہ بیس اٹھ کر عبادت گاہ سے باہر چلا گیا ایک منٹ بعد ہی وہ کریما کے ساتھ واپس آ چکا تھا۔

"کریما!" مقدس تانوفیر نے کہا "قربان گاہ کے سامنے بیٹھ جاؤ اور میری آنکھوں میں آنکھیں ڈال دو! اور وہ نیند کے مارے ادھرادھر ڈول رہی تھی۔ اس کا سر سینے پر جھک گیا اور اب مقدس تانوفیر نے عجیب آواز میں کہا۔

"بیدار ہو جاؤ لڑکی! اس پیالے میں دیکھو اور بتاؤ کہ تم کیا دیکھ رہی اور کریما جیسے بیدار ہو گئی لیکن اب وہ بالکل بدلی ہوئی تھی اس کی آنکھیں پھٹی ہوئی تھیں اور چہرے کے نقوش کرخت اور ڈراؤنے ہو گئے تھے۔ وہ پیالے پر جھک گئی۔ وہ چند ثانیوں تک پیالے کے پانی میں دیکھتی رہی اور پھر اس نے ایسی آواز میں جو اس کی نہیں بلکہ کسی روح کی معلوم ہوتی تھی کہنا شروع کیا۔

"میں دیکھ رہی ہوں کہ میرے سر پر تاج رکھا گیا ہے' اور مجھے ملکہ بنایا گیا ہے جس سے مجھے نفرت ہے"

اور یہاں حیرت سے میرا منہ کھل گیا "میں اس بونے کے ساتھ ایک تخت پیر بیٹھی ہوئی ہوں" اور اب بیس کا منہ حیرت سے کھل گیا "حالانکہ یہ بونا بدہیئت اور بدصورت ہے لیکن ہے بڑا عظیم دل کا بھی برا نہیں ہے بہت مخلص اور صاف دل ہے اس کی عیاری لومڑی کی طرح ہے اور یہ شیر کی طرح بہادر ہے اس کے علاوہ اس کی رگوں میں بادشاہوں کا خون گردش کر رہا ہے"

بیس اپنے دیدے گھما کر مسکرایا لیکن مقدس تانوفیر کو اس انکشاف پر ذرا بھی حیرت نہ ہوئی انہوں نے کہا۔

"یہ سب باتیں ہمیں معلوم ہیں اور بقیہ معلوم کی جا سکتی ہیں چنانچہ ایسی باتوں کے پیچھے وقت ضائع نہ کرو اور بتاؤ کہ مصر میں کیا ہونے والا ہے؟"

"جنگ---- خونریز جنگ" کریما نے کہا "میں دیکھ رہی ہوں--- میدان جنگ ہے یہ---شباکا اور دوسرے افسر مصر کی کمان کر رہے ہیں مشرقیوں کو شکست ہو چکی ہے وہ مارے گئے یا فرار ہو گئے ہیں پیرو آ کے سر پر مصر بالا اور مصر زیریں کا تاج ہے وہ فرعون ہے وہ مصر کا حاکم ہے وہ سینہ تانے تخت پر بیٹھا ہے اور اب شباکا جلاوطن ہو رہا ہے وہ شکست خوردہ ہے اور میں دیکھ رہی ہوں کہ شباکا بونے کے ساتھ اور میرے ساتھ جنوب کی طرف جا رہا ہے وقت گذر رہا ہے' مہینے

بیت رہے ہیں اور اب میں دیکھ رہی ہوں کہ چند سفیر شباکا کے پاس آئے ہیں۔ یہ آپ کے اور پیرو آ کے سفیر ہیں جو مصر میں گڑبڑ اور بے چینی لائے ہیں۔ اب میں دیکھ رہی ہوں کہ شباکا اور بیس سیاہ فاموں کا ایک لشکر جرار لیکر شمال کی طرف کوچ کر رہے ہیں میں بھی ان کے ساتھ ہوں اور میرا دل خوشی سے ناچ رہا ہے شباکا اور بیس مادر نیل کے کنارے پر ایک ہیکل کے سامنے پہنچ گئے ہیں اسی جگہ ایک دوسرا لشکر پڑاؤ ڈالے ہوئے ہے یہ مشرقیوں کا لشکر ہے اور اس لشکر کی کمان خود شاہ شاہان کر رہا ہے شباکا اور بیس مشرقیوں سے جنگ کر رہے ہیں نہایت ہی خوفناک جنگ ہے۔ مشرقیوں کی لاشوں کے انبار لگ گئے انہیں شکست ہو گئی ہے مادر نیل کا پانی سرخ ہو گیا ہے شاہ فارس مارا جا چکا ہے۔ شباکا کی کمان کا تیر شاہ فارس کے سینے میں ترازو ہے شباکا' فاتح شباکا ہیکل میں داخل ہو رہا ہے اور یہاں پیرو آ مر رہا ہے یا مر چکا ہے' دیوی کے مجسمے کے سامنے ایک کاہنہ کھڑی ہوئی ہے اس کے چہرے پر نقاب پڑی ہوئی ہے چنانچہ میں نہیں جانتی کہ وہ کون ہے؟ شباکا سر اٹھا کر اس کی طرف دیکھ رہا ہے کاہنہ نے اپنے دونوں ہاتھ شباکا کی طرف بڑھا دیئے ہیں' کاہنہ کی آنکھوں میں قیامت کی لپک ہے اس کا سینہ شدت جذبات سے اٹھ اور گر رہا ہے اور اس کے عقب میں کھڑا ہوا دیوی کا مجسمہ غضبناک نظروں سے شباکا اور کاہنہ کی طرف دیکھ رہا ہے اور اب معاملہ ختم ہوا مقدس تانوفیر! اے روحوں کے آقا! سب کچھ ختم ہو گیا کیونکہ میں دیکھ رہی ہوں کہ نیل کے ساحل پر اس ہیکل میں آپ مر رہے ہیں آپ مر گئے ہیں اور وہ قوت جو آپ کے ذریعہ میرے بدن میں آ گئی تھی مجھے چھوڑ کر جا چکی ہے اور اب مجھے کچھ نظر نہیں آ رہا" وہ خاموش ہو گئی اور ایک بار پھر جیسے نیند طاری ہو گئی۔"

"بیس! شباکا! سن لیا تم نے؟" مقدس تانوفیر نے کہا "لڑکی نے پیالے کے پانی میں جو کچھ دیکھ کر بیان کر دیا اب تمہیں اختیار ہے کہ اس پر یقین کر دیا نہ کرو۔"

"لیکن آپ اس پر یقین کرتے ہیں یا نہیں؟ مقدس چچا!" میں نے پوچھا

"اس پورے بیان کا ایک حصہ بہرحال سچ ہے اور اس پر مجھے یقین ہے"

"کون سا حصہ؟"

"اور یہ کہ جب مرجاؤں گا تو پھر لڑکی کو پیالے میں تصویریں نظر نہ آئیں گی۔ رہی دوسری باتیں تو ان کے متعلق میں کچھ نہیں کہہ سکتا ہو سکتا ہے کہ واقعات وقوع پذیر ہوں اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ نہ ہوں لیکن انہوں نے تنبیہہ کرتے ہوئے اضافہ کیا "یہ واقعات ہوں یا نہ ہوں اسی پیشنگوئی پر تمہیں اعتبار ہو یا نہ ہو میں تمہیں خبردار کئے دیتا ہوں کہ قبل از وقت اس کا ذکر کسی سے نہ کرنا بیں! تم بھی نہ کرنا"

"لیکن ہم ان لوگوں کو کیا جواب دیں گے جنہوں نے ہمیں آپ کے پاس بھیجا ہے" میں نے کہا

"تم ان لوگوں سے کہہ سکتے ہو کہ میرا علم مجھے بتاتا ہے کہ نیک و بد شگون آپس میں گڈمڈ ہیں چنانچہ یقین سے کچھ نہیں کہہ سکتا اس وقت بتاؤں گا کہ حقیقت کیا ہے' بس خاموش' لڑکی بیدار ہو رہی ہے چنانچہ اپنی باتوں سے اسے خوفزدہ کرنا مناسب نہیں اس کے علاوہ اب مجھے اپنی خوابگاہ میں لے جانے کا وقت بھی آگیا ہے کیونکہ میرے خیال میں سورج غروب ہو چکا ہے اور پھر میں تکان بھی محسوس کر رہا ہوں شباکا! تم مستقبل معلوم کرنے کے لیے اتنے بیتاب کیوں ہو؟ مستقبل کچھ نہیں ہے جو کچھ ہے حال ہے کیونکہ جو مستقبل ہے وہ بھی حال بننے والا ہے چنانچہ بھتیجے حال پر صبر و شکر کرو اور وہ بات وہ سکھ یا وہ دکھ قبول کر لو جو تمہارے لیے مقدر ہو چکا ہے یہ معلوم کرنے کی کوشش نہ کرو کہ آنے والے دنوں میں تقدیر تمہیں کیا دینے والی ہے کیونکہ اس طرح تم اپنے کو بھی بے چین بنا لو گے"

"یہ نصیحت آپ مجھے فرما رہے ہیں حالانکہ خود آپ نے مستقبل کو پڑھنے کی مہارت بہم پہنچائی ہے اور آپ کی یہ محنت رائگاں نہیں گئی"

"ہاں تو یہ ہے' دیکھو شباکا! میرے اس علم نے خود میری حالت کیا بنا دی؟ میں دنیا چھوڑنے پر مجبور ہو گیا میں ایک اندھا خانقاہ نشین بوڑھا بن گیا اور برسوں کے بوجھل بوجھ سے میری کمر دہری ہو گئی اور میری ان محنتوں کا صلہ مجھے کیا ملا؟ چند الجھے ہوئے دھاگے جو میں نے حکمت کے ڈھیر میں سے گھسیٹ لئے تھے

بھتیجے! مجھ کو دیکھو اور عبرت حاصل کرو بھتیجے جب تک زندہ رہو مردوں کی طرح زندہ رہو اور جب روح بن جاؤ تو اس طرح رہو کہ روح کی شان بھی قائم رہے لیکن ان دونوں زندگیوں کو آپس میں ملانے کی کوشش نہ کرو جس طرح کہ احمق تیل اور شراب کو ملا دیتے ہیں یہ میل بڑا تکلیف دہ ثابت ہوتا ہے' بس! کریما کو میں نے اپنی بیٹی کی طرح چاہا ہے اور یہ معلوم کر کے بے حد مسرت ہوئی ہے کہ تم اسے اپنی بیوی بناؤ گے مناسب یہی ہو گا کہ اب وہ میرے جام میں جھانک کر پیشنگوئی کرنے کی بجائے بچے پیدا کرے' کیونکہ کسی بھی لڑکی کے لیے ماں بننا بڑے فخر کی بات ہے اور میں دیوتاؤں سے دعا کروں گا کہ تمہاری اور کریما کی اولاد میں کوئی بھی بونا نہ ہو اور یہ بھی دعا کروں گا کہ تمہاری اولاد باپ نہیں بلکہ اپنی ماں پر جائے جو حسین اور گوری ہے' بس خاموش اسے ہوش آ رہا ہے"

"کریما! بیدار ہو گئیں؟ بس تو ٹھیک ہے مجھے اس مقبرے کے باہر لے جاؤ کہ میں کھلے آسمان تلے اپنی شام کو عبارت کر لوں شباکا! بیں! اب تم جاؤ تم دونوں بڑے بہادر ہو اور میں خوش ہوں تم سے ایک میرا بھتیجا اور دوسرا شاگرد ہے اپنی والدہ سے میرا سلام کہنا وہ بڑی زیرک اور رحمدل عورت ہے اس لیے شباکا! اس کے مشوروں پر عمل کرنا کیونکہ اسی میں تمہاری بہتری ہے خاتون امادہ سے بھی میرا سلام کہنا اور کہنا کہ وہ بہت زیادہ مقدس بننے کی کوشش نہ کرے کیونکہ حد سے بڑھا ہوا تقدس گوشت و پوست کے لیے ضرر رساں ہوتا ہے اس کے باوجود امادہ کو موتی اور جواہرات پسند ہیں جس طرح کہ ہر عورت کو پسند ہوتے ہیں حتی کہ اس دیوی کو بھی پسند ہیں جس کی وہ کاہنہ ہے؟ بیں! تم سے بھی کچھ کہنا ہے اول تو یہ کہ بیں تمہارا اصل نام نہیں ہے اور دوئم یہ کہ بے ضرورت جھوٹ نہ بولو کیونکہ وہ مداری جو بہت سے چاقو ہوا میں اچھالتے اور گھماتے ہیں ایک نہ ایک دن اپنی انگل کاٹ لیتے ہیں اس لیے اس وقت جھوٹ بولو جب اس کے علاوہ اور کوئی چارہ نہ ہوا اور وہاں اپنے آقا کو عورتوں کے متعلق الٹے سیدھے مشورے نہ دیا کرو کیونکہ عورت کو سمجھنا تمہارا اور کسی کے بھی بس کا روگ نہیں' شباکا! وقتاً" فوقتاً" مجھے اطلاع دیتے رہنا کہ قسمت تمہارے ساتھ کیا سلوک کر رہی ہے کیونکہ تم ایک

زبردست بازی یا کھیل میں شریک میں ہو رہے ہو جس طرح کہ میں اپنی جوانی میں اور دنیا ترک کرنے سے پہلے شریک ہوا تھا آہ! اگر فرعون نے میرے مشورے پر عمل کیا ہوتا تو آج مصر کی تاریخ کچھ اور ہوتی لیکن افسوس کہ جو تقدیر میں لکھا تھا ہوا اور ہمیشہ کی طرح اس وقت بھی مصنفہ ایک عورت ہی تھی شب بخیر شب بخیر میں خوش ہوں کہ میرا "کا" مشرق میں تمہارے پاس پہنچ گیا اور تمہاری زبان سے وہ الفاظ ادا ہو گئے جو میں کہلوانا چاہتا تھا کبھی کبھی عالم اور دانا بننا بڑے کام آ جاتا ہے لیکن دوسروں کے لئے۔ دوسروں کے لیے۔ لیکن اپنے لئے نہیں کبھی نہیں"

تاروں کی چھاؤں میں جب ہم گھر کی طرف جا رہے تھے تو بیس نے کہا۔

"آقا! مقدس تانوفیر جتنے عجیب ہیں اتنی ہی انکی باتیں بھی عجیب ہیں چنانچہ آدمی چاہے تو ان کی باتوں سے غور و فکر کا مسالہ حاصل کر سکتا ہے اب یہ تو حقیقت ہے کہ اس بلندی کی سرد ہوا انہیں پسند نہیں اور وہ دوسروں کو اس بلندی پر پہنچنے سے منع کرتے ہیں"

"تو پھر بیس! انہوں نے خوامخواہ ہی اپنا وقت ضائع کیا کیونکہ ان بلند پذیریوں تک نہ تو تم پہنچ سکتے ہو اور نہ میں پہنچ سکتا ہوں"

"واقعی نہیں پہنچ سکتے اور اگر پہنچ بھی سکتے تو کم سے کم میں تو اس کی کوشش نہ کرتا کیونکہ بڑھاپے میں مقدس تانوفیر کی طرح کسی اندھیرے خاموش اور بھیانک مقبرے میں رہنا پسند نہ کرتا بلکہ میں تو چاہتا ہوں کہ میری زندگی کے آخری دن روشنی میں اور سکون سے گذریں اور یہ کریما بھی پانی کے برتن میں جھانک کر عجیب عجیب پیشنگوئیاں کرتی ہیں اس سے عمدہ پیشنگوئی تو میں گھڑ سکتا ہوں بہرحال مقدس تانوفیر نے غلط نہ کہا تھا کہ ہمیں مستقبل معلوم کرنے کی کوشش نہ کرنی چاہیے کیونکہ جو کچھ مقدر ہو چکا ہے وہ ہو کر رہے گا اب پہلے سے یہ معلوم کر کے کہ فلاں فلاں دن وہ ذبح کر دیا جائے گا کون خوش ہو گا بھلا؟ یا یہ کون بیوقوف معلوم کرنا چاہے گا کہ وہ کب کہاں اور کس طرح مارا جائے گا؟ "یا یہ کہ جلد ہی اس کی شادی ہونے والی ہے" میں نے لقمہ دیا۔

"بیشک خصوصاً" اس لیے کہ اس قسم کی پیشنگوئیاں آخر میں سچ ثابت ہو

جاتی ہیں یا ہمیں پیشنگوئی کو ثابت کرنے کی کوشش کرنا پڑتی ہے مثلاً اب اس خوف سے کہ کہیں مقدس تانوفیر جھوٹے ثابت نہ ہو جائیں مجھے کریما سے شادی کرنا پڑے گی بشرطیکہ وہ اس کے لیے تیار ہو گی"

میں ہنسا اور میں نے کہا۔

"بیس! کریما نے بھی تو کہا تھا کہ ہم جنوب کی طرف روانہ ہو جائیں گے اور سیاہ فاموں کا ایک زبردست لشکر لیکر مصر آئیں گے"

"ہاں اس نے یہ بھی پیشنگوئی کی تھی" بیس نے بڑی سنجیدگی سے کہا اور میں سمجھتا ہوں کہ سیاہ فاموں کا یہ لشکر ایتھوپیا دانوں کا ہی ہو گا جن کا میں بادشاہ ہوں آج ہی رات کو میں ان لوگوں کے پاس اپنے پیغامبر بھیج رہا ہوں جو میرے محل میں بیٹھے میری جگہ حکومت کر رہے ہیں یا یوں کہو کہ ایتھوپیا کا انتظام سنبھالے ہوئے ہیں"

"اور تم انہیں کیا پیغام بھیجنا چاہتے ہو؟"

"یہی کہ میں زندہ ہوں اور اب میں نے کنوارے رہنے کا ارادہ ترک کر دیا ہے اور میں شادی کر رہا ہوں اور یہ کہ اگر میں نے شادی کر لی تو ایتھوپیا آ جاؤں گا اور اپنے تخت پر رونق افروز ہو جاؤں گا اور یہ کہ ایتھوپیا میں مجھ جیسا ہوشیار عقلمند بہادر اور سیاستدان بادشاہ نہ پہلے ہوا تھا اور نہ آئندہ ہو گا اور چونکہ میں نے گھاٹ گھاٹ کا پانی پیا ہے اس لیے میں ہر ملک کی سیاست سے واقف ہو چکا ہوں وغیرہ وغیرہ۔

"لیکن بیس! شاید وہ لوگ جو تمہاری قائم مقامی کر رہے ہیں تخت چھوڑنا پسند نہ کریں گے بلکہ شاید تمہیں قتل کر دیں گے"

"ایسی کوئی بات نہ ہو گی آقا گھبرانے اور فکر کرنے کی ضرورت نہیں میں کہہ چکا ہوں کہ ایتھوپیا والے بیوفا نہیں اس کے علاوہ وہ جانتے ہیں کہ اگر انہوں نے بیوفائی کی یا مجھے قتل کر دیا تو مقدس ٹڈے کا غضب ان پر نازل ہو گا ٹڈیوں کے دل کے دل آئیں گے اور ہرے بھرے کھیتوں کو اجاڑ دیں گے اور جب قحط پڑے گا تو وہ لوگ فاقوں سے کمزور ہو رہے ہوں گے تو کوئی دشمن ان پر آ پڑے گا اور اس

طرح ان کا خاتمہ ہو جائے گا اور آخری بات یہ کہ ایتھوپیا والے بلند قامت ہوتے ہیں اور ساتھ ہی بڑے سادہ لوح بھی چنانچہ وہ اس نایاب موقعہ کو ہاتھ سے نہ جانے دیں گے"

"کیسا نایاب موقعہ!"

"یہی کہ دنیا کے سب سے زیادہ زیرک بونے کو اپنا بادشاہ بنا دیں یہ ایک نئی اور انوکھی بات ہو گی ان کے لیے کہ ان بلند قامت لوگوں کا بادشاہ ایک بونا ہو گا اور آقائی اور انوکھی باتیں کون پسند نہیں کرتا۔"

میں پھر ہنسا اور میں نے خیال کیا کہ بیس اپنی عادت سے مجبور ہو کر اس وقت بھی مذاق کر رہا ہے لیکن اسی رات میں اپنا یہ خیال تبدیل کرنے پر مجبور ہو گیا۔

یہ اسی رات کا ذکر ہے کہ میں کسی کام سے اپنے گھر سے باہر آیا اور مکان کا چکر کاٹ کر دوسری طرف جا رہا تھا کہ میں نے ایک عجیب منظر دیکھا گھر کے کونے کے قریب بیس اپنے ہاتھ میں اپنے قد سے بڑی کمان لیے اور سر پر پروں کا حلقہ باندھے کھڑا ہے اس کے سامنے تین دیو قامت حبشی زمین پر گھٹنے ٹیکے اور سر جھکائے بیٹھے تھے اور خود بیس کوئی تقریر کر رہا تھا میں اسے دیکھ کر پلٹا ہی تھا کہ بیس نے مجھے دیکھ لیا اور کہا۔

"ایک منٹ میرے محسن شاکا!"

اور پھر اس نے مادری زبان میں ان تین دیو قامت حبشیوں کو مخاطب کیا وہ جو کچھ کہتا فوراً" ہی اس کے ایک فقرے کا ترجمہ مجھے سنا دیتا۔

اور اس نے جو کچھ کہا وہ یوں تھا۔

"مملکت قدیم کے مشیروں سے اور امراء سے کہو کہ ہمارا قارون کا ایک دوست ہے (معلوم ہوا کہ بیس کا اصلی نام قارون تھا) ایک دوست جس کا نام شاکا ہے دیکھ یہی ہے ہمارا دوست شاکا یہی ہے وہ دوست جو اس وقت تمہارے سامنے کھڑا ہے یہی ہے وہ جس نے بار بار ہماری جان بچائی ہے یہی ہے وہ جس نے ہمارا اتنا خیال کیا ہے کہ کبھی کسی ماں نے اپنے بیٹے کا بھی نہ کیا ہو گا اور یہی ہے وہ جو

ہمارے بعد دنیا کا سب سے زیادہ بہادر اور عقل مند و ہوشیار شخص ہے مملکت قدیم کے مشیروں اور امراء سے کہو کہ اگر ہم نے واقعی شادی کر لی اگر واقعی ہم ایک سے دو ہو گئے اور اس طرح ملک کے قانون کی پابندی کر کے ایتھوپیا آ گئے تو ہمارا یہ دوست شاکا بھی ہمارے ساتھ آئے گا اور اس عظیم شہزادے نے ہماری دعوت قبول کر لی اور ہمارے ساتھ چلا آیا تو پھر ایتھوپیا والوں کے لیے وہ دن بڑا مبارک ہو گا' کیونکہ عظیم شہزادہ جو دانائی اور حکمت عملی جانتا ہے ہمارے لوگوں کو دانائی اور حکمت سکھائے گا اور ہمارے لشکر کو اپنے ماتحت لیکر یادگار جنگوں میں شریک ہو گا اور یادگار فتوحات کی دھوم ایک عالم میں مچ جائے گی بس تو اب عظیم شاکا کو سلام کرو اور یہ نہ بھولو کہ شاکا پانچ انسانوں کو ایک قطار میں کھڑے کر کے ایک ہی تیر میں ان پانچوں کے جسم چھید سکتا ہے ایسا پر قوت ہے یہ ایسا عظیم ہے یہ ایسا بہادر ہے یہ چنانچہ سلام کرو اسے اور اب جاؤ رات اور دن سفر کرتے رہو خبردار! اس وقت تک کہیں قیام نہ کرنا جب تک کہ تم ایتھوپیا نہیں پہنچ جاتے اور جب تم قارون کا پیغام ایتھوپیا کے افسروں' مشیروں اور امراء تک پہنچا دو تو فوراً" لوٹ آؤ۔ یا دوسروں سے کہو کہ وہ امراء کا جواب اور ایتھوپیا کا سونا اور دوسرے تحائف لیکر ایتھوپیا سے نکلیں اور ہمیں اس جگہ تلاش کر لیں جہاں اس وقت ہمارا قیام ہو ہمارا شاندار استقبال کیا جائے جان لو کہ ہمارے اور ہمارے دوست شاکا کے پیروں کی چاپ سے زمین تک لرز اٹھتی ہے اور پوری دنیا کو ہم نے روند ڈالا ہے اور ہم اس سرزمین میں قدم بھی نہ رکھیں گے جہاں ہمارا استقبال نہ کیا جائے گا بس جاؤ"

چنانچہ ان تینوں سیاہ فاموں نے مجھے ایسے ادب سے سلام کیا گویا میں شاہ شاہان ہوں اور پھر وہ بیس کے سامنے سجدے میں گر گئے اور اپنا ماتھا دھول میں رگڑ رگڑ کے اپنی مادری زبان میں نہ جانے کیا کہنے لگے میں تو صرف ایک لفظ سمجھ سکا اور وہ تھا۔ "قارون" پھر وہ اٹھے اور نہایت تیزی سے آگے بڑھے اور اندھیرے میں جا کر غائب ہو گئے۔

"آقا! میرے خیال میں تو ہر شخص کو اپنی زندگی میں ایک دفعہ کسی کا غلام بن کر رہنا چاہیے" بیس نے کہا "کیونکہ اس کے بعد ہی اسے معلوم ہو سکتا ہے کہ

آزادی کتنی بڑی نعمت ہے۔"

یہاں یہ بتا دینا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ بعد کے دنوں میں بیس اکثر و بیشتر کہیں غائب رہتا جب میں نے اس سے پوچھا کہ وہ کہاں چلا جاتا ہے تو اس نے جواب دیا کہ وہ مقدس تانوفیر کے پاس ان کے جام سے علم و حکمت کی شراب پینے جایا کرتا ہے۔

اس سے میں نے یہ اندازہ لگایا کہ وہ مقدس تانوفیر کے جام یعنی کریما کو رام کرنے اور اس سے عشق لڑانے جاتا ہے اب یہ مجھے معلوم نہیں کہ وہ اپنی ان کوششوں میں کہاں تک کامیاب ہوا تھا' چونکہ وہ خود اس معاملے میں خاموش تھا۔ اس لیے میں نے بھی پوچھنا مناسب نہ سمجھا۔

اور سچ تو یہ ہے کہ ممفس میں ان دنوں ایسے تیز واقعات ہو رہے تھے اور میں کچھ ایسا مصروف تھا کہ عشق و عاشقی کے متعلق گفتگو کرنے کا میرے پاس وقت نہ تھا۔ چھ ہی دنوں میں ممفس کے امراء پیرو آ کے علم تلے جمع ہونے کا وعدہ کر کے مصربالا کی طرف روانہ ہو گئے اور اب جنگی جہازوں اور تنخواہ دار سپاہیوں کی آمد کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ اور ان آنے والے سپاہیوں کو جمع کر کے دستوں میں تقسیم کرنے اور دستوں کو ملا کر فوج تیار کرنے کی خدمت میرے سپرد کی گئی تھی اور میں اپنے کام میں مصروف تھا دستوں کا تعین اور افسروں کا تقرر مجھے رات دن مصروف رکھتا تھا اس کے علاوہ جنگی جہازوں کو بھی اسلحہ فراہم کرنے تھے اور پھر خبر آئی کہ ایدارنس مشرقیوں کی ایک زبردست فوج کے ساتھ سائیس روانہ ہو چکا ہے اس کے پیغامبر نے کہا کہ وہ اس حکم کی تعمیل میں ممفس آ رہا ہے جو مہر مقدس کے تحت اسے دیا گیا ہے۔

رہی امادہ تو اس سے میری ملاقات کبھی کبھی ہو جاتی تھی کبھی پیرو آ کے دسترخوان پر یا کبھی راستے میں بہرحال وہ بڑی محتاط واقع ہوئی تھی چنانچہ مجھ سے دور ہی رہنے کی کوشش کرتی تھی ایک دو دفعہ میں نے اس سے تنہائی میں ملنے کی کوشش کی تو معلوم ہوا کہ وہ دیوی ایزیس کی عبادت میں مصروف ہے ایک دفعہ جب ہم پیرو آ کے دسترخوان سے اٹھے تو میں نے جلدی سے اس کے کان میں کہا۔

"امادہ! میں تنہائی میں تم سے کچھ کہنا چاہتا ہوں" اور اس نے نفی میں سر ہلا کر جواب دیا۔

"ابھی نہیں شاباکا! اس رات کے بعد جب نیا چاند طلوع ہو چکا ہو گا میں تم سے تنہائی میں ملاقات کروں گی اور تمہاری ہر وہ بات سنوں گی جو تم کہنا چاہو گے"

اور پھر یہ ہوا کہ مجھے امادہ کو یہ بتانے کا موقعہ ہی نہ ملا کہ شاہوں کے شاہ کو اس کا نام میں نے بتایا تھا۔ بہرحال ہر صبح وہ میرے لیے کوئی نہ کوئی تحفہ بھجوا دیتی تھی کبھی کنول کے پھول کبھی پھولوں کے ہار اور دوسری چیزیں اور ایک دفعہ اس نے ایک انگوٹھی بھجوائی یقیناً یہ انگوٹھی اس کے جدامجد کی یادگار تھی کیونکہ اس کے نگینے پر تاج فرعون کے علاوہ زندگی اور موت کی علامتیں کندہ تھیں یہ خاص شاہی انگوٹھی تھی اور اسے یقیناً فرعون پہنا کرتا ہو گا۔ یہ انگوٹھی میں نے انگلی میں پہننے کے بجائے ایک دھاگے میں پیرو کر اپنی گردن میں ڈال دی جیسا کہ میں نے کہا یہ خاص شاہی انگوٹھی تھی اس لیے مجھے خوف تھا کہ اگر کہیں پیرو آ نے اسے میری انگلی میں دیکھ لیا تو وہ یقیناً مجھ پر شک کرنے لگے گا اور کہنے کا مطلب یہ کہ امادہ کی طرف سے چھوٹے چھوٹے تحائف کا سلسلہ جاری تھا اور جواب میں بھی میں اسے تحائف بھیج رہا تھا۔ رہی اس سے ملاقات تو اس کے لیے میں نئے چاند کا انتظار کر رہا تھا اور گویا صبر کیے بیٹھا تھا اور میں کر بھی کیا سکتا تھا؟

اس طرح دن گزر رہے تھے اور مصر کے افق پر طوفانی بادل امنڈ رہے تھے۔

اور ایک رات میں سو نہ سکا۔ یہ نئے چاند کی رات تھی اسی شام ایزیس کے ہیکل میں بڑی طول و طویل رسومات کے بعد مہنتوں نے امادہ کو اس کے عہد سے بری کر کے اسے شادی کرنے کی اجازت دیدی تھی میری والدہ ان رسومات میں شریک تھیں چنانچہ واپس آ کر انہوں نے میرے سامنے تمام تفصیلات بیان کر دیں۔

انہوں نے بتایا کہ امادہ کس طرح کاہنہ کا لباس پہن کر آئی تھی اور کس طرح اس نے چار اعلیٰ مہنتوں کے سامنے اپنی درخواست پیش کی تھی کہ خود اس

کے دل اور مصر کی خاطر اسے یعنی امادہ کو اس کے عہد سے آزاد کر کے شادی کرنے کی اجازت دی جائے۔

چنانچہ امن کے مہنت اعلیٰ نے اٹھ کر امادہ کی یہ درخواست دیوی کے مجسمے کو سنائی اور چند ثانیوں بعد دیوی کے مجسمے نے تین دفعہ اثبات میں سر ہلایا ہیکل میں جتنے لوگ موجود تھے ان سب نے دیوی کو یوں سر ہلاتے دیکھا تھا۔ چنانچہ دیوی نے سر ہلا کر اپنی رضا مندی کا اظہار کر دیا تھا اس نے امادہ کی درخواست قبول کر لی تھی۔ چنانچہ مہنت نے پلٹ کر حاضرین کو یہ خوشخبری سنائی کہ دیوی نے درخواست کرنے والی کے دل اور مصر کی خاطر امادہ کو اس کے عہد سے بری کر دیا ہے اور اب وہ اپنی رحمتیں اس پر اور اس کے شوہر پر نازل کرے گی۔"

اور پھر

"اے امادہ دیوی ایزیس نے وہ بندھن کاٹ دیا ہے جس نے تمہیں دیوی سے باندھ رکھا تھا لیکن اگر تم نے ایک بار پھر اپنے آپ کو دیوی سے باندھ لیا تو جان لو کہ پھر تم اس بندھن کو نہ توڑ سکو گی یہ بندھن تمہارا گلا گھونٹ دے گا۔ خواہ تم کسی دور اور کسی روپ میں ہی جنم کیوں نہ لو' نسلاً" بعد نسلاً" ہر زندگی میں یہ بندھن تمہاری اور اس کی جسے تم اپنا شوہر بناؤ گی جان لیتا رہے گا تم اور تمہارا شوہر نہ صرف اس زندگی میں اس دور میں بلکہ آئندہ زندگی اور کسی بھی دور میں جالے میں پھنسی ہوئی مکھیوں کی طرح ہو گے"

"ان باتوں کا کیا مطلب ہے؟" میں نے پوچھا۔

"مطلب یہ ہے بیٹے! کہ ایک دفعہ آزاد ہونے کے بعد عورت دوسری دفعہ بھی کاہنہ کا عہد کر سکتی ہے لیکن اگر دوسری دفعہ بھی اس نے اپنا عہد توڑ لیا تو پھر وہ اور وہ مرد جس کے لیے عہد توڑا گیا ہو جنم جنم تک جالے میں پھنسی ہوئی مکھیوں کی طرح ہوں گے یعنی تڑپتے رہیں گے اور تڑپ تڑپ کر جان دیں گے"

"معلوم ہوتا ہے کہ دیوی ایزیس کی پہنچ بہت دور تک ہے" میں نے کہا

"ہاں بہت دور تک خواہ ایزیس کسی بھی نام سے پکاری جاتی ہو بہرحال یہ وہ قوت ہے جو نہ مرتی ہے اور نہ بھولتی ہے"

"جہاں تک ہمارے معاملے کا تعلق ہے دیوی کو کچھ بھی یاد رکھنے کی ضرورت نہیں کیونکہ امادہ اب اس کی کاہنہ نہ بنے گی"

"دیوتا کریں کہ ایسا ہی ہو لیکن شاباکا! عورت کی گہرائیوں کو کون ناپ سکا ہے؟"

بارہواں باب

ابھی میں اپنی والدہ سے باتیں ہی کر رہا تھا کہ پیرو آ کا پیغامبر آیا پیرو آ نے کسی ضروری کام سے مجھے اسی وقت طلب کیا تھا میں اٹھ کر چل دیا محل کے چھوٹے سے پیش کمرے میں میری ملاقات امادہ سے ہو گئی صاف ظاہر تھا کہ وہ میرا ہی انتظار کر رہی تھی اس نے گھریلو لباس پہن رکھا تھا اس وقت بہت ہی حسین اور پرکشش معلوم ہو رہی تھی اب وہ سنجیدہ کاہنہ نہ تھی بلکہ ایک حسین لڑکی تھی اس کے بشرے سے اب سنجیدگی اور پراسرار گہرائی عیاں نہ تھی بلکہ اس کا چہرہ دمک رہا تھا۔

"شاباکا! رسومات ادا ہو چکیں" اس نے کہا "اب تم میرے ہو اور میں تمہاری"

میں نے آگے بڑھ کر اسے اپنی بانہوں میں سمیٹ لیا اور پہلی دفعہ میں نے اپنے ہونٹ اس کے سرخ پھڑکتے ہوئے ہونٹوں پر رکھ دیئے اور بڑا طویل بوسہ تھا وہ میں دیوانوں کی طرح اس کے ہونٹ رخسار اور آنکھیں چومنے لگا اور ایسا معلوم ہوا جیسے میرا دل خوشی کی شدت سے پھٹ جائے گا ابھی میرا دل بھرا نہ تھا کہ ایک بلند آواز نے مجھے پکارا اور ہم دونوں ایک دوسرے کی آغوش سے نکل آئے اور میں ایسی عجلت میں دوسرے کمرے میں داخل ہوا کہ امادہ سے یہ بھی پوچھنا بھول گیا کہ ہماری شادی کب ہو گی"

اس کمرے میں ممفس کے امراء جمع تھے خبر آئی تھی کہ ایدارنس و دس ہزار کی فوج کے ساتھ نیل کے ساحل پر اور اہراموں کے قریب پڑاؤ ڈالے پڑا ہے اس کے پیغامبر بھی پیرو آ کے پاس آ چکے تھے اور ایدارنس کا یہ پیغام لائے تھے کہ وہ دوسرے دن چند محافظوں کے ساتھ پیرو آ سے ملاقات کرنے آئے گا جیسا کہ اسے مہر مقدس کے تحت حکم دیا گیا تھا چنانچہ اس نے پیرو آ سے اس بات کی ضمانت چاہی تھی کہ اسے اور اس کے ساتھیوں کو کوئی گزند نہ پہنچائی جائے گی ساتھ ہی اس نے پروانہ حفاظت راہداری طلب کیا تھا اور کہا تھا کہ اگر اسے پروانہ حفاظت راہداری نہ دیا گیا تو وہ فوراً ممفس پر حملہ کر دے گا اور اس حکم کی ذرا بھی پرواہ نہ کرے گا جو اسے مہر مقدس کے تحت دیا گیا ہے' اس کے خیال میں یہ مہر مقدس جھوٹی تھی۔

اب سوال یہ تھا کہ ایدارنس کو کیا جواب دیا جائے چنانچہ اس سوال پر جو بحث ہوئی وہ بڑی طویل اور الجھی ہوئی تھی' ہر چند کہ ایدارنس کی فوج کے ایک طرف خندق پشتے بنا دیئے گئے تھے ایک طرف دریائے نیل تھا اور تیسری طرف ابوالہول اور اہرام تھے اس کے باوجود چند امرا چاہتے تھے کہ اس کی فوج پر فوراً حملہ کر دیا جائے لیکن بقیہ لوگ جن میں میں بھی شامل تھا کچھ اور ہی خیال تھا ہم لوگ اس پہلے گروہ سے متفق نہ تھے اور میں سمجھتا ہوں کہ کوئی حاسد دیوتا نے میرے خیال میں شاید دیوی ایزیس نے --- میرے دل میں وہ بات ٹھنسا دی جو آخر کار میری ناکامیوں کی بنیاد ثابت ہوئی اس رات میں نے جو مشورہ دیا وہ ہر چند کے مصر کے لیے بہترین لیکن میرے لیے بدترین ثابت ہونے والا تھا جیسا کہ میں نے کہا شاید ایزیس تھی جس نے میرے دماغ میں یہ خیال ٹھونس دیا تھا شاید اس لیے کہ وہ مجھ سے خفا تھی کیونکہ میں نے اس سے اس کی کاہنہ چھین لی تھی۔

بہرحال میں نے کہا کہ تین ہزار سپاہیوں کا ایک دستہ نیل کی طرف سے ممفس کی طرف آ رہا تھا اب اگر ہم نے ایدارنس کو پروانہ حفاظت دے دیا تو ان تین ہزار سپاہیوں کو یہاں آ جانے کا موقعہ مل جائے گا اور اس طرح ہماری فوج بھی ایدارنس کی فوج کے برابر ہو جائے گی اس کے برخلاف اگر ہم نے ایدارنس کی فوج پر حملہ کر دیا تو مشرقی ان تین ہزار سپاہیوں کو جو ابھی راستے میں ہی تھے ہم تک نہ

پہنچنے دیں گے میں نے یہ بھی کہا کہ مہر مقدس کے تحت ایدارنس کو طلب کر کے اس سے ملاقات نہ کرنا بلکہ اس پر حملہ کر دینا بڑی ہی بزدلانہ اور ذلیل حرکت ہے۔

تیسرا گروہ چاہتا تھا کہ ایدارنس کو پروانہ حفاظت دے دیا جائے اور جب وہ اپنے محافظوں کے ساتھ ممفس میں داخل ہو تو ہمارے سپاہی اس پر ٹوٹ پڑیں اسے اور اس کے ساتھیوں کو یا تو گرفتار کر لیں یا پھر قتل کر دیں میں نے اس کی بھی مخالفت کی اور کہا کہ اس طرح ہم عہد شکنی کر کے دیوتاؤں کا غضب مول لیں گے صرف یہی نہیں بلکہ پوری دنیا میں غدار مشہور ہو جائیں گے اور پھر کوئی بھی ہماری کسی بھی قسم کا اعتبار نہ کرے گا اس کے علاوہ یہ حماقت بھی ہو گی کیونکہ تنہا ایدارنس ہی مشرقیوں کا افسر نہیں ہے چنانچہ اب اگر ہم نے اسے اور اس کے محافظوں کو کاٹ ڈالا تو دوسرے افسر ہم پر چڑھ دوڑیں گے اور پھر ان کا یہ حملہ بے مقصد نہ ہو گا بلکہ وہ ہم سے ایدارنس اور اس کے ساتھیوں کا انتقام لے رہے ہوں گے۔

چنانچہ طے پایا کہ پیرو آ پروانہ حفاظت بھیج دے اور ایدارنس کا اسی دن اس دعوت میں استقبال کیا جائے جو خاص اس کے اعزاز میں دی گئی ہو چنانچہ رسم قدیم کے مطابق ایدارنس کو پروانہ حفاظت بھیج دیا گیا اور رسم قدیم یہ تھی کہ ایدارنس کی پیغامبروں کے سامنے قسمیں کھائی گئیں ایدارنس اور اس کے محافظوں کو جن کی تعداد بیس سے زیادہ نہ ہو' ممفس میں کوئی نقصان نہ پہنچایا جائے گا۔ اور یہ کہ ان کی حفاظت اس وقت کی جائے گی۔ جب تک کہ وہ لوگ اپنے پڑاؤ کی بیرونی حدود تک نہیں پہنچ جائے۔"

جب یہ کام ہو چکا تو میں بیس کے ساتھ ایک رتھ میں سوار ہو کر نیل کی طرف چل پڑا۔ کہ ان دستوں کو جن کا ذکر میں کر چکا ہوں خبردار کر دوں کہ وہ اسی دن شام تک بہرحال ممفس پہنچ جائیں۔ یہاں میں بتا دوں کہ روانہ ہونے سے پہلے میں نے پیروا سے تنہائی میں ملاقات کی۔ اس نے کہا کہ اسی رات دعوت میں میری اور امادہ کی نسبت کا اور ساتھ ہی شادی کا اعلان کر دیا جائے گا۔ اس پر میں نے پیروا سے درخواست کی کہ بے بہا موتیوں کی مالا جو اس کی حفاظت میں تھی نسبت

کے تحفے کے طور پر امادہ کو فورا" دیدی جائے گی اور میری طرف سے درخواست کی جائے کہ وہ یہی مالا پہن کر دعوت میں شریک ہو۔

ہمارا رتھ نیل کے متوازی اور سمت مخالف میں بھاگا جا رہا تھا۔ یہ سفر سخت اور تھکا دینے والا تھا۔ کیونکہ راستے میں یا تو کیچڑ تھا یا کھڈ یا ریت راستہ بہرحال خراب تھا۔ آخر کار ہم وہاں پہنچ گئے جہاں ان دستوں نے پڑاؤ ڈال رکھا تھا۔ وہ لوگ پڑاؤ اٹھا چکے تھے اور روانگی کی تیاریاں کر رہے تھے۔ یہ دیکھ کر میرا دل خوشی سے ناچ اٹھا۔ کہ اس فوج میں تین ہزار سے زیادہ سپاہی تھے۔ میں نے افسر اعلیٰ کو تلاش کر کے صورت حال سے آگاہ کر دیا۔ اور اس نے کہا کہ وہ اپنے سپاہیوں کو کہیں دم نہ لینے دے گا اور آدھی رات ہونے سے دو گھنٹے پہلے بہرصورت ممفس پہنچ جائے گا۔ اور جب ہم واپس لوٹ رہے تھے تو بیس نے دفعتہ" پوچھا۔

"جانتے ہو آقا! کہ آج صبح تلاش کے باوجود آپ مجھے کیوں نہ پا سکے۔

"میں کیا جانوں بیس" میں نے جواب دیا۔

"بات یہ ہے آقا کہ ایک وفادار غلام کو اپنے آقا سے دس بیس قدم آگے ہی رہنا چاہیے تاکہ وہ اپنے آقا کو راستے کے خطرات سے آگاہ کر سکے" "میں سمجھا نہیں بیس۔"

"آج صبح میں شادی کرنے میں مصروف تھا چنانچہ اب مقدس تانوفیر کا حسین جام اصولا" اور قانونا" ملکہ ایتھوپیا ہے۔ اور آقا! اب جب بھی آپ اس کے سامنے جائیں تو عزت و احترام سے پیش آئیں جیسا کہ میں اس سے پیش آتا ہوں بلکہ میں تو اس کے سامنے جھک جھک جاتا ہوں۔ آخر وہ ایتھوپیا کی ملکہ ہے بھئی۔"

"واقعی!" میں ہنسا لیکن تم نے یہ معاملہ طے کیسے کیا۔ خوب روغن قاز ملا ہو گا۔ تب جا کر اس نے تمہاری بیوی بننا قبول کیا ہو گا۔ چنانچہ معلوم ہوا کہ ادھر میں مصروف تھا۔ اور ادھر تم بھی مصروف تھے۔"

""کریما پر تو میں نے اتنا روغن قاز نہیں ملا جتنا کہ مقدس تانوفیر پر کیونکہ یہ زیادہ ضروری تھا۔"

"مقدس تانوفیر پر۔" میں نے حیرت سے کہا۔

"اور نہیں تو کیا۔ بات یہ ہے کہ مقدس تانوفیر کا یہ حسین جام۔ پس حسین جام ہے اس کا دماغ یا اس کے خیالات خود مقدس تانوفیر کے دماغ اور خیالات کا سایہ ہیں اور اسی حسنین جام سے وہ اپنی حکمت و دانائی کے سوتے جاری کر دیتے ہیں۔ میں نے انہیں صورت حال سے آگاہ کر دیا پہلے تو وہ غصے ہو گئے وہ کتنے ہی مقدس کیوں نہ ہو۔ ہیں تو آخر انسان ہی۔ اس لیے غصہ آ گیا انہیں کہ ان کا حسین جام ان کے ہاتھ سے گھسیٹ لیا جائے گا۔ اگر وہ اتنے بوڑھے نہ ہوتے تو سچ کہتا ہوں کہ کریما کی خاطر اپنا تقدس بھول جاتے۔ خیر تو آخر کار ان کا غصہ رفع ہو گیا۔ اور دماغ روشن ہو گیا۔ اور انہوں نے میری خاطر نہیں بلکہ آپ کی خاطر آقا میری درخواست قبول کر لی کیونکہ ان کی عقل نے انہیں بتایا۔ کہ آپ کی بہتری اسی میں ہے کہ میں ایک بار پھر ایتھوپیا کا بادشاہ بن جاؤں اور یہ کہ بادشاہ بننے کے لیے مجھے شادی کرنا ہو گی۔ خیر تو پہلے تو تانوفیر نے اس سے کہا کہ وہ اپنی چھوٹی بہن کو بلا لے کہ اس کے بعد وہ مقدس تانوفیر کے جام کا کام دے اور پھر کچھ ایسا کریما کے دماغ پر اثر ڈالا۔ کہ جب میں نے اس سے شادی کی درخواست کی۔ تو اس نے خوشی سے قبول کر لی۔

"اور اس میں کوئی تعجب کی بات نہیں۔" میں نے کہا۔

"کیوں۔؟ تعجب کی بات کیوں نہیں؟"

"اس لیے کہ کریما تمہیں پسند کرتی ہے اگر وہ تمہیں پسند نہ کرتی تو مقدس تانوفیر کی خاطر۔ یا کسی اور کی تمہاری بیوی نہ بنتی۔"

"کاش! کہ میں بھی یونہی سوچ سکتا۔" بیس نے اداس ہو کر کہا۔ لیکن ذرا میری طرف دیکھئے۔ میں کیا ہوں؟ ایک بد قطع اور بدصورت بونا۔ کریما جیسی حسین لڑکی مجھ جیسے شخص کو پسند کرتی ہے یا محض پسند کی خاطر مجھ سے شادی کر سکتی ہے؟"

"چند دوسری وجوہات بھی ہوں گی۔" میں نے جلدی سے کہا۔

"کوئی وجہ نہیں ہو سکتی۔ کوئی وجہ نہیں ہو سکتی سوا اس کے کہ مقدس تانوفیر نے اس کے دماغ کو سلا دیا ہو۔ لیکن میں سمجھتا ہوں کہ ایسا نہیں ہو سکتا۔

اس کے علاوہ میں نے اس سے عشق لڑایا تو ایک ادنیٰ غلام بن کر عشق لڑایا۔ اور اسے یہ نہ بتایا کہ میں غلام ہونے کے علاوہ کچھ اور بھی ہوں۔ مثلاً ایتھوپیا کا بادشاہ۔ مقدس تانوفیر نے بھی اسے کچھ نہ بتایا تھا۔ کیونکہ مقدس تانوفیر نے یہ قسم کھا کر مجھ سے کہا تھا اور آپ جانیں وہ جھوٹ نہیں بولتے۔"

"اور خود کریما نے کیا کہا بیس؟" میں نے بڑے ہی اشتیاق سے پوچھا۔

"ارے آقا۔ وہ تو جھوٹ بولی صاف۔ اس نے کہا۔ بھئی وہی کہا جو پہلے بھی کہہ چکی تھی۔ یعنی یہی کہ میں وہ نہیں ہوں جو نظر آتا ہے۔ کوئی خاص بات ہے مجھ میں اور چونکہ وہ روح میں جھانکنے کی عادی ہو چکی ہے اس لیے اسے وہ خاص بات نظر آ گئی ہے اور اس نے کہا کہ میں بونا ہوں یا کچھ اور --- بہرحال وہ مجھ سے محبت کرتی ہے۔ اور میری وفادار بیوی بننے اور میرے دکھ سکھ میں شریک ہونے کے لیے مری جا رہی ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔ اور یہ جھوٹ ایسی عمدگی سے اس نے بولا تھا کہ ایک دو دفعہ تو تقریباً" میں لوٹ پوٹ ہو گیا اور اس کی باتوں کو سچ سمجھ بیٹھا۔ بہرحال میں نے اس کی بات پکڑ لی اور اپنے لطف و مزے کی خاطر نہیں۔ بلکہ یقین کرو آقا آپ کی فلاح و بہبود کی خاطر میں نے اس سے شادی کر لی۔ کیونکہ مجھے یقین ہے کہ وہ واقعات ہو کر رہیں گے جو مقدس تانوفیر نے بیان کئے تھے اور ان واقعات کے بعد مجھے آپ کو سہارا دینا ہے۔ اور میں شادی کیے بغیر ایتھوپیا کا بادشاہ نہ بن سکتا۔ اور بادشاہ بنے بغیر آپ کو سہارا نہ دے سکتا تھا۔

"میری خاطر تم نے شادی کی ہے بیس۔؟" میں نے کہا۔

"ہاں آقا۔ لیکن میں نے شادی کر کے ظاہر ہے کہ نہ تو کوئی قربانی دی ہے اور نہ ہی گھاٹے میں رہا ہوں۔ کیونکہ کریما بہرحال بڑی حسین ہے اور مجھے شروع سے ہی پسند بھی تھی۔ اور پھر کریما بھی مجھ سے شادی کر کے گھاٹے میں نہیں رہی۔ کیونکہ اگر اس کی اولاد ہوئی۔ اور وہ بونے نہ ہوئے تو میرے بعد اس کی اولاد ہی ایتھوپیا کے تخت کی وارث ہو گی۔ مقدس خدا کرے کہ میری اولاد میری طرح بدشکل اور بد قطع نہ ہو۔ کیونکہ ایتھوپیا والے ایک بونے کو بہرحال برداشت کریں گے لیکن یکے بعد دیگرے دو تین کو برداشت نہ کر سکیں گے۔"

میں نے بیس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیکر بڑی گرمجوشی سے دبایا۔ بیس کی وفاداری اور خلوص پر میری آنکھیں پرنم ہو چکی تھیں۔ اور پھر کوئی غیبی قوت نے غالباً" مقدس تانوفیر کے "کا" نے میری زبان کو جنبش دی اور میرے منہ سے خود بخود یہ الفاظ نکل گئے۔

"اطمینان رکھو بیس۔ تمہاری اولاد خوبصورت اور بلند قامت ہو گی اتنی خوبصورت اور اتنی بلند قامت کہ ایسا تمہارے پورے خاندان میں کوئی نہ رہا ہو گا۔" اور یہاں میں یہ بتا دوں کہ ایسا ہی ہوا۔ بیس کی بدہیئتی موروثی نہ تھی بلکہ اتفاقی تھی۔ چنانچہ اس کا ورثہ اس کی اولاد کو نہ ملا۔

"بڑے مبارک الفاظ کہے ہیں یہ آپ نے۔ میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ مقدس تانوفیر جب مجھے اور کریما کو شادی کے رشتے میں جوڑ رہے تھے۔ تو انہوں نے بھی ایسے ہی الفاظ کہے تھے اور ہمیں خوب خوب دعائیں دی تھیں۔ اور پھر میری بیوی کو حکمت کی چند پر اسرار باتیں بتائی تھیں اور چند الفاظ یاد کرا دیئے تھے۔ اور کہا تھا کہ آگے چل کر میری بیوی کے لیے اور خود میرے لیے بھی یہ باتیں مفید ثابت ہوں گی۔"

"اور اس وقت وہ کہاں ہے بیس۔؟" میں نے پوچھا۔

"مقدس تانوفیر کے ساتھ ہی ہے۔ اور جب تک میں اسے اپنے ساتھ نہیں لے آتا۔ وہ وہیں رہے گی۔ ان دنوں وہ اپنی چھوٹی بہن کو جام بننے کی تعلیم دے رہی ہے۔ لیکن شائد میں کریما کو اپنے ساتھ نہ لا سکوں گا۔"

"کیوں۔؟"

"اس لیے کہ بہت جلد یہاں جنگ ہونے والی ہے۔"

"ہاں۔ ہونے والی تو ہے لیکن بیس مناسب ہو گا تو اس جنگ سے الگ ہی رہو۔ میرا مطلب ہے تمہارا اس جنگ میں شریک ہونا مناسب نہیں"

"کیوں؟"

"اس لیے کہ تم نے نئی نئی شادی کی ہے۔"

"نہیں آقا۔ جنگ بیویوں سے زیادہ عمدہ اور پیاری ہوتی ہے اس کے

علاوہ آپ نے یہ کیسے سمجھ لیا کہ آپ کو تنہا ہی جنگ کی آگ میں کودتے ہوئے دیکھ سکوں گا۔؟ اگر ایسا ہوا اور آپ جنگ میں شریک ہوئے اور میں نہ ہوا۔ اور آپ کو دیوتا نہ کریں کوئی نقصان پہنچ گیا۔ تو میں دنیا میں منہ دکھانے کے قابل نہ رہوں گا۔ بلکہ مارے شرمندگی کے مر جاؤں گا۔ یا پھر خودکشی کر لوں گا۔ اور پھر کریما ایتھوپیا کی ملکہ نہ بن سکے گی۔ چنانچہ اس کا دل ٹوٹ جائے گا۔ اور نہ مقدس تانوفیر کا جام بن سکے گی۔ لیکن وہ سامنے ممفس کی چہار دیواری نظر آ رہی ہے۔ مناسب ہو گا۔ کہ اب ہم محبت وغیرہ کو بھول کر جنگ کے متعلق سوچنے لگ جائیں۔"

ایک گھنٹے کے بعد میں اپنی والدہ اور دوسرے معززین کے ساتھ محل میں دعوت کے کمرے میں کھڑا ہوا تھا۔ ایدارنس اور اس کے محافظ ممفس میں داخل ہو چکے تھے اور دعوت میں شریک ہونے والے تھے۔ چند لمحوں بعد ہی بگل کی آواز سنائی دی۔ اور جلوس کمرے میں داخل ہوا۔ سب سے آگے پیروا تھا۔ جو گورنر ایدارنس کا ہاتھ پکڑے چلا آ رہا تھا۔ ایدارنس دوہرے بدن کا بلند قامت مشرقی تھا اس کی آنکھیں بڑی بڑی اور تھکی ہوئی سی تھیں۔ اور ان میں بے اعتباری کی جھلک تھی۔ شاہ شاہان کے تقریباً" ہر افسر اور ہر عہدیدار کی آنکھوں میں میں نے ایسی ہی جھلک دیکھی تھی۔ گویا انہیں خود اپنی زندگی پر اعتبار نہ تھا۔ کیونکہ وہ جانتے نہ تھے کہ انہیں بادشاہ خوش ہو کر صوبے دار بنا دیتا ہے۔ یا پھر خفا ہو کر قتل کروا دیتا ہے۔ ایدارنس نے فوق البھڑک لباس پہن رکھا تھا۔ اور اس کی ٹوپی میں ایک ہیرا جگمگا رہا تھا۔ میں نے دیکھا کہ اس نے لباس کے نیچے زرہ پہن رکھی تھی ایدارنس کمرے میں داخل ہوا تو ذرا گھبرا گیا۔ مہمانوں کی تعداد اس کی توقع سے زیادہ تھی۔ اور پھر ان کے بشروں سے عجیب طرح کے جذبات کا اظہار ہو رہا تھا۔ لیکن پھر دوسرے ہی لمحے وہ اپنے جذبات پر قابو حاصل کر چکا تھا۔ اور اب وہ اپنے میزبان پیروا سے ہنس ہنس کر باتیں کرتا اس نشست کی طرف بڑھ رہا تھا جو خاص اس کے لیے تھی۔ ان دونوں کے پیچھے پیروا کی بیوی۔ اور اس کے بیٹا اور بیٹیاں تھیں اور ان کے پیچھے تنہا امادہ چلی آ رہی تھی وہ ریشمی چمکدار لباس پہنے ہوئے تھی۔ اور میں

نے اپنے دل میں خوشی کی لہریں محسوس کر کے دیکھا۔ کہ اس نے کوئی زیور نہ پہن رکھا تھا۔ سوائے موتیوں کے اس ہار کے جو میری طرف سے اسے پیش کیا گیا تھا۔ یہ وہی ہار تھا جو میں نے شاہ مشرق سے شرط میں جیتا تھا۔

امادہ کی نظروں نے مجھے تلاش کر لیا۔ اور وہ میری طرف دیکھ کر مسکرائی اور اس نے اپنا دایاں ہاتھ اٹھا کر موتیوں کے ہار پر رکھ دیا۔ اور ساتھ ہی اس کے رخساروں پر شفق سی کھل اٹھی۔ آج رات وہ میری بیوی بننے والی تھی۔ وہ اپنی نشست کی طرف بڑھ گئی۔ جو بیضوی میز کے سرے پر تھی۔ اسے پیروا کی شہزادیوں کے ساتھ بیٹھنا تھا۔

اور اب ایدارنس کے ساتھی آئے۔ دیو قامت مشرقی جن کے بشروں سے کرختگی عیاں تھی۔ ان میں سے ایک شخص جس کی آنکھیں عقاب جیسی تھیں مجھے صورت آشنا معلوم ہوا۔ میں یاد ہی کر رہا تھا کہ اس عقابی آنکھوں والے افسر کو میں نے پہلے کہاں دیکھا تھا۔ کہ دفعتہ" بیں میری طرف جھک گیا۔ وہ میرے پیچھے کھڑا ہوا تھا۔ دعوت کے درمیان اسے میری خدمت کرنا تھی۔

"آقا! اس عجیب آنکھوں والے مشرقی کو پہچانا آپ نے؟ اس نے میرے کان میں کہا۔ "یہ شخص اس وقت شاہان شاہ کے دربار میں موجود تھا جب آپ کو کشتی میں سے نکال کر لایا گیا تھا چنانچہ وہاں جو کچھ ہوا اس نے دیکھا اور جو کچھ کہا گیا۔ وہ اس نے سنا۔"

"یہ تو برا ہوا بیں۔ کاش! کہ یہ شخص ایدارنس کے ساتھ نہ آتا۔" میں نے جواب دیا۔ کیونکہ دفعتہ" ایک انجانا سا خوف میرے دل میں اتر آیا تھا۔ کچھ ہونے والا تھا۔ دیوتا جانے کیا ہونے والا تھا۔" رفتہ رفتہ مہمان اپنی اپنی مخصوص جگہ پر بیٹھ گئے۔ میری جگہ میری والدہ کے قریب اور میز کے کونے پر تھی۔ چنانچہ میں پیروا اور ایدارنس کے تقریبا" مقابل بیٹھا تھا اور امادہ کو بھی دیکھ سکتا تھا۔ لیکن ہم دونوں کے درمیان میز کی چوڑائی حائل تھی۔ اور میں اس سے گفتگو کر سکتا تھا۔ پھر کھانا چنا گیا۔ دعوت کا آغاز ہوا۔ اور سب خاموشی سے کھانا کھانے لگے۔ نہ کوئی ہنس رہا تھا نہ ہی کوئی کچھ بول رہا تھا۔ اور پھر شراب پیش کی گئی۔ اور میں نے دیکھا

کہ ایدارنس اور اس کے ساتھی جام پر جام خالی کرنے لگے۔ پیروا اور مصری بڑی احتیاط سے پی رہے تھے۔ بہرحال شراب نے ہر شخص کی زبان کھول دی۔ اور اب مشرقی ہنس رہے تھے اور باتیں کر رہے تھے۔ یہاں میں یہ بتا دوں کہ ہم مصری لوگ سیاسی اور ذاتی معاملات کے متعلق اس وقت گفتگو کرتے اور مسائل حل کرتے ہیں جب ہم نشے میں نہ ہوں اس کے برخلاف مشرقی اس وقت تک کسی بھی معاملے پر گفتگو نہیں کر سکتے جب تک شراب ان کے دماغ پر نہیں چڑھ جاتی۔ چنانچہ مشرقیوں کی اس عادت سے ہم مصری خصوصا" میں بخوبی واقف تھا۔ اور اسی لیے ایدارنس کو دعوت میں طلب کیا گیا تھا۔ کہ یہاں شراب اس کی زبان کھول دے۔

اور اب ایدارنس نے پہلی بار اس خوبصورت سنہرے جام کی طرف دیکھا۔ جو اس کے ہاتھ میں تھا اور جس سے شراب پی رہا تھا۔ ایدارنس دفعتہ" چونکا۔ اور اس نے عقاب جیسی آنکھوں والے افسر سے جام کے متعلق چند سوالات پوچھے اور پھر بلند آواز میں کہ میں سن سکوں۔ اس نے پیروا کو مخاطب کیا۔ "شہزادہ صاحب! کہیں یہ جام وہی تو نہیں جس سے شاہ شاہان شراب پیا کرتے تھے؟ مجھے تو یہ وہی جام معلوم ہوتا ہے۔"

"ایدارنس میرے دوست۔ پیروا نے جواب دیا۔ بیشک یہ وہی جام ہے۔ لیکن اب یہ میرا جام ہے۔ رئیس شباکا کو یہ جام شاہ شاہان نے خوش ہو کر دے دیا۔ اور خود شباکا نے یہ جام مجھے تحفتہ" پیش کر دیا۔"

یہ سن کر ایدارنس اور اس کے ساتھیوں کے بشروں سے خوف کے آثار عیاں ہو گئے۔

"یہ شباکا۔ شاہ شاہان کی مہربانیوں سے ناجائز فائدہ اٹھا رہا ہے۔ اور چونکہ وہ شاہ عظیم کی بخشی ہوئی چیزوں کو دوسروں کو بخش رہا ہے اس لیے حضور کی مہربانیوں سے جلد ہی محروم ہو جائے گا۔" ایدارنس نے کہا۔ اور پھر اضافہ کیا۔ " شاہ عظیم کے مقدس لبوں نے اس جام کو چھوا ہے۔ چنانچہ یہ اس غلام کی مجال نہیں کہ وہ اس جام کو اپنے ہونٹوں سے ناپاک کر دے۔ یہ شاہ عظیم کی سخت توہین ہے۔ شہزادہ پیروا۔ براہ کرم میرے لیے دوسرے جام کا انتظام کر دیجئے۔"

چنانچہ ایدارنس کیلئے دوسرا جام لایا گیا۔ ادھر پیروا نے اس بات کو مذاق میں اڑا دینے کی کوشش کی۔ اور مجھ سے کہا کہ میں اسے حاصل کرنے کی سرگزشت مہمانوں کو سنا دوں۔ چنانچہ میں بیان کرنے لگا۔ اور حاضرین غور سے سننے لگے۔ اور پھر میں نے کہا۔

"معزز شہزادے۔ ایدارنس صاحب کو ذرا غلط فہمی ہو گئی ہے۔ شاہ عظیم نے یہ جام مجھے خوش ہو کر بخش نہیں دیا ہے۔ بلکہ یہ جام میں نے ایک خاص کمان کے عوض حاصل کیا ہے۔ چنانچہ اب اگر میں نے یہ جام آپ کی خدمت میں پیش کر دیا تو کوئی گناہ یا جرم نہیں کیا۔"

ایدارنس نے کوئی جواب نہ دیا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے وہ اس جام کو بھول گیا ہو۔

چند ثانیوں بعد اس کی نظر بے بہا موتیوں کی اس مالا پر پڑ گئی۔ جو امادہ نے اپنی گردن میں ڈال رکھی تھی۔ وہ پھر چونکا۔ اس نے عقاب جیسی آنکھوں والے سے کچھ پوچھا۔ اور ایک بار پھر بلند آواز میں پیروا کو مخاطب کیا "شہزادے صاحب۔ میں نے چند ثانیوں تک اس حسین بانو کی طرف آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھا ہے تو کسی بری نیت سے نہیں دیکھا۔ اور نہ ہی اس حسینہ کی توہین مقصود ہے۔ لیکن میں بانو کی گردن میں موتیوں کا ایک ہار دیکھ رہا ہوں۔ یہ ہار اس ہار سے مشابہ ہے جو کئی سال سے مشرق کے بادشاہ پہنتے آئے ہیں۔ اور جس کا دوسرا سا ہار دنیا میں کہیں اور نہیں ہے۔ معاف کیجئے گا۔ لیکن میں پوچھ سکتا ہوں کہ یہ وہی ہار ہے یا اس جیسا کوئی دوسرا ہار ہے۔؟"

یہ تو میں نہیں جانتا ایدارنس" پیروا نے جواب دیا۔ البتہ اتنا ضرور جانتا ہوں کہ یہ ہار رئیس شاکا مشرق سے لائے تھے۔ اس لیے مناسب ہو گا کہ اس ہار کے اصل یا نقل ہونے کے متعلق آپ شاکا سے ہی دریافت کریں۔"

"پھر شاکا۔ ایدارنس نے کہنا شروع کیا۔ لیکن میں نے اس کی بات کاٹ کر کہا "یہ ہار۔ اور اس کے ساتھ ہی تھوڑا سا سونا میں نے شاہ عظیم سے ایک شرط بد کر جیتا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ تفصیلات آپ کو معلوم ہوں گی۔ کیونکہ زیادہ دیر

نہیں ہوئی کہ آپ کے پیغام پر مجھ پر حملہ کر کے یہ ہار چرانے کی کوشش کی تھی۔ لیکن وہ غریب اپنی کوشش میں ناکام رہا۔ اور جب اس پر کوڑے برسائے گئے۔ تو گورنر صاحب اس نے اعتراف کر لیا۔ کہ یہ ذلیل حرکت اس نے اپنی مرضی سے نہیں بلکہ کسی کے حکم سے کی تھی۔

میرے اس دلیرانہ جواب کو سن کر ایدارنس اور اس کے ساتھیوں کے ابروؤں پر بل پڑ گئے۔ لیکن مصریوں نے میری دلیری کی داد دی۔ اور ان کے ہونٹوں پر مسکراہٹ ناچ اٹھی۔

اس کے بعد ادھر ادھر کی باتیں ہوتی رہیں۔ اور ایدارنس اور اس کے ساتھی زیادہ سے زیادہ شراب پیتے رہے۔ یہاں تک کہ دعوت ختم ہو گئی۔ کھانا بڑھا دیا گیا۔ اور وہ لوگ جو زیادہ معزز نہ تھے کمرے سے چلے گئے۔ اور اب وہاں خاص امراء اور ان کے خدام کے علاوہ جو اپنے اپنے آقا کے پیچھے مودب کھڑے تھے اور کوئی نہ تھا۔ انہی مودب خادموں میں بیس بھی تھا۔ چند لمحوں تک خاموشی کا وقفہ رہا۔ ایسی گہری خاموشی جو طوفان کی آمد سے پہلے طاری ہوتی ہے۔ پھر اس خاموشی کو ایدارنس نے توڑا۔

"پیروا۔" اس نے کہا۔ میں سائیس سے چل کر یہاں آپ کی دعوت میں گوشت کھانے اور شراب پینے نہیں آیا۔ بلکہ چند معاملات پر گفتگو کرنے آیا ہوں۔"

"بالکل بالکل۔" پیروا نے کہا۔ "تو اب کیا ارادہ ہے آپ کا۔ کیا آپ یہ چاہتے ہیں کہ میں اپنے امراء کے ساتھ دوسرے کمرے میں چلا جاؤں۔ اور وہاں آپ سے گفتگو کروں۔"

"میرے خیال میں تو اس کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ ہم جو کچھ کہیں گے اسے ہر کان سن لے گا۔"

"جیسی آپ کی مرضی۔ تو پھر فرمائیے۔"

"پیروا۔ مجھے اس مہر کے تحت یہاں آنے کا حکم دیا گیا ہے جو شاہ شاہان کی خاص مقدس اور قدیم مہر ہے۔ یا اس کا نقش اصل مہر کی طرح ہی ہے کیا میں پوچھ

سکتا ہوں کہ وہ مہر کہاں ہے؟"

"یہ ہے وہ مہر۔" پیروا نے اپنے چغے کا گریبان کھول کے کہا۔ دیکھو اسے غور سے دیکھو ایدارنس۔ اور ایدارنس کے ساتھیو۔ تم بھی دیکھو۔ لیکن خبردار۔ اسے چھونے کی جرات نہ کرنا۔"

چنانچہ ایدرارنس اور اس کے ساتھیوں نے خصوصاً" عقاب جیسی نظر والے افسر نے مہر کی طرف دیکھا۔ غور سے دیکھا۔ اور دیر تک دیکھتے رہے اور پھر وہ وحشت زدہ سے ہو کر ایک دوسرے کی صورت تکنے اور آپس میں کانا پھوسی کرنے لگے۔

"یہ--- یہ---- مہر مقدس ہی ہے۔" آخر کار ایدارنس نے کہا۔ "اب یہ بتاؤ پیروا۔ کہ مشرق کی یہ مقدس مہر یہاں مصر میں کس طرح آ گئی؟"

"چند اہم خطوط کے ساتھ یہ مہر بھی رئیس شباکا لائے ہیں۔"

"آتش بہرام کی قسم۔ یہ شباکا تو میرے اعصاب پر سوار ہوا جا رہا ہے" ایدارنس نے بے چین ہو کے کہا۔ شباکا شاہی جام بھی لایا۔ بے بہا موتیوں کی مالا بھی لایا ہے۔ سونا بھی لایا ہے اور مہر مقدس بھی لایا ہے۔ حیران ہوں کہ وہ کیا کیا نہیں لایا؟ شائد خود شاہ شاہان بھی اس کی جیب میں ہوں گے۔"

"ایسی تو بات نہیں ہے۔ البتہ شاہ شاہان کا حکم نامہ میری جیب میں ضرور موجود ہے۔ جس پر آپ کو عمل کرنا ہے۔"

"اور وہ کیا حکم ہے؟"

"حکم یہ ہے کہ آپ اپنی فوج لے کر اسی وقت سائیس لوٹ جائیں اور پھر مصر کی حدود سے باہر نکل جائیں۔ اگر اس میں ذرا بھی تاخیر سے کام لیا تو پھر جو کچھ ہو گا اس کی ذمہ داری آپ پر عائد ہو گی"

یہ سن کر ایدارنس اور اس کے ساتھی سناٹے میں آ گئے۔

"آتش مقدس کی قسم! یہ تو کھلی ہوئی بغاوت ہے۔"

"نہیں ایدارنس۔ یہ شاہ شاہان کا حکم ہے جو مہر کے تحت دیا گیا ہے اور پھر پیروا نے اپنے چغے کے گریبان میں ہاتھ ڈال کے لپٹا ہوا خط برآمد کیا۔ اسے ماتھے

سے لگایا۔ اور ایدارنس کے سامنے پھینک دیا۔ ایدارنس تحریر پڑھو اور اس پر عمل کرو۔ ورنہ جب تم اپنے پڑاؤ میں پہنچ جاؤ گے۔ اور میری ذمہ داری۔ جو میں نے تمہاری اور تمہارے ساتھیوں کی حفاظت کے متعلق لے رکھی ہے ختم ہو جائے گی۔ تو میں تم پر اور تمہاری فوج پر آ پڑوں گا اور تم سب کا خاتمہ کر دوں گا۔"

ایدارنس نے جال میں پھنسے ہوئے بھیڑیے کی طرح چاروں طرف دیکھا۔

"تو تم مجھے اسی جگہ قتل کر دینا چاہتے ہو۔" اس نے پوچھا۔

"نہیں ایدارنس! ہم نے تمہاری حفاظت کا وعدہ کیا ہے اور مصری وعدے کے پابند ہوتے ہیں۔ لیکن تمہیں اپنے عہدے سے برطرف کیا جاتا ہے اور مصر سے رخصت ہو جانے کا حکم دیا جاتا ہے۔"

"اگر مجھے مصر سے روانہ ہونا ہے تو پھر مجھے یہ بھی حکم دیا گیا ہے کہ میں ایک حسینہ کو جس کا نام امادہ ہے اپنے ساتھ لیکر جاؤں۔ یہ حکم شاہ شاہان کا ہے اور آپ اس حکم سے سرتابی نہیں کر سکتے۔ امادہ کو میرے حوالے کر دیجئے اور میں سمجھتا ہوں وہی لڑکی امادہ ہے جس نے موتیوں کی مالا پہن رکھی ہے۔ اور جسے شاہ شاہان اپنے حرم میں داخل کرنا چاہتے ہیں۔ اس خاتون کو میرے سپرد کر دیجئے۔ میں اسے اسی وقت اپنے ساتھ لیجانا چاہتا ہوں۔"

کمرے میں چند ثانیے تک گہری خاموشی طاری رہی۔ اور پھر پیروا نے کہا "خاتون امادہ مصر کی شہزادی ہے۔ اور پھر شباکا کی منگیتر ہے۔ چنانچہ اسے شباکا کی اجازت کے بغیر کسی بھی جگہ خواہ وہ شاہ شاہان کا حرم ہی کیوں نہ ہو۔ نہیں بھیجا جا سکتا۔"

"پھر وہی شباکا۔" ایدارنس نے چیں بہ جبیں ہو کر کہا تو پھر مناسب ہو گا کہ ہم شباکا کو بھی اپنے ساتھ لے جائیں۔ بلکہ بہتر ہو گا کہ ایک ٹوکرے میں اس کا سر ہی لیجائیں۔ یہی تو ہے وہ شباکا جس نے شاہ شاہان سے کوئی گستاخی کی تھی اور اسے سزائے موت دی گئی تھی اور یہی تو ہے وہ شباکا جس نے اپنی جان بچانے کی خاطر شاہ عظیم سے وعدہ کیا تھا کہ وہ دنیا کی حسین ترین لڑکی امادہ کو ان کی خدمت میں بھیج دے گا۔ تو اس طرح یہ غلام اپنے وعدے وفا کرتا ہے۔"

میں مارے غصے کے ایک جھٹکے کے ساتھ اٹھ کھڑا ہوا۔ میرے ساتھ اکثر امراء بھی اٹھ کھڑے ہوئے۔ البتہ امادہ اپنی جگہ بیٹھی میری طرف دیکھتی رہی۔

"یہ جھوٹ ہے۔" میں نے چیخ کر کہا بکتے ہو تم۔ اگر شہزادہ پیروا نے تمہاری حفاظت کا وعدہ نہ کیا ہوتا تو میں تمہاری اس بہتان تراشی کی سزا اسی وقت تمہیں دے دیتا۔"

"میں بکتا ہوں۔ کیوں؟ میں جھوٹا ہوں کیوں؟ بہت اچھا۔ ابھی معلوم ہوا جاتا ہے کہ کون جھوٹا ہے۔" ایدارنس نے کہا۔ اور عقاب جیسی آنکھوں والے افسر کی طرف گھوم گیا۔ "تم شاہ عظیم کے دربار میں موجود تھے۔ چنانچہ بتاؤ ان مصریوں کو کہ تم نے وہاں کیا دیکھا۔ اور کیا سنا۔"

"گورنر صاحب غلط نہیں کہہ رہے ہیں۔" عقاب جیسی آنکھوں والے افسر نے کہا۔

"میں شاہ شاہان کے دربار میں موجود تھا۔ اور میں نے اپنے کانوں سے شباکا کو وعدہ کرتے سنا تھا۔ کہ اگر اس کا قصور معاف کر دیا گیا اور جان بخشی کر دی گئی تو وہ خاتون امادہ کو شاہ شاہان کے دربار میں بھیج دے گا۔ بے بہا موتیوں کی مالا شباکو کو اس لیے دی گئی تھی کہ وہ یہ مالا شاہ عظیم کی طرف سے خاتون امادہ کو دیدے اور میں دیکھ رہا ہوں کہ بانو نے وہ مالا پہن رکھی ہے۔ وہ سونا بھی جس کا ذکر شباکا نے کیا ہے اس لیے دیا گیا تھا کہ خاتون امادہ کے سفر کا انتظام کیا جائے اور ان کا سفر عام آدمیوں کا سا نہیں بلکہ شہزادیوں کا سا ہو۔ کم سے کم میں نے تو یہی سنا تھا۔ رہا جام۔ تو یہ شباکا کو بطور انعام کے دیا گیا تھا۔ اور جیب خرچ کے لیے تھوڑی سی رقم بھی جام کے ساتھ دی گئی تھی۔"

"یہ سراسر جھوٹ ہے۔" میں نے چیخ کر کہا۔ "خاتون امادہ کا نام اتفاقاً" میرے منہ سے نکل گیا تھا۔"

"اہا! تو خاتون امادہ کا نام اتفاقاً" تمہارے منہ سے نکل گیا تھا کیوں؟" ایدارنس نے طنزاً" کہا۔ "خوب۔ بہت خوب۔ چنانچہ اب مناسب ہو گا کہ خاتون امادہ کو اپنے ہاتھ سے بھی نکل جانے دو۔ خیر اس عیار غلام کے پیچھے وقت ضائع کرنا

مناسب نہیں پیروا۔ میں آپ سے پوچھ رہا ہوں کہ خود آپ کا کیا ارادہ ہے؟ آپ خاتون امادہ کو ہمارے حوالے کر رہے ہیں یا نہیں؟"

"یہ نہیں ہو سکتا۔" پیروا نے جواب دیا۔ شاہ شاہان کا یہ مطالبہ کوئی بھی مصری قبول نہیں کر سکتا۔" یہ ہماری عزت و آبرو کا سوال ہے اور شاہ شاہان نے محض ہماری توہین کرنے کی غرض سے شاہی گھرانے کی خاتون کو طلب کیا ہے۔ اور اپنے اس مطالبے سے ہمیں بغاوت پر اکسایا ہے۔ ایدارنس! یہ تو ہو سکتا ہے کہ مصر کا بچہ بچہ کٹ مرے۔ لیکن یہ نہیں ہو سکتا۔ کہ خاتون امادہ کو آپ کے حوالے کر دیا جائے۔"

پیروا کے اس دلیرانہ جواب پر حاضرین نے خوشی کے نعرے لگائے اور جب شور وغل کم ہوا اور پھر بالکل تھم گیا۔ تو ایدارنس نے کہا۔

"پیروا۔ اور اے امرائے مصر۔ آپ لوگوں نے مہر مقدس کے تحت۔ جو یقیناً شباکا چرا کر لایا ہے۔ مجھے چند احکامات دیئے ہیں اور مجھ سے کہا گیا ہے کہ میں ان کی تعمیل کروں۔ اچھا سنو۔ جب تک یہ معاملہ صاف نہیں ہو جاتا۔ میں ان احکامات کی ایک حد تک تعمیل کروں گا میں اپنی فوج لیکر سائیس لوٹ جاؤں گا اور تمام واقعات کی خبر شاہ شاہان کو بھیج دوں گا۔ اور اس وقت تک کوئی قدم نہ اٹھاؤں گا کہ جب تک شاہ عظیم کا کوئی حکم نہیں آ جاتا۔ لیکن ہماری واپسی کے وقت اگر ہماری فوج کی طرف ایک تیر بھی پھینکا گیا تو اسے کھلی بغاوت سمجھا جائے گا۔ اور اس کا خمیازہ پورے مصر کو بھگتنا پڑے گا۔ مصر کو اجاڑ دیا جائے گا اس طرح کہ پہلے کبھی نہ اجڑا ہو گا۔ آپ حضرات میں سے کوئی زندہ نہ رہے گا سوائے خاتون امادہ کے جو شاہ عظیم کی ملکیت ہے۔ اور اب میں آپ کی مہمان نوازی کا شکریہ ادا کرتا ہوں اور پیروا! یہ میری درخواست ہے کہ مجھے اور میرے ساتھیوں کو ہمارے پڑاؤ تک پہنچا دیا جائے کیونکہ یہاں معلوم ہوتا ہے کہ ہم اپنے دشمنوں میں گھرے ہوئے ہیں۔"

"ایدارنس" میں نے چیخ کر کہا "جانے سے پہلے یہ سن لو کہ تم نے اور اس افسر نے مجھ پر جو بہتان تراشہ ہے اس کی سزا میں تمہیں اپنی زندگی سے ہاتھ

دھونے پڑیں گے۔"

"مہر مقدس اور موتیوں کی مالا چرانے والے ذلیل مصری! آج رات جو کچھ ہوا ہے اس کی وجہ سے بہت سوں کو اپنی زندگی سے ہاتھ دھونے پڑیں گے" ایدارنس نے جواب دیا اور اپنے ساتھیوں کے ساتھ کمرے سے باہر نکل گیا۔

اور اب میری نگاہیں امادہ کو تلاش کرنے لگیں۔ لیکن وہ وہاں نہ تھی۔ پیرو آ کی بیوی اور شہزادیوں کے ساتھ وہ وہاں سے جا چکی تھی۔ انہیں یہ خدشہ لاحق ہو گیا تھا کہ کمرے میں کہیں تلوار نہ چل جائے اور خون خرابہ نہ ہو جائے اور امادہ کو غالباً" یہ خوف تھا کہ کہیں مشرقی اسے گھسیٹ کر اپنے ساتھ نہ لے جائیں۔ چنانچہ کمرے میں جتنی بھی خواتین تھیں جا چکی تھیں سوائے میری والدہ کے۔

"اماں! امادہ کو تلاش کر کے اسے صحیح بات بتا دیجئے۔" میں نے اپنی والدہ سے کہا

"بہت اچھا بیٹے" میری والدہ نے سوچتے ہوئے کہا۔ لیکن صحیح بات کیا ہے؟ اب تک تو میں یہی سمجھے ہوئے تھی کہ شاہ مشرق کو امادہ کا نام میں نے بتایا تھا۔ لیکن اب خود تمہاری زبانی معلوم ہوا کہ وہ بیس نہیں تم تھے بیٹے! بہتر ہوتا کہ بادشاہ کو نام بتانے سے پہلے یا ابھی اقرار کرنے سے پہلے تم نے اپنے دانتوں سے اپنی زبان کاٹ لی ہوتی کیونکہ صنف نازک کا دل واقعی نازک ہوتا ہے۔ اور ذرا سی ٹھیس لگنے سے ٹوٹ جاتا ہے اور پھر اس کی غلط فہمی دور کرنا یا اسے سمجھانا ممکن نہیں رہتا۔"

"امادہ کا نام بے اختیار میرے منہ سے نکل گیا تھا البتہ وہ بیس تھا جس نے شاہ فارس کے سامنے ایک مصری خاتون کے حسن کی تعریف کی تھی۔"

"اور بیٹے میں سمجھتی ہوں کہ وہ تم نہیں بلکہ بیس تھا جس نے پیرو آ امراء کے سامنے کہا تھا کہ تم نے نہیں بلکہ خود اسی نے امادہ کا نام شاہ فارس کو بتایا تھا اور تم نے اسے نہ ٹوکا اور نہ اس کی تصحیح کی۔ چنانچہ بیٹے اس حماقت کا الزام تم دونوں پر آتا ہے ار یہ حماقت ہی تھی تاہم تمہاری نہ تھی کیونکہ میں جانتی ہوں کہ تم مر جاتے لیکن مصر کے شاہی گھرانے کی خاتون کا نام شاہ فارس کے سامنے نہ لیتے۔ تم مر جاتے لیکن مصر کی شہزادی کی عزت کے عوض اپنی جان نہ خریدتے۔ بہرحال جتنا

جلد ممکن ہو گا میں امادہ سے یہ کہہ دوں گی۔ دیوتا کریں کہ اس کا دل صاف ہو اور اس کے بعد تم مجھے سب کچھ سچ سچ بتا دو گے اور میں سمجھتی ہوں کہ بیس اتنا عیار نہ ہوتا اور اس نے تمہیں غلط مشورہ نہ دیا ہوتا تو تم مجھے سب کچھ بہت پہلے بتا چکے ہوتے۔ جاؤ پیرو آ تمہیں بلا رہا ہے۔ امادہ سے صفائی کرنے کے علاوہ تمہیں اس وقت مصر کے اہم معاملات طے کرنے ہیں۔

چنانچہ میری والدہ بھی وہاں سے چلی گئیں اور ان کے بعد اسی کمرے میں مجلس جنگ کا اجلاس ہوا۔ سوال یہ تھا کہ ایدارنس کی فوج پر حملہ کر دیا جائے یا اسے سائیس لوٹ جانے دیا جائے۔ جب ہر شخص اپنی اپنی رائے کا اظہار کر چکا تھا تو مجھ سے میری رائے پوچھی گئی اور میں نے کھڑے ہو کے کہا۔

"ہمیں فوراً" حملہ کر دینا چاہیے کیونکہ سائیس دور ہے اور ہم اس پر حملہ نہیں کر سکتے اس کے علاوہ اس وقت ممفس میں خاصی فوج جمع ہے۔ اب اگر ہم نے ان سپاہیوں کو یونہی پڑے رہنے دیا تو وہ سست و کاہل ہو جائیں گے۔ ان لوگوں میں جوش و خروش ختم ہو جائے گا اور پھر انہیں ان کی تنخواہ نہ ملی تو یہ سپاہی اس طرف لوٹ جائیں گے جس طرف سے آئے ہیں۔ اس کے برخلاف اگر ہم نے ایدارنس اور اس کی فوج کو تباہ کر دیا تو مصر ہمارا ہو گا اور شہزادہ پیرو آ فرعون ہوں گے۔ ادھر شاہ فارس یونانیوں سے الجھا ہوا ہے اور فوجوں پر فوجیں بھیج رہا ہے۔ چنانچہ اس سے پہلے کہ وہ نئی فوج تیار کر کے مصر کا رخ کرے مصر نئے فرعون کے زیر سایہ پر قوت ہو چکا ہو گا۔ اور فرعون پھر شاہ مشرق کو ترکی بہ ترکی جواب دے سکے گا۔"

نتیجہ یہ ہوا کہ آخر میری اور ان امراء کی جو میرے ہم خیال تھے تجویز مان لی گئی چنانچہ پو پھٹنے سے پہلے میں دو ہزار جانبازوں کے ساتھ بادبانی کشتیوں میں سوار ہو کر اس طرف جا رہا تھا جس طرف کہ ایدارنس اپنی فوج کے ساتھ پڑاؤ ڈالے پڑا تھا۔ میرے ساتھ وہ چھ شکاری بھی تھے جنہیں میں نے شرط میں جیتا تھا۔ یہ لوگ بڑے وفادار تھے اور مشرقیوں کے طریق جنگ سے واقف تھے۔ چنانچہ ان کی معلومات اور تجربہ ہمارے لیے کارآمد ثابت ہو سکتے تھے۔ پیرو آ تمام فوج کے ساتھ ایدارنس کی فوج کے عقب پر حملہ کرنے والا تھا اور ہمیں اس درے یا تنگ راستے

کو روکے رکھنا تھا جہاں سے ایدارنس کی فوج گزرنے والی تھی۔ دو ہزار سپاہیوں کے ساتھ مشرقیوں کو اس وقت تک روکے رکھنا تھا جب تک کہ پیرو آ پیچھے سے ان پر حملہ نہیں کر دیتا۔

ہوا موافق تھی چنانچہ چار گھنٹوں بعد ہم مقررہ مقام پر پہنچ چکے تھے اور مناسب مقام و جگہ تلاش کر کے وہاں چھپ چکے تھے۔ جو کچھ تیاریاں کرنا تھیں کر کے ہم لیٹ گئے کہ اپنی نیند پوری کر کے تازہ دم ہو جائیں۔

دوپہر سہ پہر میں تبدیل ہو رہی تھی جب بیں نے مجھے جھنجھوڑ جھنجھوڑ کر گہری نیند سے بیدار کر دیا۔ اور جب میں اٹھ کر بیٹھ گیا تو اس نے جنوب کی طرف اشارہ کیا صحرا کے ریت پر ابخرات منڈلا رہے تھے۔ اور ابخرات کے اس پردے میں سے ایدارنس کی آگے بڑھتی ہوئی فوج لرزتی نظر آ رہی تھی۔ آگے آگے رتھ تھے۔ جو اسی ایک قطار میں تھے اور رتھوں کے پیچھے پیادہ فوج تھی۔

ہمارے پاس رتھ نہ تھے۔ سپاہیوں میں زیادہ تیر انداز تھے اور صرف دو دستے بھالوں اور تلواروں سے مسلح تھے۔ البتہ ملاحوں کے پاس، جو کشتیوں میں ہی تھے ان کی خاص فلاخنیں اور وہ نیزے تھے وہ جگہ بھی فوجی نقطہ نظر سے عمدہ تھی کیونکہ جہاں ہم تھے وہاں زمین بتدریج بلند ہوتی چلی گئی تھی۔ اس کے علاوہ دریائے نیل اور ٹیلوں کے درمیان جو درہ یا راستہ چھٹا ہوا تھا وہ زیادہ کشادہ نہ تھا اس کے علاوہ ذرا دلدلی بھی تھا چنانچہ رتھ ایک صف میں نہیں بلکہ ایک قطار میں اس تنگ درے میں گزر سکتے تھے اور چونکہ یہ راستہ دلدلی تھا اس لیے اس بات کا تو خوف ہی نہ تھا کہ مشرق والے اپنے رتھوں کو تیز بھگا سکیں گے کہ ہمیں کچل کر رکھ دیں ہم اس درے کی ناکہ بندی کر کے کھڑے ہو گئے۔

ایدارنس اور اس کے افسروں نے ہمیں دیکھا اور ایک حاجب فوج سے الگ ہو کر ہماری طرف آتا نظر آیا اور اب وہ ہمارے سامنے کھڑے ہو گئے کون ہو تم لوگ گورنر مصر کا راستہ روک رہے ہو؟ اس نے پوچھا۔ شاہ شاہان کے نام پر راستہ چھوڑ دو اور ایدارنس کی فوج کو گزر جانے دو۔ ہٹو۔ راستہ دو۔"

اور میں نے کڑک کر جواب دیا۔

"ہم مصری ہیں اور ہم پیرو آ کے حکم سے ایدارنس کا راستہ روک رہے ہیں کیونکہ اس نے مصر کی ایک شہزادی کی توہین کی ہے۔ مصری اس بات کو برداشت نہیں کر سکتے کہ ان سے اس بات کا مطالبہ کیا جائے کہ شاہی گھرانے کی عزت و آبرو کو لونڈی بنا کر مشرق کو حرم سرا میں بھیج دیا جائے۔ ایدارنس نے یہ مطالبہ کر کے مصریوں کو مشتعل کر دیا ہے۔ اب اگر اس میں ہمت ہو تو آئے اور اپنے لیے اور اپنی فوج کے لیے راستہ صاف کر لے اور اگر وہ یہ نہیں کر سکتا تو واپس ممفس کی طرف چلا جائے اور اگر اسے یہ بھی منظور نہیں تو پھر یہیں پڑاؤ ڈال دے بہرحال ہم حملے میں پہل کرنا نہیں چاہتے۔"

اور پھر میں نے دانت پیس کر اضافہ کیا۔

"دیکھو میری طرف۔ میں شاکا ہوں جو پیرو آ کی طرف سے گفتگو کر رہا ہوں میں وہی شاکا ہوں جسے ایدارنس اور اس کے جی حضوریوں نے گذشتہ رات جھوٹا اور مکار کہا تھا ہم نے سنا ہے کہ مشرقی بڑے بہادر ہوتے ہیں اور ہم مصریوں نے ایدارنس کی بہادری کے بڑے افسانے سنے ہیں۔ چنانچہ اس سے کہو کہ وہ اس مشرقی کے ساتھ جس نے مجھے جھوٹا کہا تھا۔ آگے آئے دونوں ایک ایک تلوار لے کر آئیں اور مجھ سے اور میرے بونے غلام سے مقابلہ کریں۔ میں چونکہ جھوٹا ہوں اس لیے بزدل بھی ہوں گا۔ ہم دونوں ان دونوں سے دونوں فوجوں کے درمیان دست بدست جنگ کریں گے اور اس وقت تک کرتے رہیں گے۔ جب تک وہ دونوں ہمارا یا ہم دونوں کا خاتمہ نہیں کر دیتے۔ اور اگر ایدارنس اس کے لیے تیار نہیں۔ تو پھر میں اسے جنگ میں تلاش کر لوں گا یا تو میں مارا جاؤں گا یا اس کی گردن اڑا دوں گا۔"

حاجب نے مجھے کئی دفعہ سر سے پیر تک دیکھا اور پھر اس نے بیں کا جائزہ لیا۔ بیں کو دیکھ کر اس نے قہقہ لگایا اور اپنی فوج کی طرف لوٹ گیا۔

"آپ کے خیال میں وہ آپ کی اس مبارز طلبی پر لبیک کہے گا آقا؟ بیں نے پوچھا۔

شاید میں نے جواب دیا۔ کیونکہ مبارزت طلبی پر ہچکچانا مشرقیوں کے نزدیک

سب سے بڑی بزدلی او سب سے بڑا جرم ہے۔ چنانچہ وہ ہمارے مقابلے کو نہ آیا اور اس کی خبر شاہ فارش کو ہو گئی تو وہ ایدارنس کو قتل کروا دے گا۔ اس کے علاوہ خود ایدارنس بھی بزدل کہلانا پسند نہ کرے گا اور جب تک زندہ رہے گا لوگوں کی نظر سے چھپتا پھرے گا۔ اگر وہ اس مقابلے میں مارا گیا تو ایسے بہت سے افسر ہیں جو اس کی جگہ پر کر سکتے ہیں لیکن اگر وہ مقابلہ میں نہ آیا تو پھر کوئی اس کلنک کو نہ مٹا سکے گا۔

"بالکل ٹھیک" بیس نے سر ہلا کر کہا "اس کے علاوہ مشرقی مجھے ایک بے حقیقت اور کمزور بونا سمجھ رہے ہوں گے چنانچہ یہ خیال بھی انہیں اکسائے گا کہ عقاب جیسی آنکھوں والا افسر ایک ہی وار میں میرا خاتمہ کر دے گا اور پھر دونوں مل کر آپ کا آسانی سے خاتمہ کر سکیں گے۔ لیکن اس مشرقی لومڑ کو بہت جلد معلوم ہو جائے گا کہ میں لقمہ تر نہیں ہوں۔"

بے شک میں ایدارنس اور عقاب جیسی آنکھوں والے افسر سے انتقام لینا چاہتا تھا۔ کیونکہ انہوں نے بھرے دربار میں مجھے رسوا کیا تھا۔ لیکن مرا یہ جذبہ انتقام اتنا شدید نہ تھا جتنا کہ ہونا چاہیے۔ چنانچہ میں نے تاخیر کرنے کی غرض سے ایدارنس دعوت مقابلہ دی تھی۔ میں جانتا تھا جب تک ہمارا مقابلہ جاری رہے گا دونوں طرف کی فوجیں خاموش کھڑی رہیں گی اور اس عرصے میں پیرو آ کی فوجیں مشرقیوں کے عقب میں پہنچ جائیں گی اور پھر کام آسان ہو گا۔ رہا یہ سوال کہ اگر اس مقابلے میں میں مارا گیا تو؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ مجھے اپنی زندگی کی پروا نہ تھی۔ خصوصاً" اس لیے کہ میرے ساتھ جو افسر تھے وہ بہادر اور ہوشیار تھے اور میرے ارادوں سے پوری طرح واقف تھے۔ اس اثنا میں ایدارنس کا حاجب یا سفر مشرقیوں کے قریب پہنچ چکا تھا۔ چند ثانیوں بعد پھر ہماری طرف واپس آ رہا تھا اور اس دفعہ اکیلا نہ تھا بلکہ اس کے ساتھ ایک اور شخص بھی تھا۔

"معلوم ہوتا ہے کہ ایدارنس نے ہماری دعوت قبول نہیں کی ہے۔ اور یہ دوسرا شخص شاید جاسوس ہے جو ہماری قوت کا اندازہ لگانے آ رہا ہے میں نے کہا لیکن میرا خیال غلط تھا۔ چند منٹوں بعد ہی وہ دونوں ہمارے سامنے تھے۔ اور دوسرا

شخص مجھے مخاطب کر کے کہہ رہا تھا۔

"ایدارنس نے شاہ شاہان کے سر کی قسم کھائی ہے کہ وہ مہر مقدس کو چرانے والے کا سر ٹوکری میں رکھ کر تحفے کے طور پر شاہ عظیم کے حضور پیش کر دے گا اور ایدارنس کو یہ خوف تھا کہ اگر جنگ ہوئی تو اس کی گڑبڑ اور افراتفری میں یہ چور موقعہ ملتے ہی بھاگ نکلے گا۔ چنانچہ اسے شاباکا! ایدارنس نے تمہاری دعوت مقابلہ قبول کرنے اور تمہارا سر اتار لینے کا فیصلہ کر لیا ہے۔ اور مشرقی قانون اور اصول کی رو سے اسے تمہاری یہ دعوت قبول کرنا ہی تھی۔ لیکن شاہ عظیم کے دربار کا ایک خاص امیر دو کوڑی کے اور وہ بھی بدہیئت غلام سے مقابلہ نہیں کر سکتا۔ یہ اس کی شان کے خلاف ہے تو پھر تم ہی بتاؤ کہ امیر اعلیٰ اس دعوت مقابلہ کو کس طرح قبول کر سکتے ہیں۔"

"بڑی آسانی سے" بیس نے جواب دیا "مشرقی ڈینگے مجھ سے مقابلہ کر کے تمہارا امیر اعلیٰ ذلت نہیں بلکہ فخر محسوس کرے گا بشرطیکہ اس کے لیے وہ زندہ رہا مین غلام نہیں آزاد ہوں۔ کوئی پیچ اور ذلیل انسان نہیں بلکہ شاہی خاندان سے تعلق رکھتا ہوں۔ چنانچہ جا کر اس مشرقی کتے سے کہو کہ میرے مقابلے میں آ جائے اور اگر اس وقت میرے مقابلے میں نہ آیا تو پھر میں اسے تلاش کر لوں گا اور اگر وہ میرے ہاتھ میں گیا تو پھر وہ اس دن پر لعنت بھیجے گا جس دن وہ پیدا ہوا تھا اور اس ماں کو بددعا دے گا جس نے اسے جنا تھا۔"

چنانچہ یوں کہا میں نے اور اس وقت اس کا چہرہ غصے اور جوش سے ایسا بھیانک ہو گیا تھا کہ ایدارنس کا افسر اور پیغامبر گھبرا کر چند قدم پیچھے ہٹ گئے۔

"اور اگر افسر کو بیس سے جنگ کرنا منظور نہ ہو تو میں خود ان دونوں سے جنگ کر لوں گا" میں نے کہا۔

چنانچہ وہ دونوں چلے گئے وہ مشرقیوں کی فوج میں پہنچے اور چند منٹوں بعد ہی ایدارنس اور عقاب جیسی آنکھوں والا افسر دس سپاہیوں کے ساتھ فوج سے الگ ہو کر ہماری طرف آ رہے تھے اپنے افسروں کو ضروری ہدایتیں دے کر میں بیس کے ساتھ ان کی طرف بڑھا۔ میرے ساتھ بھی دس منتخب محافظ تھے اور ہماری ملاقات

دونوں فوجوں کے درمیان ایک ٹیلے کے قدموں اور ریتیلے میدان میں ہوئی۔ ہمارے محافظ سپاہیوں کے افسروں میں ہتھیاروں وغیرہ کے متعلق بحث ہونے لگی لیکن میں اور بیس ٹیلے کے سائے میں بیٹھ کر امادہ اور کریما کے متعلق باتیں کرنے لگے۔

بیس! اس مقابلے میں ہماری فتح ہوئی یا اگر ہم مارے گئے تو ہماری موت کی خبر ممفس پہنچ ہی جائے گی اور تمہارے خیال میں امادہ اور کریما پر اس خبر کا کیا اثر ہو گا؟" میں نے کہا۔

"آقا! یہ سب باتیں سوچنے سے کیا فائدہ۔ اگر ہم مارے گئے تو کہاں دیکھنے آئیں گے کہ وہ دونوں روتی ہیں یا خوشیاں مناتی ہیں اور اگر فتح ہماری ہوئی تو ہم خود اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں گے کہ اس کا ان دونوں عورتوں پر کیا اثر ہوتا ہے" بیس نے سرہلا کر بڑے فلسفیانہ انداز میں جواب دیا۔

آخر کار سب کچھ طے ہو گیا اور اب ہم چاروں ایک دوسرے کے سامنے کھڑے ہوئے تھے۔ میں ایدارنس اور بیس مشرقی افسر کے مقابل دونوں مشرقیوں نے زرہیں پہن رکھی تھیں تو میں نے اور بیس نے بھی پہن رکھی تھیں۔ یہ وہی زرہیں تھیں جو شاہ فارس نے ہمیں دی تھیں۔ جو ہتھیار مشرقیوں کے پاس تھے وہی ہمارے پاس بھی تھے۔ یعنی چھوٹی مگر وزنی تلواریں۔ ڈھال اور خنجر جو پٹکے میں اڑے ہوئے تھے "چورو! سورج کی طرف آخری دفعہ دیکھ لو ایدارنس نے کہا" کیونکہ اب جب سورج طلوع ہو گا تو وہ خود تمہارے سروں کو شاہ عظیم کے محل کے دروازے کی محراب میں لٹکتے دیکھے گا۔"

"تم جھوٹوں کی طرح زندہ رہے اور جھوٹوں کی طرح مارے جاؤ گے" بیس نے جواب دیا لیکن میں خاموش رہا۔

اب طے یہ پایا تھا کہ اشارہ کیا جائے گا اور میں ایدارنس سے اور بیس مشرقی افسر سے بھڑ جائے گا لیکن اگر دونوں میں سے کسی ایک نے ہم میں سے کسی ایک کا پہلے خاتمہ کر دیا۔ اگر ہم دونوں میں سے کسی ایک نے دشمنوں میں سے ایک کا خاتمہ کر دیا تو وہ جو زندہ رہے گا اپنے ساتھی کی مدد کو پہنچ جائے گا اور پھر وہ

دونوں مل کر دشمن کا خاتمہ کر دیں گے۔ بیس یہ بھولا نہ تھا چنانچہ اشارہ پاتے ہی وہ بجلی کی سی تیزی سے اپنے مقابل کی طرف لپکا اور ابھی میں ایدارنس کے قریب پہنچا ہی تھا کہ وہ مشرقی افسر کے سر پر تھا۔ بیس چشم زدن میں مشرقی کو اپنی لمبی لمبی بانہوں میں لپیٹ چکا تھا نہ صرف یہ بلکہ وہ اسے اڑنگا بھی لگا چکا تھا۔ دیکھتے ہی دیکھتے بیس اور مشرقی اس طرح زمین پر آ رہے کہ مشرقی نیچے تھا اور بیس اس پر سوار تھا۔ بیس کی تلوار بلند ہوئی اور کھٹاک سے مشرقی کی زرہ پر پڑی اور اب وہ ضربوں پر ضربیں لگا رہا تھا۔ دفعتہ" ہمارے سپاہیوں نے خوشی کا نعرہ لگایا اور معلوم ہوا کہ بیس عقاب جیسی آنکھوں والے افسر کو قتل کر چکا تھا۔

اس اثنا میں میری اور ایدارنس کی تلواریں مسلسل ٹکرا رہی تھیں۔

ایدارنس میرے مقابلہ میں دیوہیکل اور دیو قامت شخص تھا لیکن بڑی عمر میں زیادہ تھا چنانچہ تجربہ کار تھا اور جنگ کے داؤ پیچ سے واقف تھا اس لیے مجھے یہی مناسب معلوم ہوا کہ اس سے دور رہی دور رہوں اس کے وار بچاتا رہوں اور اس وقت اس پر حملہ کروں جب وہ پوری طرح تھک چکا ہو اور اس کے اعضاء شل ہو چکے ہوں۔ چنانچہ میں اس کے وار بچا رہا تھا اور موقع بے موقع ایک آدھ وار کر بھی دیتا تھا۔

"وہ آ رہا ہے۔ وہ آ رہا ہے" مشرقی فوج کے سپاہی چلائے ایدارنس! ہوشیار۔ وہ بونا بھوت آ رہا ہے۔

"بیس! رک جاؤ" میں نے کہا "یہ میرا شکار ہے"

چنانچہ بیس ہم سے چند قدم دور خاموش اور منتظر کھڑا رہا۔

لیکن اسی وقت ایدارنس کی تلوار میرے خود پر پڑی اور اسے کئی انچ تک کاٹ گئی وار اتنا سخت تھا اور ایسی قوت سے کیا گیا تھا کہ میں سنبھل نہ سکا اور لڑکھڑا کر جھکا اور اس سے پہلے کہ میں سنبھل سکتا اس کی تلوار پھر بلند ہوئی وہ میری ڈھال پر پڑی اور ڈھال میرے ہاتھ سے چھوٹ کر صاف اڑ گئی۔ مشرقیوں نے خوشی کا ایک فلک شگاف نعرہ لگایا اور میرے دل میں شکست کا خوف اتر گیا۔ بے شک ایدارنس بڑا جنگجو تھا۔ خوف اور غصے میں آدمی دیوانہ ہو جاتا ہے۔ چنانچہ میری بھی

کچھ ایسی ہی حالت ہو گئی۔ زندگی، خون، قوت، فرعون، فرعون" کے ایک نعرے کے ساتھ میں ایدارنس پر جا پڑا اور اپنے بدن کی پوری قوت اپنے ہاتھ میں سمیٹ کر اس پر وار کر دیا۔ تلوار اس کی زرہ پر پڑی اور "چن" سے ٹوٹ گئی۔

"خنجر آقا۔ خنجر۔ میں نے چیخ کر کہا۔"

میں نے تلوار کا دستہ ایدارنس کے منہ پر کھینچ مارا اور پٹکے میں سے خنجر گھسیٹ لیا۔ میں اس پر پل پڑا اور خنجر بلند کر کے متواتر وار کرنے لگا۔ ایک دو۔ پانچ۔ آٹھ اور وہ مجھ سے لپٹ گیا، ہم دونوں دھپ سے گرے اور لڑھکنے لگے۔ میں اندھا دھند اس پر خنجر سے وار کر رہا تھا لیکن اس پر کوئی اثر نہ ہو رہا تھا اور پھر دیوتا جانیں کس طرح میرے خنجر کی نوک نے زرہ کی وہ کڑی تلاش کر لی جسے میری تلوار نے توڑ دیا تھا۔ خنجر کی نوک شاید اس کے جسم میں اتر گئی کیونکہ میں نے ایدارنس کو کمزور ہوتے ہوئے محسوس کیا۔ اس کا جوش بھی دفعتاً کم ہو گیا اور اس نے اکھڑے اکھڑے سانسوں کے درمیان کہا:

"بہادر مصری! میری جان نہ لو۔ اور میں آتش مقدس کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میرا سارا خزانہ تمہارا ہو گا"

"جھوٹے! مکار! دنیا کی ساری دولت بھی اب میرا ہاتھ نہیں روک سکتی" میں نے دانت پیس کر جواب دیا۔

اور ہتھیلی کے ایک دھکے کے ساتھ خنجر تک اس کے جسم میں اتار دیا۔

ایکبار دو بار اور تین بار۔ یہاں تک کہ ایدارنس کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی میں لڑکھڑا کر اٹھا اور جب مشرق اور مصر کی فوج نے دیکھا کہ میں زندہ ہوں اور اٹھ کھڑا ہوا ہوں لیکن ایدارنس ریت پر بے حس و حرکت پڑا ہوا ہے تو میرے سپاہیوں کے نعروں سے دشت و جبل گونج اٹھے اور مشرقیوں کے دل شاید ڈوب گئے۔

"شاباش۔ آقا" میں نے چیخ کر کہا اور آگے بڑھ کے ایدارنس کا سر کاٹ لیا مشرقی افسر کا سر وہ پہلے ہی کاٹ چکا تھا۔ وہ مشرقیوں کی فوج کی طرف منہ کر کے کھڑا ہو گیا اور دونوں سر اس نے سپاہیوں کو دکھائے اور کہا:

"دیکھو یہ ہے تمہارا جھوٹا گورنر اور یہ ہے تمہارا مکار افسر۔ یہ انجام ہوتا ہے ایسے لوگوں کا۔"

"شاہ عظیم کے سپاہیو" میں نے کہا "گواہ رہنا کہ ہم نے ایدارنس اور مشرقی افسر کو دھوکے سے نہیں بلکہ دست بدست جنگ میں قتل کیا ہے۔"

ایدارنس کے دس محافظ سپاہی سر جھکائے خاموش کھڑے رہے لیکن میرے محافظ چلائے۔

"شاباکا! واپس چلو مشرقیوں نے پیش قدمی کر دی ہے۔"

میں نے سر اٹھا کر دیکھا۔ مشرقیوں کی فوج فولادی موج کی طرح ہماری طرف چلی آ رہی تھی۔ اپنے دو سپاہیوں کے کندھوں کا سہارا لیکر میں اپنے دستے کی طرف بھاگا جا رہا تھا۔ بیس آگے آگے بھاگ رہا تھا۔ اس کے ایک ہاتھ میں ایدارنس اور دوسرے میں افسر کا سر تھا اور وہ دیوانے کی طرح ناچ اور گا رہا تھا۔ چند سیکنڈ بعد ہی میں اپنے سپاہیوں میں پہنچ چکا تھا۔ اور وہاں مجھے شراب کا لبریز جام دیا گیا اور میرے زخم، جو مہلک اور خطرناک نہ تھے دھوئے گئے اور ابھی میرے زخموں کو پوری طرح صاف بھی نہ کیا گیا تھا کہ فارس اور مصر کے سپاہی ٹکرا چکے تھے اور جنگ کے جوش اور افراتفری میں چند سیکنڈ بعد ہی ایدارنس اور اس کی موت کو بھلا چکا تھا۔

باب 13

اس شام نیل کے ساحل پر جو جنگ ہوئی وہ اپنی مثال آپ تھی۔

ہم جس مقام پر کھڑے ہوئے تھے وہ جنگی نقطہ نظر سے بہترین مقام تھا لیکن مشرقیوں کے مقابلے میں ہماری تعداد آٹے میں نمک کے برابر تھی۔ چنانچہ یوں سمجھئے کہ ایک اور دس کا مقابلہ تھا اس کے علاوہ مشرقی ایدارنس کی موت کی وجہ سے پاگل ہو رہے تھے۔ وہ غصے اور جوش میں بھرے ہوئے تھے۔ وہ بپھرے ہوئے بھینسوں کی طرح متواتر حملے کر رہے تھے اور کمان میں سے نکلے ہوئے تیروں کی طرح ڈھلان پر سے اتر رہے تھے۔ ہمارے فوج اور اس کا ایک ایک سپاہی نو آموز تھا اس لیے مشرقیوں کا ایک ہی ریلا ہمیں بہا لے جا سکتا تھا چنانچہ ہماری تمام ترامیدیں تیر اندازوں سے وابستہ تھیں۔ نتیجتاً" ہم چٹانوں اور پتھروں کی آڑ لے کر رتھوں کے گھوڑوں پر تیر چلانے لگے اور جب رتھ بیکار ہو گئے تو ہمارے تیر پیادوں کو اپنا ہدف بنا رہے تھے۔ میں نے بھی اپنی پسندیدہ سیاہ کمان سے یکے بعد دیگرے تین تیر چھوڑے اور مشرقیوں کے تین افسروں کے بعد دیگرے خاک و خون میں لوٹ گئے۔ پورے مصر میں کوئی اور نہ تھا جو میری طرح تیر چلا سکتا ہو کوئی اور نہ تھا جو تیر چلانے میں میری طرح ماہر ہو سوائے پیرو آکے میں تین دفعہ سے زیادہ تیر نہ چلاتا۔ کیونکہ اپنے سپاہیوں کو جوش دلانے کے لئے مجھے ادھر سے ادھر بھاگنا پڑ رہا تھا۔

اور ہم نے تین دفعہ مشرقیوں کو پیچھے ہٹا دیا۔

اس مسلسل پسپائی نے مشرقیوں کو ذرا ہوشیار بنا دیا اور انہوں نے سامنے سے حملہ کرنے کے بجائے ایک اور ترکیب آزمائی جو جنگی اصول کی رو سے کامیاب ترین ترکیب تھی۔

انہوں نے اپنے وہ رتھ جو بچ رہے تھے‘ پیچھے ہٹا لئے اور سپاہیوں کے ایک دستے کو ٹیلے کے عقب میں بھیج دیا کہ اس طرف سے وہ ٹیلے پر جا چڑھیں اور اب وہ ہمارے تیروں سے محفوظ تھے کیونکہ پتھروں کی اوٹ میں تھے۔ دوسرا دستہ نیل کے ساحل کی طرف چلا۔ اس طرف کھیت تھے یا پھر نرسلوں کے جھنڈ چنانچہ ان پر بھی ہم تیر نہ چلا سکتے تھے کیونکہ وہ ہمیں نظر ہی نہ آتے تھے البتہ ہمارے ملاحوں نے ان پر پتھر برسائے لیکن یہ پتھر بھی مشرقیوں کو کچھ زیادہ نقصان نہ پہنچا سکے۔

اس طرح مشرقیوں نے ہمارے دائیں اور بائیں بازو پر حملہ کر دیا اور ابھی ہم ان سے الجھے ہوئے ہی تھے کہ ان کا قلب آگے بڑھا اور سیدھا ہم پر آ پڑا۔

اور اب جو جنگ ہوئی وہ بڑی خوفناک جنگ تھی۔ اب ہم تیر نہ چلا سکتے تھے چنانچہ تلوار سے تلوار اور بھالے سے بھالے ٹکرا رہے تھے۔ ہتھیاروں کی جھنکار سے اردگرد کی پہاڑیاں گونج رہی تھیں۔ جنگ کے شعلے شدت سے بھڑک رہے تھے اور ہر اس شخص کو اپنی لپیٹ میں لے رہے تھے جو ذرا بھی سستی یا بے دھیانی کا مظاہرہ کرتا تھا۔

یکایک ہماری صف میں رخنہ پڑ گیا اور میں سمجھا کہ مشرقی اب ہمیں گراتے اور کچلتے ہوئے نکل جائیں گے۔ لیکن شکر ہے کہ ایسا نہ ہوا۔ ہمارے سپاہیوں نے میری راہبری میں سمٹ کر حملہ کیا اور مشرقیوں کو کئی قدم تک پیچھے ڈھکیل دیا لیکن جنگ کا فیصلہ نہ اب ہوا اور نہ ہوتا نظر آیا۔ دفعتہ" بیس چند یونانی سپاہیوں کے ساتھ میرے قریب سے اچھلتا اور کودتا گزرا۔ مشرقیوں نے اس بونے کی طرف دیکھا اور ان کے اوسان خطا ہو گئے۔ بیس کو وہ کوئی عفریت یا بدروح یقین کر چکے تھے۔ "دیو آمدید۔ دیو آمدید" وہ چلائے اور اپنے مردوں کو میدان میں چھوڑ کر بھاگے زخمیوں کو وہ اٹھا لے گئے۔

ٹیلے کے قدموں میں پہنچ کر مشرقی سنبھلے' رکے' آپس میں کچھ مشورہ کرنے لگے اور پھر وہیں ٹیلے کے قدموں میں اطمینان سے بیٹھ گئے۔ اور ان کا ارادہ سمجھتے مجھے دیر نہ لگی۔ سورج غروب ہو رہا تھا اور رات کا اندھیرا جلد ہی اتر آنے والا تھا اور مشرقی رات کا انتظار ہی کر رہے تھے۔ وہ جانتے تھے کہ ہم اندھیرے میں تیر نہ چلا سکیں گے۔ اب یا تو وہ اندھیرے میں یکایک حملہ کر کے ہمیں روند ڈالنا چاہتے تھے یا پھر ٹیلوں کا چکر کاٹ کر دوسری طرف پہنچنے کا منصوبہ بنا چکے تھے کہ اس طرف کھلے میدان میں ہم سے کھل کر جنگ کر سکیں۔

اور اب ہم نے بھی آپس میں مشورہ کیا لیکن اس کا نتیجہ خاطرخواہ نہ رہا ہماری تعداد بہت کم تھی چنانچہ ہم مشرقیوں کی زبردست فوج پر حملہ کر کے فتح یاب نہ ہو سکتے تھے نہ ہی یہ ممکن تھا کہ ہم بالوں کے ٹیلوں پر جا چڑھیں اور پھر مزاحمت کریں اور اگر انہوں نے رات کی تاریکی میں حملہ کیا تو ظاہر ہے کہ ہم اس بحر ذخار کو روک نہ سکتے تھے۔ اور اگر ایسا ہوا تو سوائے اس کے اور کوئی چارہ نہ تھا کہ ہم انہیں جب تک روک سکتے ہوں روکے رکھیں اور اس کے بعد وہ لوگ جو زندہ بچ رہے ہوں کشتیوں میں جا کر پناہ لیں جو قریب ہی لنگر انداز تھیں چنانچہ نتیجہ یہ ہونے والا تھا کہ ہمیں شکست ہو جائے اور مشرقیوں کی فوج واپس سائیس لوٹ جائے۔ وہاں اگر اس عرصے میں پیرو آ لشکر کے ساتھ آ گیا تو پھر فتح۔ یقینی تھی۔ بہرحال اس وقت تو صورت حال حوصلہ شکن تھی۔

جب ہم یوں مشورہ کر رہے تھے تو میں نے چند سپاہیوں کے ساتھ زخمیوں کو کشتیوں کی طرف بھجوا دیا کیونکہ رات کے اندھیرے میں یہ کام ذرا مشکل ہو جاتا بیس ان زخمیوں کے ساتھ گیا۔ تھوڑی دیر بعد ہی وہ تیزی سے بھاگتا واپس آیا۔ " آقا!" اس نے کہا "شام کی ہوا تیزی سے پھنک رہی ہے اور صحرا کے ریت کو اڑاتی پھر رہی ہے لیکن میں نے کشتی کے مستول پر کھڑے ہو کر صحرا کی طرف نظر کی تو مجھے دور پر پیرو آ کا جھنڈا نظر آ گیا۔ دریا کے موڑ کی طرف سے پیرو آ کا لشکر آ رہا ہے اور میرے خیال میں چار فرلانگ سے زیادہ دور نہیں ہے۔ آقا! اسی وقت مشرقیوں پر حملہ کر دیجئے اور وہ چکی کے دو پاٹوں کے درمیان پس جائیں گے کیونکہ

جب وہ ہم سے مقابلہ کر رہے ہوں گے تو پیرو آ کی آمد سے بے خبر رہیں گے"

چنانچہ میں نے فوراً" اپنے سپاہیوں کو یہ خوشخبری سنائی اور انہیں چند ضروری ہدایتوں کے بعد صف بستہ ہو جانے کا حکم دیا۔ اب ہمارے دستے میں ایک ہزار سے زیادہ سپاہی نہ رہ گئے تھے۔ میں ان گنتی کے سپاہیوں کو لے کر آگے بڑھا اور جب ہم ڈھلان اتر رہے تھے تو مشرقیوں نے ہماری طرف دیکھا اور انہوں نے قہقہے لگائے۔ غالباً" وہ ہمیں پاگل تصور کر چکے تھے۔ انہیں یقین تھا کہ وہ چشم زدن میں ہمیں کھٹملوں کی طرح مسل کر رکھ دیں گے کیونکہ ان کے دیوتاؤں کو بھی پتہ نہ تھا کہ پیرو آ ان کی موت بنا چلا آ رہا ہے۔

جب ہمارے اور مشرقیوں کے درمیان ایک تیر کا فاصلہ رہ گیا تو میں نے اشارہ کیا اور مشرقیوں پر چند تیر برس پڑے۔ میں نے چند تیر کہا ہے کیونکہ اب ہمارے پاس تیروں کا زیادہ ذخیرہ نہ رہ گیا تھا۔ یہ چند تیر مشرقیوں کو غصہ دلانے کے لیے چلائے گئے تھے اور یہ مقصد پورا ہو گیا۔ مشرقی اٹھے۔ اور صفیں مرتب کر کے ہمارے استقبال کو کھڑے ہو گئے۔ ٹیلے کی بلندی پر سے مجھے پیرو آ کی رتھ کی ایک جھلک نظر آ گئی۔ وہ ہمارے مدد کے لیے تیزی سے چلا آ رہا تھا میرا اور میرے ساتھیوں کا حوصلہ بڑھ گیا اور ہم ایک نعرہ لگا کر مشرقیوں پر جا پڑے۔

طوفان اور تنکے سے ٹکر ہوئی سمندر سے قطرے کا مقابلہ ہوا گنے چنے سپاہی لشکر جرار کے مقابلہ میں ڈٹ گئے ایسی جنگ فرعون تھوتمیس اور فرعون راسس کے بعد شاید پھر کبھی نہ ہوئی تھی۔ بڑی شدید اور بڑی سخت جنگ تھی وہ لیکن تنکا کب تک طوفان کا مقابلہ کر سکتا ہے؟ آخر کار مشرقی ہمیں پیچھے ڈھکیلنے لگے اور نہایت جوش کے عالم میں ڈھکیلتے چلے گئے یہاں تک کہ پیرو آ اپنی فوج کے ساتھ مشرقیوں پر یوں اچانک آ پڑا جس طرح باز چڑیوں پر آ پڑتا ہے۔ صحرا کا ایک طوفان تھا جو آیا اور مشرقیوں کو بہا لے گیا وہ بدحواس ہو کر بھاگے جس کا جس طرف منہ اٹھا بھاگ پڑا اور سورج دنیا کے ہنگاموں پر۔ آخر نظر کر کے روپوش ہو رہا تھا کہ جنگ کا خاتمہ ہو چکا تھا۔ اور اس سے پہلے کہ اندھیرا اترتا شاہان شاہ کی فوج تباہ ہو چکی تھی۔ جو سپاہی فرار ہو گئے تھے انہیں دوسرے دن تلاش کر لیا گیا۔

جی ہاں۔ اس جنگ میں دس ہزار مشرقی کام آئے۔ اور اسی میدان میں' جو لاشوں سے پٹا پڑا تھا اور جہاں یہ یادگار جنگ لڑی گئی تھی۔ دوسرے دن صبح پیروآ کے سر پر مصر کا دہرا تاج رکھا گیا اور سپاہیوں نے نعرہ لگایا۔ "زندگی' خون' قوت' فرعون' فرعون۔"

پیروآ اب فرعون تھا۔

اسی میدان میں نئے فرعون نے مجھے اپنی فوج کا سپہ سالار نامزد کیا۔

اور اسی میدان میں میرے ایک ہزار سے زائد سپاہی کھیت رہے۔ اور ان مرنے والوں میں وہ چھ شکاری بھی تھے۔ جنہیں میں نے شرط میں جیتا تھا۔ اس پوری جنگ میں ان لوگوں نے میرے باڈی گارڈ کی خدمت انجام دی تھی۔ اور بڑی بہادری سے جنگ کی تھی۔ کیونکہ جانتے تھے کہ خود اپنے ہم وطنوں اور ہم مذہبوں سے رحم کی توقع رکھنا فضول تھا۔ بہرحال یکے بعد دیگرے وہ مارے گئے۔ وہ لوگ بڑے بہادر اور وفادار تھے۔ دیوتا ان کی روحوں پر رحم کرے۔

ہم فتح و ظفر کے پھریرے اڑاتے اور خوشی کے نعرے لگاتے ممفس میں داخل ہوئے۔ میں فرعون سے رخصت ہو کر اپنے گھر کی طرف جانے ہی والا تھا کہ پیغامبر ایک خوشخبری لیکر آ گئے۔ نہایت معتبر ذریعہ سے معلوم ہوا تھا کہ شام' یونان اور قبرص کے علاوہ ان شہروں میں جنہیں شاہ عظیم کی فوجوں نے پوری طرح فتح نہ کیا تھا' بغاوت کی آگ بھڑک اٹھی تھی' اس لیے شاہ فارس ان ممالک سے جنگ کرنے پر مجبور ہو گیا تھا۔ یقیناً یہ بغاوت ہمارے ان یونانی پیغامبروں نے کرا دی تھی جو ایک عرصے پہلے مصر سے روانہ ہوئے تھے۔ چنانچہ اسی وقت ہم نے اپنے پیغامبران ممالک کی طرف اس خبر کے ساتھ روانہ کر دیئے کہ ہماری بغاوت کامیاب ہو چکی تھی اور یہ کہ اب پیروآ مصر کا فرعون تھا۔

"اگر یہ خبر صحیح ہے" پیروآ نے کہا "تو پھر شاہ فارس کے پاس کوئی زائد فوج نہ ہو گی کہ وہ اسے مصر کی طرف روانہ کر سکے۔"

"آپ کا یہ اندازہ غلط نہیں ہے" میں نے کہا "تاہم وہ بہت جلد شامیوں

اور یونانیوں پر فتح حاصل کر لے گا اور پھر مصر کا رخ کرے گا۔ چنانچہ فرعون مصر! میرے خیال میں دو سال کے عرصے میں آپ کا اور اس کا سامنا ہو جائے گا۔ اور اس کے لیے آپ کو تیار رہنا چاہیے۔"

"دو سال کا عرصہ خاصا طویل عرصہ ہے شابا اور اس مدت میں تمہاری مدد سے بہت کچھ کیا جا سکتا ہے۔"

لیکن افسوس فرعون ہونی سے بے خبر تھا۔ اس نے میری مدد سے اپنی امیدیں وابستہ کر رکھی تھیں لیکن میری مدد سے وہ محروم رہنے والا تھا۔ اور اس کی تہہ میں وہی قدیم ترین قوت یا مرد کی قدیم ترین کمزوری کارفرما تھی۔ یعنی عورت۔

اور جو کچھ ہوا وہ یوں تھا۔

خوشی کے نعروں کے درمیان فرعون ممفس میں داخل ہوا اور دیوتا امن کے ہیکل میں پہنچ کر ہم نے اپنا مال غنیمت دیوتا کے بت کے حضور ڈھیر کر دیا اور یہ مال غنیمت کیا تھا؟ فارسی سپاہیوں کے ہزاروں داہنے ہاتھ جو ان کی لاشوں سے کاٹے گئے تھے' ہزاروں تلواریں اور سینکڑوں رتھ اور خزانے کا کچھ حصہ دیوتا کی نذر کیا گیا۔ مہنت اعلیٰ نے ہمارے لیے دعا کی اور لوگوں نے ہماری فتح پر خوشیاں منائیں اور ہمارے راستے میں پھول بچھا دیئے۔ پورا مصر خوش تھا۔ مصر کا ذرہ ذرہ خوش تھا۔ اور نیل خوش تھا کیونکہ ایک بار پھر آزاد ہو چکا تھا۔

اور اسی دن امن کے ہیکل میں قدیم رسم کے مطابق پیروآ کے سر پر دہرا تاج رکھ کے اس کے فرعون ہونے کا اعلان کر دیا گیا۔ وہ سنہرا عصا اور وہ جواہرات جو صدیوں سے چھپا کر رکھے گئے تھے لائے گئے صرف چند لوگ اس خفیہ مقام سے واقف تھے جہاں ان قدیم جواہرات کے ذخیرے کو محفوظ رکھا گیا تھا وہ تاج جنہیں مصر قدیم اور عظیم فرعون پہنا کرتے تھے' فرعون پیروآ کے سر پر رکھا گیا۔ جی ہاں۔ مصر بالا اور مصر زیرین کا دہرا تاج۔ چنانچہ یوں ممفس کے قدیم شہر میں خوشیوں کے اور نعروں کے درمیان پیروآ کو فرعون مصر اور اس کی بیوی کو ملکہ مصر بنایا گیا۔

میری بھی بڑی عزت افزائی کی گئی کیونکہ یہ خبر کہ ایدارنس کو خود میں نے قتل کیا تھا' مجھ سے پہلے ممفس پہنچ چکی تھی اور لوگوں کو یہ بھی معلوم ہو چکا تھا کہ

مٹھی بھر سپاہیوں کے ساتھ میں نے کس بہادری سے فارسیوں کو اس وقت تک روکے رکھا۔ جب تک کہ پیرو آ فوج لیکر نہ آ گیا۔ چنانچہ مصر میں اب فرعون کے بعد میرا مقام تھا۔ فرعون کے بعد سب سے زیادہ عزت میری تھی اور وہاں بیس کو بھی فراموش نہ کیا گیا۔ کیونکہ عوام اب یہ تسلیم کر چکے تھے۔ بیس دراصل کوئی بہادر اور عیار روح تھی جو ایک بونے کا روپ لیکر ہماری مدد کے لیے دنیا میں آ تر آئی تھی۔ اور جب رسم تاجپوشی ادا کی جا چکی تو تماشائیوں کی بھیڑ سے ایک شور بلند ہوا اور لوگوں نے چیخ چیخ کر کہا کہ شباکا کو' جس کی شادی شہزادی امادہ سے ہونے والی تھی۔ مصر کے تاج و تخت کا وارث نامزد کر دیا جائے اور یہ کہ پیرو آ کے بعد شباکا کو ہی' یعنی اس ناچیز کو ہی فرعون بنایا جائے۔

یہ آوازیں سن کر فرعون پیرو آ ذرا گھبرا گیا۔ پہلے اس نے اپنے بیٹے کی طرف اور پھر میری طرف دیکھا۔ اس کی آنکھوں میں شک کے بادل منڈلا رہے تھے چنانچہ میں خود بھی ذرا الجھ گیا اور گھبرا گیا اور لوگوں کی نظر بچا کے ہیکل سے باہر کھسک آیا۔

ہیکل کی غلام گردش خالی پڑی ہوئی تھی کیونکہ ہر شخص حتیٰ کہ ہیکل کے محافظ' ہیکل کے اندرونی کمرے میں جمع تھے جہاں تاجپوشی کی رسومات ادا کی جا رہی تھیں۔ البتہ ہیکل کے اندرونی ستون کے قریب بیٹھے ہوئے عظیم الشان مجسمے کے قدموں میں ایک انسانی سایہ کھڑا ہوا تھا جس نے اپنا پورا جسم کالے کمبل میں چھپا رکھا تھا۔ میں سمجھا کہ کوئی بھکاری ہو گا۔ جب میں اس کے قریب سے گزر رہا تھا تو کمبل میں لپٹے ہوئے شخص نے ہاتھ بڑھا کر میرے چغے کا دامن پکڑ لیا اور اسے ہلکا جھٹکا دیا۔ میں رک گیا اور اپنی جیبیں ٹٹولنے لگا کہ اسے دینے کے لیے شاید کچھ مل جائے۔ لیکن اس وقت میرے پاس کچھ نہ تھا۔ "معاف کرنا دوست" میں نے ہنس کر کہا "اس وقت تو میرے پاس کچھ نہیں سوائے اپنی تلوار کے سنہرے دستے کے"

"اور اسے سنبھال کر رکھو بیٹے۔" ایک گہری اور گھمبیر آواز نے جواب دیا "کیونکہ میں سمجھتا ہوں کہ بہت جلد تمہیں اس کی ضرورت محسوس ہو گی"

میں نے حیرت سے اس کی طرف دیکھا ہی تھا کہ اس نے اپنے سر پر سے

کمبل کا کونا کھسکا دیا اور میں نے دیکھا کہ میرے سامنے کوئی اور نہیں بلکہ جھریاں پڑے سوکھے چہرے اور لمبی سفید داڑھی والے مقدس تانوفیر کھڑے تھے۔ جی ہاں مصر کا مشہور گوشہ نشین ساحر۔

"عجیب واقعات اور عجیب انقلابات ہو رہے ہیں شباکا اور میں انہیں دیکھنے کے لیے اپنی خانقاہ سے اٹھ کر یہاں آ گیا ہوں۔ لیکن میں تو اندھا ہوں چنانچہ یوں کہنا مناسب ہو گا کہ جو کچھ ہو رہا ہے اسے سننے کے لیے آ گیا ہوں۔ میں نے اپنی زندگی میں تین دفعہ یہی رسومات دیکھی ہیں" اور مقدس تانوفیر نے اندرونی کمرے میں رکھے ہوئے تخت شاہی کی طرف انگلی اٹھا دی "شباکا میں نے فراعنہ کو سر پر تاج رکھتے اور پھر انہیں مرتے دیکھا ہے اور آخری فرعون بدیسی فاتح کے ہاتھوں مارا گیا تھا۔ شباکا! تمہارے خیال میں اس نئے فرعون کا انجام کیا ہو گا؟"

"چچا! میں نہ ساحر ہوں اور نہ کاہن۔ اس سوال کا جواب تو آپ ہی دے سکتے ہیں۔"

"کیسے دے سکتا ہوں بیٹے کیسے دے سکتا ہوں! خصوصاً" اس صورت میں جبکہ تمہارا بونا دوست میرے جام کو ہتھیا لے گیا ہے؟ مجھے اس بات کا افسوس نہیں ہے کہ کریما نے بیس سے شادی کر لی ہے کیونکہ بیس بڑا ہی بہادر اور ہوشیار ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ وہ تمہاری اور مصر کی بھی مدد کرے گا۔ بہرحال کریما جا چکی اور میرا نیا جام اب تک نامکمل اور پختہ ہے۔ اس لیے اب میں کیسے جواب دے سکتا ہوں؟"

"آپ کا سینہ علم کا خزینہ ہے۔ اسی خزینے میں سے اس سوال کا جواب حاصل کر لیجئے"

"بہت اچھا بیٹے سنو۔ وجود کے بعد عدم لازمی ہے اور خوشیوں کے بعد غم اور بعض دفعہ فتح کے بعد شکست کا منہ بھی دیکھنا پڑتا ہے۔ گناہ کے بعد کفارا ادا کرنا ہی پڑتا ہے اور زوال کے بعد پھر عروج حاصل کیا جا سکتا ہے لیکن رفتہ رفتہ اس کے علاوہ میرا علم مجھے بتاتا ہے کہ تم بہت جلد ایک طویل سفر پر جانے والے ہو۔ لیکن خاتون امادہ کہاں ہے؟ جو لوگ رسم تاجپوشی میں شریک ہونے آئے ہیں ان میں'

میں" اس کے قدموں کی چاپ نہیں سن رہا ہوں۔ لیکن اب میری قوت سامعہ بھی دن بدن کمزور ہوتی جا رہی ہے اور میں کوئی آواز نہیں سن سکتا البتہ رات کی خاموشی میں سن لیتا ہوں۔"

"مجھے ممفس میں داخل ہوئے صرف ایک گھنٹہ ہوا ہے اس لیے مجھے نہیں معلوم کہ وہ کہاں ہے۔ لیکن آپ یہ کیوں پوچھ رہے ہیں؟ یقیناً وہ جشن میں شریک ہونے کی تیاریاں کر رہی ہو گی اور وہیں اس سے میری ملاقات ہو گی۔"

"یقیناً ایسا ہی ہو گا۔ لیکن یہ تو بتاؤ کہ ایزیس کے ہیکل میں کیا ہو رہا ہے؟ میں اپنی چھڑی ٹیکتا اور اپنا راستہ ٹٹولتا ہیکل کے قریب سے گذر رہا تھا۔ تو میرا خیال ہے کہ میں نے---- لیکن یہ بات ظاہر ہے کہ تمہیں معلوم نہ ہو گی کیونکہ ممفس میں داخل ہوئے تمہیں ایک گھنٹہ ہوا ہے۔ لیکن ابھی ابھی میں نے لوگوں کو چلاتے سنا تھا کہ پیروآ کے بعد تمہیں فرعون بنانے کا اعلان کر دیا جائے۔ کہیں میں نے غلط تو سنا شاباکا؟"

"جی نہیں آپ نے غلط نہیں سنا۔ اسی لیے تو میں ہیکل سے باہر آ گیا کیونکہ ذرا گھبرا گیا تھا۔"

"اس میں گھبرانے کی کیا بات تھی شاباکا؟"

"میں نے پیروآ سے وعدہ کیا ہے کہ میں تاج و تخت کو اس کے اور اس کی اولاد کے لیے چھوڑ دوں گا۔"

"تاہم ہو سکتا ہے کہ وہ دولت تمہیں مل جائے جسے تم حاصل کرنا نہیں چاہتے۔ یہ عجیب بات ہے کہ دنیا اس شخص کے قدموں سے لپٹی جاتی ہے جو اسے ٹھکراتا ہے ایک بات کہوں شاباکا؟ کریما نے بونے سے شادی کرنے سے پہلے جادو کے جام میں میرے ایما سے چند تصویریں دیکھی تھیں۔ اسی نے تمہیں مصر کا دوہرا تاج اپنے سر پر رکھے دیکھا تھا۔ اس نے یہ بھی کہا تھا کہ تم فرعون کے لباس میں بڑے ہی مرعوب کن معلوم ہوتے ہو۔ لیکن جاؤ۔ جاؤ۔ کیونکہ نیا فرعون اسی طرف آ رہا ہے۔ اس کا تاج تم نے جیتا ہے شاباکا۔ اگر تم نے ایدارنس کی فوج کو نہ روک رکھا ہوتا اور ایدارنس کا خاتمہ نہ کر دیا ہوتا تو پیروآ آج فرعون نہ ہوتا۔ میں تم پر فخر کر

سکتا ہوں شاباکا اور میرا فخر بیجا نہیں ہے لیکن اب جاؤ۔ وہ لوگ آ رہے ہیں۔ بھائیو! غریب اندھے کو کچھ دیتے جاؤ۔ لوگو! میں بوڑھا اور اندھا ہوں۔ کچھ دیتے جاؤ۔"

میں گھر پہنچا تو میری والدہ رسم تاجپوشی میں شریک ہو کر واپس آ چکی تھی لیکن بیس غائب تھا چنانچہ میں نے سمجھ لیا کہ وہ اپنی دلہن کریما کے پاس دوڑا گیا ہو گا۔ والدہ نے مجھے سینے سے لگا لیا' بار بار میرا ماتھا چوما اور میری بہادری کی خوب خوب تعریف کرنے کے بعد ان خراشوں پر مرہم رکھا جو مجھے جنگ میں آئی تھیں۔

"اماں! امادہ کو کہیں دیکھا تھا آپ نے؟" میں نے پوچھا۔

"نہیں تو۔ وہ مجھے کہیں نظر نہ آئی اور نہ ہی میں نے اس کے متعلق کچھ سنا۔ یہ تو واقعی کچھ عجیب سی بات ہے۔"

"اس میں عجیب بات کیا ہوئی۔ وہ جشن اور دعوت کی تیاریوں میں لگی ہوئی ہو گی۔" یا پھر دیوی کو الوداع کہہ رہی ہو گی۔ میری والدہ نے سرہلا کر کہا بیٹے! دنیا میں چند ہستیاں ایسی بھی ہوتی ہیں جو زمین سے آسمان تک تو آسانی سے پہنچ جاتی ہیں۔ لیکن آسمان سے زمین تک آنے میں انہیں کافی وقتوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور تم تو پھر ایک انسان ہو بیٹے دیوتا تو ہو نہیں۔"

اور وہ مجھے حیرت زدہ چھوڑ کر کپڑے تبدیل کرنے کے لیے اپنے کمرے میں چلی گئیں۔ میری والدہ نے کبھی ایسی گول مول باتیں نہ کی تھیں اور نہ ہی کبھی مجھے انسان اور دیوتا کا طعنہ دیا تھا۔

اور پھر مقدس تانوفیرنے بھی آج گول گول باتیں کی تھیں۔ حالانکہ یہ ان کی فطرت کے خلاف تھا۔ وہ بھی دیوی ایزیس کے ہیکل کے متعلق کچھ کہتے کہتے رک گئے تھے اور دوسری باتیں کرنے لگے تھے۔ اور مجھے یاد آ گیا کہ باغ میں جب کھجور کے درخت کا سایہ مجھ پر پڑا تھا تو امادہ نے کہا تھا کہ اس کی جگہ کوئی اور ہوتا تو اسے شگون یقین کر لیتا۔ کیسا شگون؟ یہ سب کیا ہو رہا تھا؟ میں دفعتہ اداس ہو گیا۔

لیکن میری اداسی چند ثانیوں بعد ہی دور ہو گئی کیونکہ حالیہ جنگ میں میں نے جو کارنامے انجام دیئے تھے ان کی وجہ سے میرا خون اب بھی گرم تھا اور حالیہ

فتح کی خوشی نے میرے دل پر پوری طرح تسلط جما رکھا تھا اس لیے میرے دل میں اداسی کے لیے کوئی جگہ نہ تھی۔ اس وقت مصر کے بچے بچے کی زبان پر میرا نام تھا اور پورے مصر میں میری تعریفیں ہو رہی تھیں۔

جب میں اپنی والدہ کے ساتھ پیروآ کے محل کے کمرہ طعام میں داخل ہوا۔ تو سب ہم زبان ذرا تاخیر سے پہنچے تھے کیونکہ والدہ نے کپڑے تبدیل کرنے میں خاصی دیر لگا دی تھی۔ تو سب سے پہلے میری نظر بیس پر پڑی جس نے مشرقیوں کا ریشمی لباس پہن رکھا تھا۔ یہ لباس اس نے ایک خیمے میں سے جھپٹ لیا تھا۔ وہ ایک میز پر کھڑا ہوا تھا کہ لوگ اسے دیکھ اور اس کی آواز سن سکیں۔ اس کے ایک ہاتھ میں ایدارنس اور دوسرے میں اس افسر کا سر تھا جسے خود بیس نے قتل کیا تھا وہ اپنی گونجدار آواز میں اس زبردست جنگ کی تفصیلات بیان کر رہا تھا۔ مجھ پر نظر پڑتے ہی اس نے چیخ کر کہا:

"دیکھو! یہ آ رہا ہے وہ سورما جسنے مصر کی غلامی کی زنجیروں کو کاٹ دیا دیکھو! یہی وہ شخص ہے جس نے ایدارنس کو قتل کیا ہے۔ فرعون کا تاج اور مصر کی آزادی اسی سورما کی مرہون منت ہے۔"

اس پر حاضرین، دربان، افسر اور خادم جو دروازے پر جمع تھے۔ ایک دم سے میری طرف گھوم گئے اور خوشی کے نعروں سے انہوں نے میرا استقبال کیا اور ایسا شور بدتمیزی بلند ہوا کہ میرا جی چاہا کہ میں بھاگ جاؤں وہاں سے بیس کود کر میز پر سے اتر آیا اور ایدارنس اور مشرقی افسر کے سر کو ہلاتا ہوا لوگوں کے قہقہوں کے درمیان کمرے سے باہر چلا گیا۔

دفعتاً پیروآ اپنے عزیزوں کے ساتھ بڑی شان اور تمکنت سے کمرے میں داخل ہوا۔

اور ہم --- اس کی رعایا --- اس کے سامنے جھک گئے۔

"زندگی۔ خون۔ قوت۔ فرعون۔ فرعون۔" سب نے کہا۔

"اٹھو میرے مہمانو" فرعون نے کہا۔ "اٹھو میرے دوستوں اور شاباکا

تمہیں ہمارے سامنے جھکنے کی ضرورت نہیں ہے۔ میرے عزیز! ہم آج فرعون ہیں تو تمہاری وجہ سے ہیں اور مصر آج آزاد ہے تو تمہاری وجہ سے ہے۔"

چنانچہ ہم اٹھے اور میں اس کرسی پر بیٹھ گیا جو شاہی گھرانے کے افراد کے لیے رکھی ہوئی کرسیوں کی قطار کے بیچ میں تھی۔ میری والدہ میرے قریب بیٹھی ہوئی تھیں اور اب میری نگاہیں امادہ کو تلاش کرنے لگیں وہ کہیں نظر نہ آئی۔ قریب ہی امادہ کی منقش کرسی دھری ہوئی تھی لیکن وہ خالی تھی۔ پہلے تو میں نے یہ کہہ کر اپنے آپ کو تسلی دی کہ وہ شاید دیر سے آئے گی لیکن وقت گذرتا گیا اور وہ نہ آئی تو میں بے چینی محسوس کرنے لگا اور میں نے اپنے قریب بیٹھنے والوں میں سے ہر ایک سے پوچھا کہ کہیں امادہ علیل تو نہیں ہے؟ میرے اس سوال کا جواب کسی نے نہ دیا نہ دے سکا۔

جشن اور دعوت اپنی تمام قدیم رسومات کے ساتھ جاری رہیں۔ یہ رسومات نئی پود کو یاد نہ تھیں لیکن اس دعوت میں بہت سے بوڑھے اور مہنت شریک تھے جو ان رسومات سے واقف تھے کیونکہ ان کی تفصیلات ان بردی پلندوں میں درج تھیں جو مصر کے بڑے بڑے ہیکلوں میں محفوظ تھے۔

ان رسومات کی طرف نہ تو میں نے کوئی دھیان دیا اور نہ ہی ان کی تفصیلات یہاں بیان کروں گا۔ آخر کار فرعون نے اپنی رعایا اور رعایا نے اپنے فرعون کا جام صحت پیا۔ اور اب کمرے کے دروازے کھول دیئے گئے۔ اور ایک دروازے پر سرمنڈے مہنتوں کا جلوس کمرے میں داخل ہوا۔ مہنت ایک تابوت اٹھائے ہوئے تھے جس میں ایک حنو ندہ لاش کفن کی پٹیوں میں لپٹی ہوئی تھی جب سے مصر غلام بنا تھا تب سے لیکر اب تک یہ رسم ادا نہ کی گئی تھی اور نئی پود اس قدیم رسم سے واقف نہ تھی چنانچہ اکثر حاضرین ممی کو دیکھ کر ہنس پڑے۔ لیکن رفتہ رفتہ سب خاموش ہو گئے کیونکہ یہ نظارہ بڑا ہی بھیانک اور اثر انگیز تھا۔ مہنت تابوت اٹھائے کمرے کے ستونوں کے پیچھے کبھی چھپ جاتے اور کبھی نظر آ جاتے تھے۔ وہ ایک زبان ہو کر موت کا گیت گا ر ہے تھے۔

رفتہ رفتہ کمرے میں موت کی سی خاموشی مسلط ہو گئی اور اسی خاموشی میں

میری والدہ نے میرے کان میں کہا کہ یہ نعش آخری فرعون کی تھی جسے اس کے مقبرے سے لایا گیا تھا۔ اب یہ میں وثوق سے نہیں کہہ سکتا کہ واقعی وہ آخری فرعون کی ممی تھی یا کسی اور کی آخر کار مہنت ممی کو لے کر پیرو آ کے سامنے پہنچ گئے۔ یہاں میں بتا دوں کہ ممی کے سر پر سنہرا تاج رکھا ہوا تھا مہنتوں نے ممی کو پیرو آ کے سامنے اور میری والدہ کے درمیان اس طرح کھڑا کر دیا کہ اس کا سایہ ہم پر پڑنے لگا۔

حنوط کے مسالحوں کی بو نے میرے نتھنوں میں گھل کر میرا دماغ چکرا دیا اور کفن کی پٹیوں میں سے خشک پھول کی ایک پتی میرے سر پر ٹیک پڑی، میں نے سر اٹھا کر دیکھا تو نظر آیا کہ ممی کے چہرے پر چڑھے ہوئے سنہرے مقنع میں جڑی ہوئی زمرد کی آنکھیں مجھے گھور رہی تھیں۔ دفعتہ" میرے دل میں ایک انجانا خوف اتر آیا۔ میں نے اپنا دل سرد ہوتا ہوا محسوس کیا۔ یقیناً یہ موت کا خوف نہ تھا۔ کیونکہ میں کئی دفعہ موت سے پنجہ لڑا چکا ہوں اور اس سے نہیں ڈرتا۔ لیکن یہ شاید خوف بھی نہ تھا بلکہ دنیا اور اس کی بے ثباتی کا احساس تھا چنانچہ مصر قدیم کا شباکا جو محسوس کر رہا تھا وہی زمانہ حال کا ایلن کواٹرمین بھی محسوس کر رہا تھا۔ پہلے کبھی یہ احساس مجھے، ایلن کواٹرمین کو نہ ہوا تھا اور وہ یوں تھا کہ دنیا اس کی گھما گھمی اور جھمیلے کچھ نہیں ہیں، فتح کامرانی محبت حتی کہ زندگی بھی ایک فریب ہے۔ ایک حسین دھوکہ ہے اور یہ جو کچھ ہے وہ صرف روح ہے اور خدا ہے۔ ہر چیز فانی ہے سوائے خدا کے ہر چیز مٹ جاتی ہے سوائے انسان کی روح کے۔

اور اسوقت میں نے مہنتوں کو کہتے سنا:

"فرعون جو دیوتا اور زیریں کے دربار میں پہنچ چکا ہے، موجودہ فرعون کو جو اس دنیا میں ہے لیکن جسے جلد یا بدیر اور زیرس کے دربار میں پہنچنا ہے۔ سلام و دعا کہتا ہے۔"

اور اب موجودہ فرعون اٹھا اور اس نے فرعون کی لاش کو سجدہ کیا اور اب فرعون کی ممی کو لے جایا گیا اور کمرے میں اس وقت تک خاموشی طاری رہی جب تک کہ مہنتوں کے گیت کی آواز مدھم ہوتے ہوتے غائب نہ ہو گئی حاضرین

کے دل سے موت کا خوف دور ہو گیا۔ وہ پھر ہنسنے اور قہقہے لگانے لگے۔ اور وہ موت اور مردے کو بھول گئے جس طرح کہ ہر زندہ انسان اپنی خرمستیوں اور عیش و عشرت میں موت کو بھول جاتا ہے۔ لوگ موت کو بھول گئے کیونکہ شراب تیز اور عمدہ تھی اور ساقین حسین تھیں اور ان کی آنکھوں میں دعوت تھی۔ وصل کی دعوت۔ اور فتح ہماری ہوئی تھی۔ مصر آزاد تھا۔ اور ہماری تلواروں اور بھالوں نے فرعون کا تاج حاصل کر لیا تھا۔

دعوت جاری رہی یہاں تک کہ فرعون اٹھا اور رخصت ہوا اس کے کانوں میں پڑے ہوئے سونے کے حلقے بج رہے تھے اور اس کے آگے اور پیچھے قرنے بھونکے جا رہے تھے۔ میں بھی اپنی والدہ کے ساتھ جانے کے لیے اٹھا لیکن اسی وقت ایک حاجب نے آ کر کہا کہ فرعون نے مجھے اور بیس کو اسی وقت طلب کیا ہے۔ چنانچہ میں نے اپنی والدہ کے ساتھ گھر بھیج دیا اور میں اور بیس حاجب کے ساتھ ہو لئے۔ لیکن جب میری والدہ گھر جا رہی تھیں تو وہ گھڑی بھر کے لیے میرے قریب ٹھہر گئیں اور انہوں نے سرگوشی میں کہا:

"بیٹے! قسمت کچھ ہی کیوں نہ دکھا دے مایوس نہ ہونا بلکہ ہمت اور مردانگی کا ثبوت دینا اور یہ نہ بھولنا کہ دنیا میں صرف عورت ہی سب کچھ نہیں ہوتی۔"

"جی ہاں" میں نے جواب دیا۔ "دنیا میں موت بھی ہے اور دیوتا بھی یا شاید دیوتاؤں نے دنیا کو اپنی مٹھی میں لے رکھا ہے۔"

اب میں نہیں جانتا کہ وہ کون سی قوت تھی جس نے میری زبان سے یہ الفاظ ادا کرا دیئے تھے۔

حاجب ہمیں پیرو آ کے کمرۂ خاص کے دروازے کے سامنے لے گیا یہ وہی کمرہ تھا جہاں میں نے مشرقی سے لوٹنے کے بعد پیرو آ سے پہلی دفعہ ملاقات کی تھی۔ اور یہاں پہنچ کر حاجب نے مجھے اندر جانے اور بیس کو باہر ٹھہرنے رہنے کا اشارہ کیا۔ میں کمرے میں داخل ہوا تو دو مردوں اور ایک عورت کو خاموش کھڑے پایا۔ ان مردوں میں سے ایک تو خود پیرو آ تھا جس نے اب بھی مصر کا دھرا تاج پہن رکھا تھا اور دوسرا ایزیس کے ہیکل کا مہنت اعلیٰ تھا جس نے سفید لباس پہن رکھا تھا اور

وہ عورت ۔۔۔ وہ خاتون امادہ تھی اور اس نے بھی ایزیس کی راہبہ کا سفید چغہ پہن رکھا تھا۔

امادہ کو اس لباس میں دیکھ کر میرا دل دھڑکنا بھول گیا اور میری زبان گنگ ہو گئی۔ چنانچہ میں پتھر کی طرح خاموش کھڑا رہا۔ امادہ بھی خاموش تھی اس کے چہرے پر پڑی ہوئی باریک نقاب کے آر پار اس کے چہرے کے نقوش صاف نظر آ رہے تھے اس کا چہرہ زرد اور جذبات سے عاری تھا اور کسی زندہ عورت کے بجائے کسی بت کا معلوم ہو تا تھا۔

"شباکا!" آخر کار فرعون پیرو آنے کہا۔ "خاتون مصر اور دیوی ایزیس کی راہبہ تم سے کچھ کہنا چاہتی ہیں"

"خاتون مصر اپنے منگیتر اور ہونے والے شوہر سے جو کچھ کہنا چاہتی ہیں کہہ دیں میں ہمہ تن گوش ہوں" میں نے جواب دیا۔

"رئیس مصر اور سپہ سالار اعظم شباکا" اس نے اپنی صاف اور مترنم مگر غیر جذباتی آواز میں یوں کہنا شروع کیا جیسے وہ رٹا ہوا سبق دھرا رہی ہو" جان لو کہ اب تم نہ میرے منگیتر ہو اور نہ میرے ہونے والے شوہر۔ جان لو کہ میں واپس دیوی ایزیس کے دربار میں پہنچ گئی ہوں چنانچہ اب میں بھی نہ کسی کی منگیتر ہوں اور نہ کسی کی ہونے والی بیوی۔"

"میں کچھ سمجھا انہیں کیا تم ذرا وضاحت کر دو گی؟" میں نے مردہ آواز میں کہا۔ "ہاں شباکا۔ کر دوں گی اور سب کچھ صاف کہہ دوں گی حالانکہ خود تم نے کئی باتیں مجھ سے چھپا لی تھیں یا اس کی کوشش کی تھی چونکہ یہ ہماری آخری گفتگو ہے اس لیے سب کچھ کہہ دینا ہی مناسب ہو گا۔ سنو شباکا۔ جب تم مشرق سے واپس آئے تھے تو اسی محل کے ایک کمرے میں بیٹھ کر تم نے اپنی سرگذشت کا کچھ حصہ مجھے سنایا تھا اور بقیہ حصہ بونے بیس نے سنایا تھا اور اس نے کہا تھا کہ شاہ مشرق کو میرا نام خود اس نے بتایا تھا اور جب میں نے غصے ہو کہ درخواست کی تھی کہ بونے کو کوڑوں کی سزا دی جائے تو اس وقت بھی تم خاموش رہے تھے۔ اور تم نے بیس کے بیان کی نفی نہ کی تھی۔ ہاں اس وقت بھی تم نے کہا کہ بیس نے میرا نام نہیں

بتایا تھا حالانکہ اس فرعون نے کہا تھا کہ اگر تم نے میرا نام بتایا ہو تا تو بات دوسری تھی۔"

"اس کا مجھے وقت ہی نہ ملا" میں نے جلدی سے کہا "کیونکہ فوراً" ہی ایدارنس کے پیغامبر آ گئے تھے اور بعد میں نے تمہیں تلاش کیا تو تمہیں کہیں نہ پایا۔"

"لیکن رئیس شباکا! ہماری نسبت طے ہو جانے کے بعد باغ میں تو ہم اکیلے تھے کیا اس وقت بھی تمہیں وقت نہ ملا؟ نہیں شباکا۔ وقت تو بہت تھا لیکن تم مجھے بتانا نہ چاہتے تھے۔ ہاں یہ بتانا نہ چاہتے تھے کہ تم نے خاتون مصر کی عزت و آبرو فروخت کر کے اپنی جان بچائی تھی۔ ہاں اس خاتون کی عزت و آبرو جس کی محبت اور جس کا دل تم نے جیت لیا تھا۔"

"تم سمجھتی کیوں نہیں ہو!" میں نے وحشت زدہ ہو کے کہا۔

"معاف کرنا شباکا میں نے سمجھ لیا ہے کیونکہ ایدارنس کے اعزاز میں جو دعوت دی گئی تھی اس میں خود تم نے اقرار کر لیا تھا کہ خاتون امادہ کا نام اتفاقاً" تمہارے منہ سے نکل گیا تھا چنانچہ یوں شاہ مشرق کو میرا نام معلوم ہو گیا تھا"

"بانو! ایدارنس اور اس کے افسر نے جو کچھ کہا تھا وہ سراسر جھوٹ تھا' بہتان تھا چنانچہ یہی وجہ ہے کہ میں نے ایدارنس اور بیس نے اس افسر کو اپنے ہاتھوں سے قتل کر دیا۔"

"لیکن شباکا میں تو سمجھتی ہوں کہ اگر تم نے ان دونوں کو زندہ گرفتار کر لیا ہو تا تو بہتر تھا کیونکہ اس طرح وہ اقرار تو کر لیتے کہ انہوں نے جو کچھ کہا تھا وہ جھوٹ تھا لیکن تمہیں اپنی عافیت اسی میں نظر آئی کہ ان دونوں کو قتل کر دیا جائے۔ کیونکہ مردے کہانیاں ظاہر ہے کہ نہیں کہتے۔ یہی وجہ تھی کہ تم نے انہیں مقابلے کی دعوت دی تھی۔"

مارے حیرت کے میرا منہ کھلا کا کھلا رہ گیا اور دماغ میں صحرائی بگولے سے ناچنے لگے۔ میں کچھ نہ کہہ سکا۔ چنانچہ اس نے سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے کہا:

"شباکا! میں تم سے سخت کلامی نہیں کرنا چاہتی اور نہ ہی غصے کا اظہار کرنا

چاہتی ہوں خصوصاً" اس وقت جبکہ تم پورے مصر کے سورما بنے ہوئے ہو۔ اور تم نے مصر کی خاطر ایسا کارنامہ انجام دیا ہے کہ رہتی دنیا تک لوگ اسے یاد کرتے رہیں گے اس کے علاوہ اس قانون کی رو سے جس کی اب میں پیروں ہو۔ مجھے کسی پر بھی غصے نہیں ہونا چاہیے اور نہ ہی سخت کلامی کرنی ہے۔ چنانچہ جان لو شاکا کہ حقیقت کے ظاہر ہوتے ہی میرے دل کو سخت صدمہ پہنچا اور چونکہ میں تم سے' صرف تم سے محبت کرتی تھی اور اپنے آپ کو کسی اور مرد کے حوالے کرنے کے لیے تیار نہ تھی اس لیے میں نے پھر اسی دیوی کی آغوش میں پناہ لی ہے جسے میں نے تمہاری محبت کی خاطر چھوڑ دیا تھا مجھے دوبارہ اپنی آغوش میں لے کر دیوی خوش ہو گئی۔ آج ہی میں نے دوسری دفعہ ایک بار پھر وہی عہد کیا ہے۔ اور اب اسے توڑا نہیں جا سکتا اور اب مجھے ایسی جگہ رہنا ہے جہاں نہ تو تم مجھے دیکھ سکو اور نہ میں تمہیں دیکھ سکوں گی۔ فرعون نے بڑی خوشی سے مجھے دیوی ایزیس کی راہبہ نامزد کرنا منظور کر لیا ہے اور مجھے رہنے کے لیے ایزیس کا وہ مندر دے دیا ہے جو یہاں سے میلوں دور مصر بالا میں' نیل کے ساحل پر ہے بس جو کچھ ہونا تھا ہو چکا جو کہنا تھا کہہ چکی چنانچہ الوداع۔"

"ٹھہرو۔ جو کچھ ہونا تھا وہ اب تک نہیں ہوا ہے اور نہ سب کچھ کہا جا چکا ہے۔" میں نے غصے سے پھنکار کر کہا اور پھر فرعون کی طرف گھوم گیا۔ "خدائے مصر! اجازت دیجئے کہ بیس-- بونے بیس کی موجودگی میں شاہ مشرق کو خاتون امادہ کا نام بتانے کی سرگزشت شروع سے آخر تک سنا دوں۔ ایک غلام کو بھی اپنی صفائی میں کچھ کہنے کی اجازت دی جاتی ہے۔"

"تمہاری یہ درخواست منظور کی جاتی ہے سپہ سالار شاکا۔"

چنانچہ بیس کو کمرے میں طلب کیا گیا۔ اس نے متجسس نظروں سے چاروں طرف دیکھا اور پھر فرش پر بیٹھ گیا۔

"بیس۔ میں نے کہا۔ یہاں جو باتیں ہوئی ہیں۔ ان میں سے تم بے خبر ہو (میرا یہ خیال غلط تھا کیونکہ بیس نے مجھے بعد میں بتایا کہ نیم وا دروازے سے اس نے سب کچھ سن لیا تھا)۔ بہرحال اب یہ ضروری ہو گیا ہے کہ میرے آنے سے

پہلے اور آنے کے بعد شاہ فارس کے دربار میں جو کچھ ہوا تھا اس کی صحیح تفصیلات بیان کر دو تم چنانچہ بیس نے داستان شروع کی اور اس نے خوبی سے یہ سب لوگ بڑی دلچسپی سے سننے لگے۔ اس نے ایک ایک تفصیل بیان کر دی اور ایک واقعہ بھی غلط بیان نہ کیا۔ جب وہ خاموش ہوا تو میں نے اپنی کہانی سنائی اور کہا کہ کشتی کے عذاب نے کس طرح میرے حواس باختہ کر دیئے تھے' کس طرح میرا دماغ بھنا گیا تھا۔ اور میں کس قدر کمزور و ناتواں ہو گیا تھا اور چونکہ میں اپنے حواس میں نہ تھا اس لیے بھی اور اس لیے بھی کہ سوال مجھ سے اچانک پوچھا گیا تھا میرے منہ سے امادہ کا نام نکل گیا اور یہ تو میرے وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ شاہ فارس امادہ کو اپنے لیے فوراً" ہی پسند کرے گا۔ بیس نے کہا کہ اگر مجھے ذرا بھی شک ہو گیا ہوتا تو میں ایک لاکھ اور پچاس کروڑ دفعہ سخت عذاب برداشت کر کے مرنا پسند کرتا لیکن امادہ کا نام میری زبان پر نہ آتا۔ میں نے کہا کہ ان سپاہیوں سے جو بطور بدرقہ ہمارے ساتھ آئے تھے۔ بعد میں مجھے معلوم ہوا کہ امادہ کا نام شاہ فارس کے لیے نیا نہ تھا۔ بلکہ وہ اسے سینکڑوں دفعہ سن چکا تھا اور اسی نام کو بہانہ بنا کر مصر سے جھگڑا مول لینا چاہتا تھا۔ اس کے علاوہ اس نے امادہ کی خاطر میری جان بخشی نہ کی تھی بلکہ---- بیس نے کہا--۔ ہوا یوں تھا کہ جشن دعوت میں شریک ہونے سے پہلے اس کی آنکھ لگ گئی تھی اور اسے ایک برا خواب نظر آیا تھا۔ جس میں کسی دیوتا نے آکر اس سے کہا تھا کہ اس نے مجھے سزا دے کر بہت برا کیا ہے کیونکہ اس نے جس شخص کو سزا دی ہے اسی نے خود اس کی' یعنی بادشاہ کی جان بچائی تھی چنانچہ بادشاہ کو اپنی اس بدسلوکی کا خمیازہ اس دنیا اور دوسری دنیا میں بھگتنا پڑے گا۔ اس خواب کے بعد بادشاہ بہت بے چین تھا لیکن چونکہ وہ مجھے سزا کا حکم سنا چکا تھا اور اپنا حکم واپس لینا شاہان فارس کی شان کے خلاف ہے اس لیے اس نے خاتون امادہ کو بہانہ بنا کر میری جان بخشی کر دی اور امادہ کو لانے کے بہانے سے مجھے فارس سے رخصت کر دیا اور اس طرح خود اپنی بے چینی سے چھٹکارا حاصل کیا۔

میں اپنی داستان سنا چکا تو اس کے بعد امادہ خاموش کھڑی رہی۔ چنانچہ فرعون نے بیس سے پوچھا کہ اس نے پہلی رات کو ایک مختلف اور اس وقت بالکل

ہی مختلف کہانی کیوں سنائی۔

"اس لیے اے خداوند" ہیں نے جواب دیا کہ اس وقت میں اپنی زندگی میں پہلی دفعہ ضرورت سے زیادہ ہوشیار ہو گیا تھا اور میں نے اپنا تیر ضرورت سے زیادہ دور پھینک دیا تھا۔ سنئے خاتون امادہ! سنئے مہنت اعلیٰ! میں جانتا تھا کہ میرے آقا کو خاتون امادہ سے محبت ہے اور وہ یہ بھی جانتا تھا کہ خاتون امادہ وہ عورت ہے کہ جب وہ غصے میں ہوتی ہو تو کسی اور کی تو جز کیا ہو گی وہ اپنے غصے میں خود دیوتاؤں کی بھی نہیں ہوئی۔ اگر پردہ آ جائے تو پھر کسی کی پرواہ نہیں کرتی خواہ اپنی ضد کے ہیاتھوں وہ خود ہی تباہ و برباد کیوں نہ ہو جائے اور چونکہ میں عورتوں اور ان کی افتاد طبع سے واقف ہوں کیونکہ نے صنف نازک کا گہرا مطالعہ کیا ہے۔ خیر تو مجھے اس معاملے میں یہی بات ایسی نظر آئی جو خاتون امادہ کی خفگی کا باعث بن سکتی ہے۔ اس لیے میں نے اپنے آقا کو مشورہ دیا کہ وہ اس معاملے میں خاموش ہی رہیں اور اس بات کا اقرار نہ کریں کہ خاتون امادہ کا نام خود ان کی زبان سے نکل گیا تھا۔ چنانچہ کسی برے دیوتا نے انہیں میرا یہ مشورہ قبول کرنے پر مجبور کر دیا۔ بہرحال ہوا یہ کہ جب پوری کہانی کہی جا چکی تو خاتون امادہ نے فرعون مصر سے جو اس وقت فرعون نہ تھے۔ درخواست کی میری اس گستاخی کی سزا مجھے دی جائے اور مجھ پر کوڑے برسائے جائیں۔ یہاں تک کہ میری ہڈیاں ننگی ہو جائیں۔ بعد میں بھی میرے آقا اس معاملے میں خاموش رہے کیونکہ خوف تھا کہ اگر انہوں نے سچ سچ کہہ دیا تو پھر مجھ پر کوڑے برسائے جائیں گے۔ کیونکہ میں جھوٹ بولا تھا اور یہ تو آپ لوگ جانتے ہی ہوں گے کہ میں اپنے آقا کو اور میرے آقا خود مجھے بہت عزیز رکھتے ہیں۔ چنانچہ ہم دونوں میں سے کسی کو بھی منظور نہ تھا کہ ہم میں سے کسی پر بھی کوڑے برسائے جائیں۔ حالانکہ معلوم ایسا ہوتا ہے کہ آج رات بہرحال مجھے کوڑوں کی سزا دی جائے گی۔"

اور اس نے امادہ کی طرف دیکھا" تو یہ ہے پوری کہانی۔"

اور آخر کار امادہ نے اپنی زبان کھولی۔

"اگر یہ حقیقت پہلے واضح ہو گئی ہوتی تو میں وہ نہ کرتی جو آج کر چکی۔"

اس نے کہا "میں تمہیں معاف کر دیتی شباکا اور سب کچھ بھول جاتی کیونکہ اگر بونا اس وقت بھی جھوٹ کہہ رہا ہے۔ تب بھی میں تمہیں معاف کر دیتی کیونکہ جو کچھ تم نے کہا وہ سچ ہی ہو سکتا ہے۔ لیکن اب وقت گزر چکا۔ میں کچھ نہیں کر سکتی" "ماور مقدس کے مہنت اعلیٰ! اب بھی کچھ ہو سکتا ہے؟"

"نہیں اب کچھ نہیں ہو سکتا۔ مہنت نے بڑی سنجیدگی سے کہا ایزیس کی راہبہ یہ تم نے دوسری دفعہ عہد کیا ہے اور اگر اب یہ عہد توڑا گیا تو دیوتاؤں کا عذاب تم پر اور اس پر نازل ہو گا۔ جس کی خاطر تم اپنا عہد توڑو گی۔ ہاں اے راہبہ! اس زندگی میں اور آئندہ ان تمام زندگیوں میں جو تمہیں اس دنیا میں دی جائیں گی' دیوتاؤں کا عذاب تمہارا اور تمہارے چاہنے والے کا پیچھا نہ چھوڑے گا۔"

"فرعون مصر!" میں مایوسی کے عالم میں چیخ پڑا۔ "آپ اور مجھ میں ایک پیمان ہوا تھا۔ یہ پیمان لکھا جا چکا ہے اور محفوظ ہے۔ میں اپنا وعدہ پورا کر چکا میرا سونا آپ استعمال کر چکے۔ میری تلوار نے مصر کو آزادی اور آپ کو اپنا تاج دلایا اور میں نے مشرقیوں کی فوج کا صفایا کر دیا۔ وقت آ گیا ہے۔ کہ اب اپنا وعدہ وفا کیجئے۔ کہیے۔ مہنت اعلیٰ سے کہ وہ راہبہ کو اس کے عہد سے بری کر دے تاکہ اس کا ہاتھ میرے ہاتھ میں دے دیا جائے جس کا آپ وعدہ کر چکے ہیں یا میں یہ سمجھ لوں کہ آپ اس کا ہاتھ میرے ہاتھ میں اس لیے دینا نہیں چاہتے کہ وہ فراعنہ مصر کی اولاد اور مصر کے تاج و تخت کی وارثہ ہے؟ اگر یہ صرف راہبہ ہوتی تو آپ اس کی اور دیوتاؤں کی پروا نہ کرتے۔ لیکن یہاں تاج و تخت کا سوال ہے۔ اور آپ نہیں چاہتے کہ امادہ اور اس کا شوہر یا ان کی اولاد آپ کو اور آپ کی اولاد کو مصر کے تخت سے محروم کر دے۔ بے شک یہ خوف آپ کے دل میں گھر چکا ہے۔ امن را کے ہیکل میں جب رسم تاجپوشی ادا کی جا رہی تھی تو لوگوں ے یہی مطالبہ کیا تھا کہ آپ کے بعد مجھے فرعون نامزد کر دیا جائے۔ کیونکہ میں خاتون امادہ کا ہونے والا شوہر ہوں۔"

فرعون کا چہرہ سرخ ہو گیا۔

"بھتیجے! بڑے سخت الفاظ کہے ہیں تم نے" وہ بولا "اگر تمہاری جگہ کوئی اور ہوتا تو وہ اس سخت کلامی کی سزا پا جاتا۔ لیکن نہیں۔ میں جانتا ہوں کہ تمہارے دل کو سخت صدمہ پہنچا۔ چنانچہ میں تمہیں معاف کرتا ہوں۔ نہیں شباکا ایسی باتیں نہ سوچو یہ تم بھول رہے ہو کہ میں نے وعدہ کیا تھا اس میں یہ الفاظ بھی ہیں کہ بیس امادہ کا ہاتھ اسی وقت تمہارے ہاتھ میں دوں گا جب وہ خو اس کے لیے تیار ہو گی۔ لیکن اس نے اپنا ہاتھ واپس کھینچ لیا ہے۔ چنانچہ میں مجبور ہوں۔

تو پھر سن فرعون کا کل ہی مصر سے رخصت ہو جاؤں گا۔ ہاں میں تمہاری بخشی ہوئی سپہ سالاری چھوڑ کر کسی دوسرے ملک میں چلا جاؤں اور وہ تلوار اپنا منہ نیام میں چھپا لے گی جو آخری اور فیصلہ کن جنگ کے وقت مصر کو اور تمہارے تاج و تخت کو بچا سکتی اور اپنی نوک سے مصر کی تاریخ کا ایک نیا باب لکھ سکتی ہے۔ اور یاد رکھو کہ یہ آخری اور فیصلہ کن جنگ ہو کر رہے گی۔ جو مصر کی قسمت کا فیصلہ کر دے گی۔ یہ بھی سن لو کہ میں کبھی واپس نہ آؤں گا الا یہ کہ خود خاتون امادہ مجھے بلائے کہ میں اس کی خاطر جنگ کروں اور تم مجھے اس وعدے پر بلاؤ کہ امادہ کا ہاتھ میرے ہاتھ میں دے دو گے۔ ہاں اگر ایسا ہوا تو میں واپس آؤں گا ورنہ نہیں۔"

"یہ کبھی نہ ہو گا۔ یہ نہیں ہو سکتا۔" امادہ نے کہا۔

اور دفعتہ" مجھے کمرے میں ایک اور ہستی کی موجودگی کا احساس ہوا۔ میں نہیں جانتا کہ یہ ہستی کہاں سے اور کس طرح کمرے میں گھس آئی تھی بہرحال یہ حقیقت ہے کہ میرے اور فرعون کے درمیان بھکاریوں کا سا کمبل اوڑھے کوئی بیٹھا ہوا تھا۔ اس شخص نے اپنے چہرے پر سے کمبل کا کونا ہٹایا تو مقدس تانوفیر کا جھریوں پڑا چہرہ اور لانبی سفید ڈاڑھی نظر آئی۔

"فرعون! تم مجھے جانتے ہو۔" مقدس تانوفیر نے اپنی گمبھیر آواز میں کہا۔

"میں فرعون کا بیٹا تانوفیر ہوں۔ وہی تانوفیر جو درویش کے نام سے مشہور ہے۔ وہی تانوفیر جس کے سامنے وقت کی طنابیں کھینچ جاتی ہیں۔ یہاں جو کچھ کہا گیا ہے۔ اس کا ایک ایک لفظ میں نے سنا ہے۔ یہ نہ پوچھو کہ کس طرح--- بہرحال میں ایک پیغام لے کر آیا ہوں کیونکہ میں ، دلوں کاحال معلوم کر لیتا ہوں عورتوں'

دیوتاؤں اور عہد و پیماں کے متعلق میں کچھ نہ کہوں گا البتہ یہ ضرور کہوں گا کہ اگر تم نے اپنے وعدے کا پاس نہ کیا اور شباکا مصر سے رخصت ہو گیا تو پھر تم پر ایک مصیبت ٹوٹ پڑے گی۔ شاہ فارس کی تمام فوج ساحل نیل پر کھیت نہیں رہی ہے۔ چنانچہ ہو سکتا ہے کہ ایک دن شاہ فارس گزشتہ جنگ میں مرنے والوں کی ہڈیاں دفن کرنے آ جائے اور ان کے ساتھ تمہاری ہڈیاں بھی اے فرعون۔ میرا خیال ہے کہ آج رات نہ تو تم میری باتوں پر دھیان دو گے اور نہ یہ خاتون ہی دھیان دے گی جو ایک حاسد دیوی کی آغوش میں جا پڑی ہے اس کے باوجود میں چاہتا ہوں کہ وہ غور کرے اور میرے الفاظ یاد رکھے۔ امادہ! جب وقت آئے تو شباکا کو بلا بھیجنا اور اس کی مدد طلب کرنا اور پھر اس کی ہو جانا اور اے فرعون جب وقت آئے تو تم بھی امادہ کا ہاتھ شباکا کے ہاتھ میں دینے کا وعدہ کر لینا او راپنا وعدہ وفا کرنا اور امادہ نہ بھولو کہ اگر تم ایزیس کو چاہتی ہو تو وہ بھی مصر کو چاہتی ہے کیونکہ وہ وادی نیل میں پیدا ہوئی ہے۔

"ہائے۔ اب وقت نہیں رہا۔ نہیں رہا۔ جو کچھ ہونا تھا ہو چکا" امادہ نے کہا۔ اور وہ دفعتہ پھوٹ پڑی اور بھاگی۔ وہاں سے 'مہنت اعلیٰ اس کے پیچھے تھا۔ فرعون بھی مجھے اور بیس کو چھوڑ کر چلا گیا میں نے چاروں طرف مقدس تانوفیر کو تلاش کیا کہ ان سے چند باتیں پوچھ سکوں۔ لیکن وہ بھی جا چکے تھے۔

"آقا!" بیس نے کہا "چلو اب سو رہیں چل کر کیونکہ یہ بحث بحثی تو کسی بھی جنگ سے زیادہ تھکا دینے والی ثابت ہوئی ہے۔ ارے! یہ کیا چیز پڑی ہے۔ جس پر آپ کا نام لکھا ہوا ہے۔"

اور اس نے زمین پر پڑی ہوئی وہ چیز اٹھا لی۔ جو ریشمی کپڑے میں لپٹی تھی اس نے کپڑا کھولا۔

اس میں بے بہا موتیوں کی مالا لپٹی ہوئی تھی۔

باب 14

"کہاں ہیں؟" جب ہم محل سے باہر آئے تو میں نے بیں سے پوچھا' ناکامی غم اور غصے نے میرے دل و دماغ کی عجب حالت کردی تھی اور کوئی بات میری سمجھ میں نہ آرہی تھی۔

"اس وقت تو ہم جاتے ہیں تمہارے گھر کیونکہ تمہیں سفر کی تیاریاں کرنی ہیں اور خاتون سے رخصت ہونا ہے۔ ہم کل مصر سے روانہ ہو جائیں گے۔ آہا" اس نے دفعتہ" بے حد خوشی کا اظہار کرکے کہنا شروع کیا بعد میں مجھے معلوم ہوا کہ اس کی یہ خوشی ظاہری اور جھوٹی تھی حالانکہ اس وقت تو میں نے یہی سمجھا کہ بیں واقعی خوش تھا۔" آہا! میرے آقا! یہ بہت اچھا ہوا کہ آپ آمادہ کے بندھنوں سے آزاد ہوگئے۔ اب ایک دنیا آپ کے سامنے ہے۔ اب دنیا کی تمام مسرتیں آپ کی ہوں گی۔ ذرا خیال تو کیجئے کہ ایتھوپیا میں شکار کرنے میں کس قدر لطف آئے گا۔ ایں؟ پریشانیاں ہوں گی' نہ تفکرات ہوں گے۔ نہ جنگ کے نقشے ہوں گے اور نہ سیاسی جوڑ توڑ۔ بس ہم ہوں گے اور شکار ہوں گے۔ رہی عورتیں------ تو اوہو ہو ہو۔ ایتھوپیا میں عورتوں کی کوئی کمی نہیں۔ وہ رات کو آپ کے پاس آئیں گی اور صبح نسیم سحری کی طرح چلی جائیں گی اور آپ کو پریشان نہ کریں گی۔

"بہرحال تم عورت کے بندھن سے آزاد ہوئے ہو بیں۔" میں نے

کہا۔ اور چاند کی روشنی میں دیکھا کہ بیں کا منہ لٹک گیا۔

"ہاں میں آزاد نہیں ہوا ہوں آقا بلکہ میں تو اس پھندے کو اپنے حلق کے گرد اور بھی مضبوطی سے لپیٹ رہا ہوں تو دیکھا آقا! یہ ہے زمانے اور دنیا کا دستور یا پھر دیوتاؤں کا دستور جو زمانے کو گھڑتے اور دنیا کے کاروبار چلاتے ہیں۔ برسوں تک خوش و خرم اور اپنی مرضی کا مالک رہا۔ میں نے کارہائے نمایاں انجام دیئے اور ملکوں کی سیاحت اور طول طویل سفر کرکے خوب سا علم حاصل کیا یہاں تک کہ میں اپنے آپ کو وادی نیل کا زیرک ترین انسان سمجھنے لگا اور ہمیشہ آپ کے ساتھ رہا کیونکہ میں آپ کو بہت زیادہ چاہتا ہوں۔ لیکن اب سب کچھ بدل گیا۔ میں نے ایک بیوی پالی ہے۔ جسے میں دنیا کی ہر چیز سے زیادہ چاہتا ہوں اور اس نے ایک سرد اور طویل سانس کھینچا۔ لیکن پھر بھی اس کی حفاظت کرنا پڑتی ہے۔ اس کا خیال رکھنا پڑتا ہے اور اس کا حکم ماننا پڑتا ہے۔ اس کے علاوہ مجھے اپنے سر پر تاج رکھنا پڑے گا پھر میری رعایا ہوگی۔ شیر ہوں گے۔ درباری ہوں گے امراء ہوں گے۔ خوشامدی اور جی حضورئے ہوں گے اور ایک قدیم مذہب کے اصولوں کی پابندی اور ان کی حفاظت کرنی ہوگی اور مقدس ٹڈا جانے مجھے اور کیا کرنا ہوگا۔ چنانچہ آقا زمانے نے ایک ایسی کروٹ لی ہے۔ کہ حکومت اور سیاست اور محبت اور ٹڈا جانے کس کس چیز کا بوجھ آپ کے کندھوں پر سے لڑھک کر میرے کندھوں پر آپڑا ہے چنانچہ آقا میرا دل جو پہلے پر کی طرح ہلکا پھلکا تھا اب پتھر کی طرح بوجھل ہوگیا ہے اور میں خود' جو کبھی آزاد اور بے فکر تھا اب ادھر ادھر کی فکریں کرنے لگا ہوں۔ کاش میرے دل نے بغاوت کردی ہوتی۔ کاش اس کی دھڑکنیں اسی وقت بند ہو جاتیں۔

بیں کی باتیں سن کے میں اداس و غمگین ہونے کے باوجود بے اختیار ہنس پڑا بیں کے اس فلسفے میں صداقت تھی۔

"آقا!" بیں نے بدلی ہوئی آواز میں کہنا شروع کیا۔ "میں بڑا احمق ہوں اور میری حماقتوں کا خمیازہ آپ کو بھگتنا پڑا۔ ہرچند کہ جو کچھ میں نے کیا تھا اپنے خیال میں آپ کی بھلائی کی خاطر کیا تھا۔ لیکن تدبیریں الٹی ہوگئیں اور میرے مشورے پر عمل کرکے آپ کو دکھ پہنچا۔ چنانچہ میں آپ سے معافی کا خواستگار

ہوں لو گھر پہنچ گئے۔

اب میں اپنی بیوی کے پاس جاتا ہوں خصوصاً اس لیے کہ مجھے چند انتظامات بھی کرنے ہیں۔ پوچھنے سے پہلے امید ہے کہ آپ ایتھوپیا کے سفر کی تیاریاں مکمل کرچکے ہوں گے۔

"بیس! کیا واقعی تم مجھے اپنے ساتھ ایتھوپیا لے جانا چاہتے ہو؟"

"بے شک آقا۔ لیکن آپ اگر مجھے اپنے ساتھ کسی اور ملک میں لے جانا چاہتے ہوں تو بات دوسری ہے اگر ایسا ہی ہے اگر آپ کسی ملک میں جانے کا ارادہ کرچکے ہیں تو پھر میں بھی آپ کے ساتھ چلوں گا کیونکہ ایتھوپیا کہیں بھاگ نہ جائے گا۔ اس عرصے میں اور پھر ابھی دنیا میں ایسے بہت سے عجائبات ہیں جنہیں میں دیکھنا چاہتا ہوں۔ لیکن اس صورت میں ہمیں کریما کے متعلق کچھ سوچنا پڑے گا کیونکہ وہ ملکہ بننے والی ہے یا اسے جب سب کچھ معلوم ہو جائے گا تو ملکہ بننا چاہے گی۔"

"نہیں بیس میں اس قدر تھک گیا ہوں کہ کسی نئے ملک کی سیر کا نقشہ نہیں بنا سکتا چنانچہ ہم ایتھوپیا ہی چلے چلتے ہیں اور بے چاری کریما اتنے عرصے تک مقدس تانوفیر کا جام پکڑے رہی ہے کہ اب عصائے شاہی تھامنے کے لیے بیتاب ہوگی۔"

"آپ کا یہ فیصلہ بہت عقلمندانہ ہے یا کم سے کم مقدس تانوفیر اسے عقلمندانہ سمجھتے ہیں اور بھئی سچ تو یہ ہے کہ خواہ مخواہ اپنے آپ کو پریشان کرنے سے کیا فائدہ ہے جو کچھ قسمت میں لکھا ہے۔ ہو کر رہے گا اور جو کچھ ہوگا اچھا ہی ہوگا۔"

اور وہ مجھے اپنے گھر کے سامنے چھوڑ کر چلا گیا۔ میں اپنے گھر میں داخل ہوا تو اپنی والدہ کو ایک کمرے میں منتظر بیٹھے پایا تھا۔ انہوں نے اب تک کپڑے بھی تبدیل نہ کئے تھے۔ یعنی وہی لباس پہن رکھا تھا جسے پہن کر وہ دعوت میں شریک ہوئی تھیں۔ انہوں نے سر اٹھا کر میری طرف دیکھا اور پوچھا۔

"کیا بات ہے شباکا؟ تم کچھ پریشان معلوم ہوتے ہو۔"

میں اپنی والدہ کے قدموں میں ایک تپائی پر بیٹھ گیا اور جو کچھ ہوا تھا اس کی تفصیلات بیان کردیں۔

"تو ویسا ہی ہوا جیسا میں نے سوچا تھا۔" جب میں خاموش ہوا تو انہوں نے کہا۔ "عورتیں جتنی زیادہ تعلیم یافتہ ہوتی ہیں۔ اتنی ہی زیادہ عجیب بھی ہوتی ہیں۔ بہرحال ہمیں نہ تو امادہ کو الزام دینا چاہیے۔ نہ بیس کو اور نہ فرعون کو جو فراعنہ مصر کے ایک نئے سلسلہ کی بنیاد رکھنے کے لیے بیتاب ہو رہا ہے۔ اور نہ ہی ہمیں دیوی ایزیس کو برا بھلا کہنا چاہیے۔ اگر ہمیں کسی کو الزام دینا ہی ہے تو پھر اس وقت کو دینا چاہیے جو پوری دنیا میں کارفرما نظر آتی ہے۔ وہی قوت جو قسمتوں کو سنوارتی اور بگاڑتی ہے اور جس کے ہاتھ میں ہر چیز کا آغاز بھی ہے اور انجام بھی اور بیٹے! انجام سے نہ تم واقف ہو اور نہ میں۔ تو میرے بیٹے! مصر تمہیں اپنی آغوش سے دھکیل رہا ہے اور کہاں جاؤ گے تم؟ یقیناً مشرق کی طرف تو نہ جاؤ گے کیونکہ اگر وہاں گئے تو قتل کردیئے جاؤ گے۔"

"میں ایتھوپیا جارہا ہوں اماں کیونکہ معلوم ہوا کہ ایتھوپیا میں بیس کی ہوا بندھی ہوئی ہے۔ وہاں ایک عظیم انسان ہے چنانچہ وہ میری حفاظت کرسکے گا۔"

"تو ہم ایتھوپیا جارہے ہیں۔ بہرحال بڑا طویل سفر ہے اور مجھ بڑھیا کو تو اور بھی طویل معلوم ہوگا۔ لیکن میں ممفس سے اکتا گئی ہوں۔ کبھی میں نے ممفس سے باہر قدم ہی نہیں رکھا اور کہتے ہیں کہ جنوب کی زمین میں قبر بہت عمدہ بنتی ہے۔"

"یہ کیا کہا آپ نے؟ ہم جارہے ہیں؟" میں نے حیرت سے پوچھا۔ "ہم؟" میں نے حیرت سے اپنی ماں کو دیکھا۔

"بے شک ہم جارہے ہیں بیٹے۔ تمہیں بیوی نہیں ملی لیکن اپنی ماں واپس مل گئی ہے اور اب میں مرتے دم تک تم سے جدا نہ ہوں گی۔"

اپنی والدہ کے منہ سے یہ الفاظ سن کر میری آنکھیں ڈبڈبا آئیں یہ تو بہرحال حقیقت ہے کہ مجھے کئی دنوں سے میرا ضمیر ملامت کر رہا تھا اور یہ بھی حقیقت ہے کہ پچھلے کئی برسوں سے امادہ میرے دل و دماغ پر یوں چھائی ہوئی تھی کہ میں اپنی والدہ کو تقریباً بھول گیا تھا اور یہ وہی امادہ تھی جس نے مجھے ٹھکرا دیا تھا۔ جی ہاں۔ حقیقت معلوم کئے بغیر اس نے مجھے اور میری محبت کو ٹھکرا دیا تھا اور وہ بھی

کس لیے؟ محض اس لیے کہ میں نے----- جو اسے دل و جان سے چاہتا تھا۔ ایک کربناک موت اور کشتی کے عذاب سے بچنے کے لیے شاہ فارس کے سامنے اس کا نام لے دیا تھا۔ جی ہاں اتنی سی بات پر امادہ نے مجھے ٹھکرا دیا تھا۔ لیکن میری ماں نے سب کچھ بھول کر ایک بار پھر مجھے اپنے سینے سے لگالیا تھا۔ حیف ہے ان احمقوں پر جو اپنی محبوبہ اور بیوی کی خاطر اپنی ماں کو بھول جاتے ہیں۔

میری آنکھوں میں آنسو تیر رہے تھے اور میرا سر شرم اور خجالت سے جھکا ہوا تھا۔ میں نہیں جانتا تھا کہ کیا کہوں۔ دفعتہ" مجھے بے بہا موتیوں کی مالا یاد آگئی۔ چغے کی جیب میں ہاتھ ڈال کر میں نے وہ مالا نکال کر اپنی والدہ کی گردن میں ڈال دی۔ انہوں نے ان عجوبہ روزگار موتیوں کی طرف دیکھا۔ مسکرائیں اور کہا۔

"بیٹے! بوڑھے منہ مہاسے اچھا معلوم نہیں ہوتے۔ تاہم میں اس مالا کو سنبھال کر رکھوں گی یہاں تک کہ تم میری بہو لے آؤ گے۔ امادہ نہ سہی۔ کوئی اور سہی۔"

"اگر امادہ آپ کی بہو نہیں بن سکتی تو پھر کوئی اور لڑکی بھی نہ بن سکے گی۔ میں نے بڑی تلخی سے کہا۔" میری والدہ مسکرا کر خاموش ہو رہی۔

رات بھر اور صبح سے دوپہر تک سفر کے انتظامات میں جتے رہنے کے باوجود سہ پہر سے پہلے ہم روانگی کے لیے تیار نہ ہوسکے۔ مکان کو دوستوں کی حفاظت میں دے دیا گیا اور ضروری چیزیں باندھی گئیں انہی تیاریوں میں کافی وقت صرف ہوگیا اس کے علاوہ فرعون کا پیغام بر بھی فرعون کی یہ درخواست لے کر آیا کہ میں خود فرعون اور مصر کی خاطر اپنا ارادہ ترک کردوں لیکن میں نے جوابا" کہلا بھیجا کہ میرا جانا بہت ضروری ہے اور یہ کہ مصر اب مجھے کاٹنے کو دوڑتا ہے میں کہاں جارہا ہوں۔ یہ مقدس تانوفیر کو معلوم ہے چنانچہ اگر کبھی فرعون کو میری ضرورت ہو تو وہ مقدس تانوفیر سے میرا پتہ معلوم کرے میرے اس جواب کے جواب میں فرعون کا پیغامبر پھر آیا اور اس دفعہ وہ فرعون کی طرف سے رخصتی تحائف لے کر آیا تھا اور یہ تحائف تھے خلعت، ایک خطاب اور سفارت کا اختیار نامہ یعنی یہ کہ میں کسی بھی

ملک میں رہوں فرعون مصر کا سفیر بن کر رہوں گا اور آخر میں جب ہم رخصت ہو رہے تھے تو ایک اور پیغامبر آیا اسے دیکھتے ہی میرا دل زور زور سے دھڑکنے لگا کیونکہ وہ ایزیس کے ہیکل کا مہنت تھا اس نے مجھے سلام کرکے ایک لپٹا ہوا خط میری طرف بڑھا دیا میں نے لرزتے ہاتھوں سے خط لیا۔ اسے کھولا اور پڑھا۔ لکھا تھا۔

آیزیس کی راہبہ امادہ کی طرف سے رئیس شباکا کے نام----- میرے بھائی! شباکا! معلوم ہوا ہے کہ تم مصر سے رخصت ہو رہے ہو اور چونکہ میں تمہاری اس خود اختیاری جلاوطنی کے سبب سے واقف ہوں اس لیے میرا دل رو رہا ہے یقین کرو شباکا! میں تمہیں چاہتی ہوں۔ ہر اس ہستی سے زیادہ چاہتی ہوں جسے تمہاری محبت کا دعویٰ ہے یا کر سکتی ہے اور یقین کر شباکا! میری محبت میں ذرہ برابر بھی کمی واقع نہ ہوگی۔ کبھی واقع نہ ہوگی۔ دیوی ایزیس جس کی میں راہبہ ہوں۔ انسانی کمزوریوں اور دلوں کے تقاضے سے واقف ہے چنانچہ وہ میرے اس اقرار محبت سے خفا نہ ہوگی۔

شباکا! میری دعائیں اور ایزیس کی رحمتیں تمہارے ساتھ ہیں اور اگر ہم اس دنیا میں ایک دوسرے سے نہ مل سکے تو پھر ہماری ملاقات دوسری دنیا میں اور دیوتا اور زیریس کے دربار میں ہوگی الوداع میرے محبوب ہائے شباکا! تم نے کیوں اس جھوٹوں کے سردار بیس کے مشورے پر عمل کیا اور کیوں مجھ سے حقیقت چھپائی۔"

اور یہاں امادہ کا خط اچانک ختم ہو جاتا تھا۔ آخری سطر کے نیچے دو داغ تھے جو اب تک نم تھے یہ امادہ کے آنسو تھے جو بے اختیار ٹپک پڑے تھے اس خط کے ساتھ ریشمی دھجی میں لپٹی ہوئی ایک سنہری انگوٹھی بھی تھی جس کے نگینے پر شاہی خاندان کا نشان بنا ہوا تھا یعنی سانپ جو پھن اٹھائے ہوئے تھا۔ یہ انگوٹھی امادہ بچپن سے پہنتی آئی تھی۔ ابھی گزشتہ رات ہی میں یہ انگوٹھی اس کے دائیں ہاتھ کی شہادت کی انگلی پر دیکھ چکا تھا۔

میں نے اپنا سوئی قلم اور موم کی تختیاں ایک تختی پر امادہ کے خط کا جواب یوں لکھا:

"امادہ! میری عزیز! اگر تم عورت نہیں مرد ہوتیں تو تم نے مجھے سمجھنے میں نہ تو غلطی کی ہوتی اور نہ ہی میرے متعلق کوئی غلط رائے قائم کی ہوتی لیکن کتنی ہی عالم فاضل کیوں نہ بن جاؤ، راہبہ سے ترقی کرکے دیوی ہی کیوں نہ بن جاؤ تم بہرحال عورت ہی رہو گی۔

شاید ایک ایسا وقت آئے گا جب ایک بار پھر تم اپنی بانہیں میری طرف پھیلا دوگی۔ ایک بار پھر تمہیں میری ضرورت ہوگی اگر وہ وقت آیا اور اگر میں اس وقت زندہ ہوا تو سمندروں کو پھلانگ کر اور صحراؤں کو سمیٹ کر تمہارے پاس پہنچ جاؤں گا اور اگر اس عرصے میں مرگیا تو میرا خیال ہے کہ میں مرنے کے بعد بھی تمہارے پاس آجاؤں گا کیونکہ موت بھی ہمیں جدا نہیں کرسکتی اور اس عرصے میں میں تمہاری انگوٹھی اپنی انگلی میں پہن رکھوں گا اور جب اس انگوٹھی کی طرف دیکھوں گا اس امادہ کو یاد کرلوں گا جس کے ہونٹوں نے میرے ہونٹوں کو چوما تھا اور اس امادہ کو بھول جاؤں گا جس نے اپنی روح کی خاطر اس غریب کا دل توڑ دیا جس نے اسے چاہا تھا اور اب بھی چاہتا ہے ہاں اس راہبہ امادہ کو بھول جاؤں گا جس نے اپنے غرور اور غصے کے اندھے پن میں اپنے محبوب سے ناانصافی کی ہے بلکہ اس پر ظلم کیا ہے۔

اس تختی کو میں نے ایک ریشمی کپڑے میں لپیٹ کر اس کے کونوں پر چکنی مٹی لگائی اور اس پر اس کی انگوٹھی کی مہر ثبت کردی جو خود امادہ نے مجھے بھجوائی تھی۔

کشتی کا انتظام بیس نے کرلیا تھا چنانچہ ہم آخر کار نیل کے ساحل پر پہنچ گئے اور وہاں وہ سپاہی جمع تھے جنھوں نے میرے ساتھ چل کے مشرقیوں کا مقابلہ کیا تھا اور ممفس کے باشندوں کا مجمع ان کے علاوہ تھا۔ اکثر سپاہی زخمی تھے اور اکثر لنگڑے ہوچکے تھے چنانچہ وہ بیساکھیوں کا سہارا لیے ہوئے تھے مجھے دیکھتے ہی یہ لوگ میرے

چاروں طرف جمع ہوگئے اور گڑگڑانے لگے کہ میں مصر چھوڑ کر نہ جاؤں۔ ممفس کے باشندوں نے بھی مجھ سے درخواست کی کہ میں اپنا ارادہ ترک کردوں کیونکہ وہ دیکھ رہے تھے کہ مصر کی خوش بختی اور قوت میرے ساتھ رخصت ہو رہی تھی۔

میں پرنم آنکھیں لیے اپنا آپ ان سے چھڑا کر بھاگا اور میں نے کشتی کے شامیانے میں پناہ لی یہاں بیس اپنی حسین بیوی کریما کے ساتھ میرا منتظر تھا۔ دونوں نے میرا اور میری والدہ کا استقبال کیا۔ کریما اداس معلوم ہو رہی تھی۔ کیونکہ اس مصر سے رخصت ہو رہی تھی جس سے اسے محبت تھی۔ بہرحال اس نے مسکرا کر مجھے اور میری والدہ کو خوش آمدید کہا اور سکان گیر اور چپو چلانے والوں نے کھڑے ہو کر مجھے شاہی سلام کیا۔ یہ سب کے سب دیو ہیکل تھے۔ اور ایتھوپیا کے باشندے تھے۔ آخر کار بادبان کھول دیئے گئے۔ ہوا موافق تھی۔ اس لیے ہماری کشتی نیل کے بہاؤ کے خلاف تیزی سے بہتی رہی۔ مصر کے جانے پہچانے مناظر نظر کے سامنے سے گزرتے رہے۔ محلات کے برج۔ ہیکلوں کی بلند و بالا چوٹیاں، لہلہاتے ہوئے کھیت، کھیتوں میں کام کرتے ہوئے فلاحین، گزشتہ فراعنہ کے عظیم الشان مجسمے اور ہرے بھرے باغات----- گزرتے رہے۔ یہاں تک کہ نظروں سے اوجھل ہوگئے۔

اس طول طویل سفر کی تفصیلات بیان کرنے کی نہ ضرورت ہے اور نہ وقت ہم نیل کے بہاؤ کے خلاف سفر کرتے رہے کبھی بادبانوں میں ہوا بھر جاتی اور کشتی مزے سے بہنے لگتی اور کبھی چپوؤں کے سہارے اسے دھکیلنا اور کھینچنا پڑتا۔ مصر پیچھے بہت پیچھے چھوٹ گیا نیل کے دہانے سے گزرنے اور ایک دوسرے دریا میں جس کا پانی نیلا تھا۔ کئی دنوں تک سفر کرنے کے بعد آخر کار ہم دریا کے اتار پر پہنچ گئے۔ یہاں پانی کا بہاؤ اس قدر تیز تھا کہ ہم کشتی چھوڑ کر خشکی پر سفر کرنے کے لیے مجبور ہوگئے۔ سورج غروب ہو رہا تھا جب ہم کنارے کے قریب پہنچ گئے اور میں نے دیکھا۔ کہ کنارے کے ریت پر لوگوں کا جمگھٹا تھا۔ اور ان لوگوں کے عقب میں ایک پڑاؤ تھا۔ جس میں بہت سے خیمے اور ریشمی شامیانے کھڑے ہوئے تھے

شامیانوں پر سنہرے تاروں سے بیل بوٹے بنے ہوئے تھے اور ان شامیانوں پر جو پھریرے لہرا رہے تھے وہ بھی سنہرے تھے اور ہر پھریرے کے بانس کی چوٹی پر ایک بڑے سے ٹڈے کا مجسمہ بٹھایا گیا تھا۔ ٹڈے کے یہ مجسمے سونے کے اور ان کی ٹانگیں خالص چاندی کی تھیں۔

"معلوم ہوتا ہے کہ میرے پیغامبر بخیرو خوبی ایتھوپیا پہنچ گئے تھے۔" بیس نے سر ہلا کر کہا۔ کیونکہ یہ کنارے پر میری رعایا کھڑی ہے اور یہ لوگ میرے استقبال کو آئے ہیں۔ اب آقا! میں آپ کو آقا نہ کہوں گا۔ کیونکہ معلوم ہوتا ہے کہ ایک بار پھر میں بادشاہ بن گیا ہوں۔ اور آپ بھی اب مجھے بیس نہیں بلکہ قارون کہیں گے۔ اس کے علاوہ آقا معاف کرنا۔ جب بھی آپ میرے سامنے آئیں گے آپ کو میرے سامنے جھکنا پڑے گا۔ یہ بات نہ آپ کو پسند ہوگی اور نہ ہی مجھے پسند ہے لیکن کیا کیا جائے۔ مجبوری ہے کیونکہ یہی ہمارے یہاں کا قانون ہے۔ ہائے ہائے کاش! ایسا ہوتا کہ بادشاہ آپ ہوتے۔ اور میں آپ کا دوست ہوتا۔ کیونکہ آج سے میں بے فکری آزادی اور خوش مذاقی کو خیرباد کہتا ہوں۔"

میں ہنسا۔ لیکن بیس نہ ہنسا۔ بلکہ وہ اپنی فطرت کے خلاف سنجیدہ بنا رہا اور اپنی بیوی کی طرف گھوم گیا۔ جو ابھی سے بیس پر یوں حکومت جتانے لگی تھی گویا وہ اس کا غلام ہے۔

میری حسین بیوی کریما۔ وہ بولا۔ آپ اپنے کو جتنا حسین بناسکتی ہو بنالو۔ اور بھول جاؤ کہ تم کبھی کسی درویش کا جام یا کچھ اور تھیں۔ کیونکہ اب تمہیں ملکہ بننا ہے۔ بشرطیکہ میرے لوگوں نے تمہیں پسند کیا اور تم انہیں خوش کرسکیں۔ "اور اگر انہوں نے مجھے پسند نہ کیا۔ اور میں انہیں خوش نہ کرسکی تو میرے شوہر پھر کیا ہوگا----؟" کریما نے اپنی خوبصورت آنکھیں پھاڑ کر پوچھا۔

یہ تو میں نہیں جانتا بیوی۔ غالباً وہ لوگ مجھے اپنا بادشاہ نہ بنائیں گے اور جس کا مجھے افسوس نہ ہوگا اور نہ ہی میں آنسو بہاؤں گا۔ لیکن یہ بھی تو ہوسکتا ہے۔ کہ وہ تمہیں قبول کرنے سے انکار کردیں اور اگر ایسا ہوا تو پھر بے شک مجھے افسوس ہوگا۔ اور پھر بے شک میں آنسو بہاؤں گا۔"

"اور وہ مجھے کیوں قبول نہ کریں گے؟"

"بات یہ ہے بیوی کہ تمہارا رنگ گورا ہے اور آج تک ایتھوپیا کی ہر ملکہ اندھیری رات کی طرح کالی ہوتی آئی ہے۔"

"اور اگر انہوں نے مجھے قبول کرنے سے انکار کردیا----- محض اس لیے کہ میرا رنگ اندھیری رات کی طرح کالا نہیں بلکہ گورا ہے----- تو پھر اے میرے شوہر----- پھر کیا ہوگا۔"

"پھر----- آہ بیوی----- میں نہیں کہہ سکتا کہ پھر کیا ہوگا۔ شاید وہ لوگ تمہیں واپس اپنے وطن بھیج دیں گے یا شاید وہ ہم دونوں کو جدا کرکے تمہیں اس مندر میں رکھ دیں گے جہاں تمہیں ہمیشہ اکیلا ہی رہنا ہوگا۔ مجھے یاد ہے کہ پہلے بھی ایک دفعہ انہوں نے ایک سفید رنگت والی عورت کے ساتھ یہی سلوک کیا تھا۔ اسے مندر میں رکھ کر اسے دیوی بنا دیا تھا اور وہ دیوی بنی رہی تھی۔ یہاں تک کہ وہ مرگئی۔ یا پھر----- ہائے میں نہیں جانتا کہ پھر کیا ہوگا؟"

اب تو کریما کو غصہ آگیا۔

"اب تو میں سمجھتی ہوں کہ میں نے تمہارے ساتھ ان سیاہ فام وحشیوں میں آکر سخت غلطی کی ہے۔ واقعی یہ میری حماقت تھی کہ میں نے ایک بونے سے شادی کرلی----- یہاں تک تو خیر ٹھیک تھا۔ لیکن برا ہو میرے شوہر کا کہ وہ بادشاہ ہوتے ہوئے بھی معلوم ہوتا ہے کہ اپنے لوگوں سے اپنی بیوی کو نہیں بچا سکتا۔ اس سے تو بہتر یہی تھا کہ میں مقدس تانوفیر کا جام ہی بنی رہتی کم سے کم اس طرح میں ماضی و مستقبل کے رازہائے سربستہ سے تو واقف ہو جاتی۔"

اب یہ عجیب بات ہے کہ عورتیں ہمیشہ قبل از وقت ہی غصے ہو جاتی ہیں۔"

بیس نے بڑی مسکینیت سے کہا۔ "بیوی! اگر ان میں سے کوئی بات ہو جائے تو پھر تمہیں مجھ سے خفا ہونا اور مجھے برا بھلا کہنا چاہیے۔"

"میرے شوہر----- اگر ان میں سے کوئی بات ہوگئی تو میں تمہیں ایسی کھری کھری سناؤں گی کہ پہلے کبھی کسی نے نہ سنائی ہوگی-----" کریما نے پیر پٹخ

کر جواب دیا۔

لیکن شکر ہے۔ کہ بیس اور کریما کی گفتگو آگے نہ بڑھنے پائی۔ کیونکہ اسی اثناء میں ہماری کشتی کنارے کے اتھلے پانی میں پہنچ گئی۔ ایتھوپیا والے کوئی وحشت انگیز گیت گاتے ہوئے دریا میں اتر پڑے کہ کشتی کو گھسیٹ کر کنارے تک لے جائیں۔ اور اب بیس کشتی کے سرے پر جا کھڑا ہوا۔ اور اپنی کمان اٹھا کر ہلانے لگا اور اسے دیکھتے ہی وہ جو ہمارے بلکہ یوں کہنا مناسب ہوگا۔ کہ بیس کے استقبال کو آئے تھے۔ ایک آواز ہو کر چلائے۔

"قارون' قارون' بے شک یہ قارون ہی ہے۔ جو کئی برسوں کے بعد واپس آگیا ہے۔"

اور وہ لوگ ایک نہیں بلکہ دو دفعہ چلائے اور اس قدر بلند آواز میں کہ دشت و جبل گونج اٹھے اور پھر وہ سب کے سب ریت پر سجدے میں گر گئے "ہاں اسے میری وفادار رعایا۔" بیس نے بلند آواز میں کہا۔ "یہ میں ہی ہوں ہاں دیکھو تمہارا قارون واپس آگیا ہے۔ دور دراز ممالک میں تمہارا قارون ان گنت خطرات سے گزرا ہے اور مقدس ٹڈے اور---- میرے پیغامبروں نے تمہیں بتا دیا ہوگا---- رئیس مصر شاباکا کی مدد سے تمہارا قارون ہر خطرے سے بخیرو خوبی گزر کر زندہ واپس آگیا ہے۔ اگر مقدس ٹڈے اور رئیس مصر شاباکا کی مدد شامل حال نہ ہوتی تو اب تک تمہارے قارون کی ہڈیاں تک سڑ گل چکی ہوتیں۔ چنانچہ تمہیں شاباکا کا شکرگزار ہونا چاہیے۔ کہ اس نے میری دعوت قبول کرلی ہے اور تھوڑے عرصے کے لیے ایتھوپیا میں قیام کرنے کے لیے آگیا ہے۔ اور دیکھو میں بھی ملکوں ملکوں گھوم کر اور خوب سا علم حاصل کرکے واپس آگیا ہوں کہ اپنے علم اور اپنی حکمت کو تم پر یوں نچھاور کردوں جس طرح سورج اپنی روشنی تم پر نچھاور کردیتا ہے س کے علاوہ مجھے اپنے ملک کا وہ قانون بھی یاد ہے جس کی وجہ سے مجھے اپنے وطن ور تاج و تخت کو چھوڑنا پڑا تھا۔ ہاں میں یہ قانون بھولا نہ تھا۔ چنانچہ میں نے ایک نیا چھان ماری اور آخر کار اپنی بیوی بنانے کے لیے اس عورت کو تلاش کرلیا۔ جو نیا کی حسین ترین عورت ہے۔ میں نے اس حسینہ کو اپنی بیوی بنالیا ہے۔ اور وہ

بھی میرے ساتھ آئی ہے۔ کہ تمہاری ملکہ بنے۔ کریما۔ میری بیوی آگے آؤ۔ اور میرے لوگوں پر اپنے حسن کی بجلیاں گراؤ۔"

چنانچہ کریما آگے بڑھی اور کشتی کے سرے پر اور بیس کے قریب کھڑی ہوگئی کریما اور بیس کا عجب مضحکہ خیز جوڑا تھا۔ ایتھوپیا والے اپنے بادشاہ کو سجدہ کرکے اٹھ چکے تھے اور اب کریما کا جائزہ لے رہے تھے۔ اور پھر ان میں سے ایک نے کہا۔

"قارون اسے حسین کہتا ہے۔ لیکن یہ حقیقت میں سفید اور بدصورت ہے۔"

"بہرحال وہ معلوم تو عورت ہی ہوتی ہے۔" دوسرا بولا۔

"کم سے کم اس کے خدوخال تو نسائی ہیں۔" تیسرے نے رائے دی۔

"ہاں۔ یہ عورت ہی ہوسکتی ہے کیونکہ قارون نے اس سے شادی کرلی ہے اور مرد ظاہر ہے کہ عورت سے ہی شادی کرتا ہے۔" چوتھے نے فلسفہ بگھارا۔ اور بھئی اکثر معاملات میں خود بادشاہ بھی اپنی بیوی کا انتخاب خود ہی کرتا ہے کیونکہ کسی کا مذاق کیسا ہوتا ہے اور کسی کا کیسا----؟"

"خاموش۔" بیس نے تحکمانہ لہجے میں کہا۔ اگر میری بیوی آج تمہیں حسین نہیں معلوم ہو رہی تو کل حسین معلوم ہوگی۔ بس اب ہٹ جاؤ۔ ہمیں کشتی سے اترنے اور آرام کرنے دو۔"

چنانچہ ہم نے خشکی پر قدم رکھا اور میں نے ان لوگوں کا جائزہ لیا۔ جو ہمارے استقبال کو آئے تھے۔ وہ سب کے سب عظیم الجثہ تھے۔ ان کی رنگت کوئلے کی طرح کالی اور ہونٹ موٹے تھے۔ ناک چپٹی اور دیدوں کی سفیدی زردی مائل ان کے بال گھونگریالے اور گھنے تھے۔ داڑھی چھوٹی اور ان کے ہونٹوں پر ہمیشہ مسکراہٹ ناچتی رہتی تھی۔ رہے ان کے لباس تو لباس کے نام پر ایک چیتھڑا ان کی ستر پوشی کر رہا تھا۔ البتہ معمر لوگوں نے اور افسروں نے چیتے یا شیر کی کھال اپنے کندھوں پر ڈال رکھی تھی۔ جو آگے سینے پر اور پیچھے کمر پر سے ہوتی ہوئی گھٹنوں تک پہنچتی تھی اور ان سب کی کمر کے گرد ٹپکے بندھے ہوئے تھے۔ وہ سب کے

سب یوں مسلح تھے گویا جنگ پر جارہے ہوں۔ ہر ایک کے پاس ایک لمبی کمان، چھوٹی تلوار اور ایک گول ڈھال تھی۔ جو دریائی گھوڑے کی کھال کی بنی ہوئی تھی۔ معلوم ہوتا ہے کہ ایتھوپیا میں سونے کی کمی نہ تھی۔ کیونکہ ان میں ادنیٰ سے ادنیٰ آدمی اپنی کلائیوں میں سونے کے وزنی کڑے پہنے ہوئے تھا۔ رہے افسر تو وہ صحیح معنوں میں سونے میں پیلے ہو رہے تھے۔ انہوں نے نہ صرف اپنی گردن میں سونے کی لڑیاں ڈال رکھی تھیں۔ بلکہ ٹخنوں میں بھی جھانجھ کی قسم کے کڑے پہن رکھے تھے۔ چند افسروں نے اپنے بالوں میں شترمرغ کے پر لگا رکھے تھے اور چند لوگوں کے ماتھوں پر ایک فیتے کے ذریعے سونے کا ٹڈا بندھا ہوا تھا۔ یہ لوگ میرے خیال میں مذہبی رہنما یا مہنت تھے۔ ہمارا استقبال کرنے والوں میں ایک بھی عورت نہ تھی۔

سورج غروب ہو رہا تھا۔ کہ ہمیں ایک بے حد خوبصورت خیمے میں لے جایا گیا۔ جس کے دروازوں کے سامنے ریشمی شامیانہ تنا ہوا تھا۔ خیمے میں پہنچے تو دیکھا کہ ہمارے لیے کھانا تیار دسترخوان پر چنا ہوا تھا۔ گوشت ابلی ہوئی ترکاریاں اور دوڑ البتہ بیس کو ہم سے الگ ایک دوسرے ہی خیمے میں لے جایا گیا۔ ایتھوپیا والوں کی اس حرکت نے کریما کو غصہ و غضب کی دیوی بنادیا۔

ابھی ہم کھانے سے فارغ ہوئے ہی تھے۔ کہ ایک حاجب خیمے میں دراتا گھس آیا اور اپنے پھیپھڑوں کا پورا زور لگا کے چیخنے لگا۔

"جھک جاؤ---- ہاں جھک جاؤ۔ مقدس ٹڈا تشریف لا رہے ہیں۔ قارون تشریف لا رہے ہیں۔"

یہاں میں یہ بتا دوں کہ قارون کے لقب کا مطلب "عظیم ٹڈا" لیکن کریما چونکہ اس سے واقف نہ تھی اس لیے اس نے بڑی سادگی سے پوچھا۔ کہ وہ کیوں جھک جائے ایک بے حقیقت ٹڈے کے سامنے۔ چنانچہ اس نے سجدہ کرنے سے انکار کردیا۔ حتیٰ کہ کریما نے اس وقت بھی سجدہ نہ کیا۔ جب بیس خیمے میں داخل ہوا۔ اور وہ بڑی شان و تمکنت سے ایک بے حد لمبا جبہ پہنے ہوئے تھا جس کا دامن دو دیوہیکل شخص اپنے دونوں ہاتھوں میں سنبھالے بیس کے پیچھے چل رہے تھے۔ خیمے میں داخل ہوا۔ بیس کی یہ وضع دیکھنے کے قابل تھی اس فوق البھڑک لباس اور بے

حد لمبے جبے میں بیس اس قدر مضحکہ خیز معلوم ہو رہا تھا۔ کہ میں اور میری والدہ اپنی ہنسی چھپانے کے لیے بیس کے سامنے ضرورت سے زیادہ ہی جھک گئے۔ لیکن کریما نے کہا۔

"میرے شوہر اگر تم نے اپنے جبے کا دامن سنبھالنے کے لیے دو دیوؤں کے بجائے دو چھوٹے چھوٹے بچوں کا انتخاب کیا ہوتا تو مناسب ہوتا۔ اس کے علاوہ اگر تم ٹڈے کی نقل اتار رہے ہو تو یہ بڑی بھونڈی نقل ہے۔ کیونکہ ٹڈے کا رنگ ہرا ہوتا ہے اور تم نے جو لباس پہن رکھا ہے وہ سنہرا اور سرخ ہے اس کے علاوہ ٹڈے اپنے سر پر بھی نہیں لگاتے جیسے کہ تم نے لگا رکھے ہیں۔"

بیس نے اپنے دیدے یوں گھمائے جیسے بڑی تکلیف میں ہو بے چارا اور پھر گھوم کر اپنے دونوں خادموں کو رخصت ہو جانے کا اشارہ کیا۔ حالانکہ ہر دو کے بشرے سے ناگواری کے آثار عیاں ہوئے۔ غالباً وہ اپنے بادشاہ کو ہمارے ساتھ تنہا چھوڑنا نہ چاہتے تھے۔ تاہم انہوں نے بیس کے حکم کی تعمیل کی۔ ان کے باہر جاتے ہی بیس نے خیمے کے دروازہ کا پردہ گرادیا۔ اور اپنا فوق البھڑک لباس یا جبہ اتار کر الگ پھینکا۔ اور اپنی بیوی کی طرف دیکھتے ہوئے بڑے پیار سے کہا۔

"جان قارون۔ تمہیں کم سے کم یہ بات تو سمجھ لینی چاہیے۔ کہ ایتھوپیا والوں کے رسم و رواج مصریوں سے مختلف ہیں مصر میں غلام تھا۔ مگر بہت خوش اور مطمئن تھا۔ اور پھر وہاں تم حسین اور فاضلہ بھی سمجھی جاتی تھیں۔ اب یہاں میں بادشاہ ہوں مگر خوش اور مطمئن نہیں ہوں۔ اس کے علاوہ ایک اجنبی کی طرح محسوس کر رہا ہوں۔ جواب دینے کی کوئی ضرورت نہیں البتہ یہ سن لو کہ سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا۔ بہرحال تمہیں چند دنوں کے لیے میری بیوی تسلیم کرلیا گیا ہے جب ہم شہر نڈا میں پہنچ جائیں گے تو میرے خاندان کے "بڑوں" کا اجلاس ہوگا اور وہی فیصلہ کریں گے کہ تمہیں ایتھوپیا کی ملکہ تسلیم کرلیا جائے یا نہیں۔ نہیں۔ نہیں۔ کچھ کہنے کی کوشش نہ کرو۔ بلکہ پہلے سن لو۔ جو کچھ مجھے کہنا ہے۔ کیونکہ میرا بلاوا آیا ہی چاہتا ہے۔ تم میری بیوی بے شک ہو۔ لیکن چونکہ اب تک تمہیں ملکہ نامزد نہیں کیا گیا ہے اس لیے ہم دونوں ساتھ نہیں ہوسکتے۔ چنانچہ میں الگ ایک

خیمے میں سوؤں گا۔ کیونکہ ٹڈے لکے سونے کا وقت آگیا ہے۔ تم خاتون کے ساتھ سوؤگی اور شاباکا کے لیے الگ ایک خیمے کا انتظام کردیا گیا ہے۔ بیوی بے فکر ہو کر سو رہو۔ لوسنو۔ وہ پکار رہے ہیں مجھے۔"

"دیوتا سمجھیں ان کالے بھوتوں سے۔" کریما نے دانت پیس کر کہا۔ اگر میرا بس چلتا تو آج رات میں اس کشتی میں جاکر سوتی۔ جو مصر کی طرف جارہی ہے۔ تم کیا کہتے ہو شاباکا؟"

لیکن میں نے کوئی جواب نہ دیا۔ میں کریما کو اپنی والدہ کے ساتھ چھوڑ کر بیس کے پیچھے ہی پیچھے خیمے سے باہر آگیا۔ باہر سیاہ فاموں کا جم غفیر بیس کو اس کے خیمے میں پہنچانے کے لیے منتظر کھڑا تھا۔ انہوں نے بیس کو ایک عالی شان خیمے میں پہنچا دیا۔ اور خود وہ لوگ خیمے کے باہر چاروں طرف بیٹھ کر مختلف ساز دھیمے سروں میں بجانے لگے۔

اس کے بعد خدا جانے کسی نے مجھے بھی اپنے خیمے میں پہنچا دیا ہے۔ خیمے میں نرم آرام دہ بستر بچھا ہوا تھا۔ چنانچہ میں نے اپنے آپ کو بستر پر ڈال دیا۔ لیکن مجھے نیند نہ آئی۔ کیونکہ اول تو میں بے تحاشہ ہنس رہا تھا۔ اور پھر ان سازوں اور ڈھول کی آواز بھی میری نیند کو بھگا رہی تھی۔ جو کہ بیس کو سلانے کے لیے بجائے جارہے تھے۔ اب میری طرح آپ نے بھی سمجھ لیا ہوگا کہ بیس نے بادشاہت پر غلامی کو کیوں ترجیح دی تھی۔

دوسرے دن میں علی الصبح بیدار ہو کر دریا پر غسل کرنے کے لیے پہنچا۔ جب کہ میں غسل کی تیاریاں کر رہا تھا تو شاہ ایتھوپیا قارون نمودار ہوا۔ وہ بھی نہانے آیا تھا۔ اس کے محافظ اس سے چند قدم پیچھے چل رہے تھے۔

"آقا گذشتہ رات۔ میری عجیب رات گزری ہے۔" اس نے مجھے مطلع کردیا۔ ایسی بے چین رات جس میں مجھے باربار غصہ آیا پہلے کبھی نہ گزری تھی۔ رات بھر وہ کمبخت باجے بجا اور ڈھول پیٹتے رہے۔"

"تو پھر تم نے انہیں منع کیوں نہیں کردیا۔"

"ایتھوپیا کے قدیم قانون کی رو سے ایسا نہ کرسکتا تھا۔ بہرحال اب سورج طلوع ہونے تک میں اپنی مرضی کا مالک ہوں۔ چنانچہ میں یہاں وہ نیلے آبی کنول لینے آیا ہوں کہ انہیں کریما کی خدمت میں پیش کردوں۔ کیونکہ یہ کنول اسے بے حد پسند ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ گذشتہ رات اسے غصہ آگیا ہوگا اور میرا یہ تحفہ اس کا غصہ دور کرے گا۔"

"ارے وہ تو سچ مچ غضب کی دیوی بن گئی تھی۔ میں نے کہا۔ "کم سے کم جب میں اس خیمے سے باہر آیا ہوں تب تو وہ غصے میں بھری ہوئی تھی۔ بیس! تم نے اپنے لوگوں کو منع کیوں نہ کیا۔"

"کاہے سے؟"

"اسی بات سے کہ انہوں نے خود کریما کے منہ پر اسے بدصورت کہا۔"

"اب میں انہیں اس سے کس طرح منع کرسکتا تھا۔ بھلا؟ آپ سنتے آئے ہوں گے کہ ایتھوپیا والے اپنی ایک خصوصیت کی وجہ سے دنیا بھر میں مشہور ہیں۔ اور وہ خصوصیت ہے سچ بولنا۔ وہ ہمیشہ سچ بولتے ہیں اور اس کا اظہار کرتے کبھی نہیں جھجکتے۔ چنانچہ ایتھوپیا والوں کو میری بیوی چونکہ ہمارے یہاں کی عورتوں سے مختلف ہوتی ہے اور بدصورت معلوم ہوئی۔ اس لیے اگر انہوں نے اسے بدصورت کہہ دیا تو سچ کہا۔"

"اگر یہ سچ ہے۔ پھر یہ بھی سچ ہے بیس کہ تمہاری بیوی کو یہ حقیقت بیانی ذرا پسند نہیں آئی۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ وہ اپنی ناپسندیدگی کا اظہار تمہارے سامنے آج ہی کردے گی۔ تمہارے لوگ مجھے بھی بدصورت سمجھتے ہیں کیا؟"

"ہاں۔ وہ آپ کو بھی بدصورت سمجھتے ہیں۔ لیکن ان کا یہ بھی خیال کہ تم بہرحال مرد معلوم ہوتے ہو۔ کمان کا چلہ کھینچ سکتے اور تلوار چلا سکتے ہو۔ اور ایتھوپیا والوں کے نزدیک یہ بھی بڑی خصوصیات ہیں۔ رہی آپ کی والدہ۔ تو ان کے متعلق میرے لوگ خاموش ہیں۔"

"یہ کیوں-----؟"

"اس لیے کہ وہ بوڑھی ہیں اور میرے لوگ بوڑھوں کی عزت کرتے

ہیں۔ کیونکہ مقدس ٹڈا انہیں جلد ہی اٹھا کر لے جانے والا ہوتا ہے۔"

میں نے ایک قہقہہ لگایا اور بیس کے ساتھ کنول توڑنے کے لیے آگے بڑھ گیا۔ ایک طرف نرسلوں کا جمگھٹا تھا جو دریا کے دھارے کی وجہ سے جال کی طرح بن گیا تھا۔ کنول انہیں نرسلوں کے قریب اگے ہوئے تھے۔ بیس نرسلوں کے جال پر پیٹ کے بل لیٹ گیا۔ اور کنول توڑنے کے لیے اس نے اپنے ہاتھ آگے بڑھا دیئے۔ اس کے ساتھ کنارے پر کھڑے حیرت سے ہماری طرف دیکھتے رہے۔ بیس نے اپنے ہاتھ بڑھا کے دو بڑے کنول توڑے ہی تھے۔ کہ دفعتہً نرسلوں کا وہ جال جس پر بیس لیٹا تھا بیچ میں سے شق ہوگیا اور بیس چھپاک سے پانی میں گرا۔

دوسرے ہی لمحے پانی میں بھنور سا پیدا ہوا اور مجھے ایک غیر معمولی طور پر بڑے اور بھورے رنگ کے گھڑیال کی جھلک نظر آ گئی۔ میں بیس کی طرف بھاگا بیس عمدہ پیراک تھا چنانچہ وہ گھڑیال سے بچنے کے لیے تیزی سے مڑ گیا۔ لیکن میں نے گھڑیال کے جبڑے بند ہونے کی آواز سنی اور اس کے دانت بیس کے اس پٹکے میں پیوست ہوگئے۔ جو اس نے اپنی کمر سے باندھ رکھا تھا۔

"کمبخت نے پکڑ لیا مجھے۔ الوداع۔" بیس نے کہا اور دوسرے ہی لمحے وہ تہہ آب تھا۔ میں کہہ چکا ہوں کہ میں بھی غسل کرنے کی غرض سے کپڑے اتار چکا تھا لیکن وہ پٹکا نہ اتارا تھا کہ جس میں میرا خنجر رسا ہوا تھا۔ دوسرے ہی لمحے میں خنجر کو بے نیام کرکے اپنے ہاتھ میں لے چکا تھا۔ کنارے پر کھڑے ہوئے لوگ انتہائی خوف کے عالم میں چیخ چلا رہے تھے۔

میں دریا میں کود پڑا۔ مصر میں کوئی ایسا نہ تھا۔ جو پیراکی میں میرا مقابلہ کر سکتا ہو۔ اس کے علاوہ میں اپنی آنکھیں کھلی رکھ کر غوطہ مار سکتا اور کافی دیر تک اپنا سانس روک سکتا تھا۔ یہ مشق دیر تک تہہ آب رہنے کی میں نے بچپن سے بہم پہنچائی تھی کہ فوراً ہی مجھے وہ گھڑیال نظر آیا جو بیس کو دبوچے دریا کی تہہ کی جانب جا رہا تھا۔ لیکن یہاں پر دریا کچھ زیادہ ہی گہرا تھا۔ چنانچہ دو چار ہاتھ چلانے کے بعد ہی میں گھڑیال کے نیچے پہنچنے میں کامیاب ہوگیا اور پھر میں نے اپنی پوری قوت ہاتھ میں سمیٹ کر خنجر چلا دیا۔ خنجر گھڑیال کے حلقوم کے نرم حصے میں اتر گیا۔ فولاد کی تیز

چبھن محسوس کرکے آبی عفریت نے بیس کو چھوڑ دیا اور میری طرف گھوم گیا۔ میں نہیں جانتا کہ کیا ہوا۔ اور کیسے ہوا۔ لیکن یہ حقیقت ہے کہ وہ دوسرے ہی لمحے گھڑیال پر سوار تھا۔ اور اس کی آنکھوں پر وار پر وار کر رہا تھا۔ ایک وار نشانے پر بیٹھا۔ کیونکہ گھڑیال درد و کرب سے بیتاب ہوکر سطح پر اس طرح ابھرا کہ میں بدستور اس کی پیٹھ پر سوار تھا اور سطح پر ابھرتے ہی میں لمبے لمبے سانس لینے لگا۔

چنانچہ میں یوں گھڑیال پر بیٹھا سطح آب پر نمودار ہوا کہ جس طرح آپ گھوڑے پر سوار ہوتے ہیں اور میں اندھا دھند خنجر چلا رہا تھا۔ بیس قریب ہی تھا اور اپنی آنکھیں پھاڑے میری طرف دیکھ رہا تھا۔ لیکن چونکہ نہتا تھا۔ اس لیے میری کوئی مدد نہ کر سکتا تھا۔ گھڑیال مرا نہ تھا۔ البتہ وہ تکلیف اور غصہ سے دیوانہ ہو رہا تھا۔ اور کنارے پر کھڑے لوگ شور مچاتے ہوئے ایتھوپیا والے بھی میری کوئی مدد نہ کر سکتے تھے۔ وہ کمان سے مسلح تھے مگر اس خوف سے تیر نہ چلا سکتے تھے کہ مبادا تیر میرے ہی بدن میں پیوست ہو جائے۔---- گھڑیال نے پلٹ پلٹ کر میری ٹانگ پکڑنے کی کوشش کی اور پھر غوطہ مار گیا۔ میں اس کی پیٹھ پر ہی سوار تھا۔

اور اب مجھے ایک ترکیب سوجھی۔ جیسے ہی گھڑیال نے اپنا جبڑا کھول کر میری طرف چلایا۔ میں نے اپنا خنجر والا ہاتھ اس کے منہ میں گھسیڑ کر خنجر کھڑا کر دیا۔ یعنی اس طرح کہ خنجر کا دستہ تو اس کی زبان پر ٹکا رہا تھا اور نوک تالو میں گھسی ہوئی تھی۔ گھڑیال نے اپنا منہ بند کرنے کی کوشش کی تو خنجر کی نوک اس کے تالو میں مزید اتر گئی اور وہ اپنا منہ بند نہ کر سکا۔ میں نے اپنا ہاتھ اس کے منہ سے کھینچ لیا اور تیر کر سطح پر آ گیا۔ اس جدوجہد یا گھڑیال سے جنگ میں میری کلائی پر ایک معمولی سا زخم آ گیا تھا اور بس۔ میں سطح پر ابھرا۔ کہ فوراً ہی گھڑیال بھی سطح پر ابھر آیا۔ وہ خون اگل رہا تھا۔ تڑپ رہا تھا۔ اور قلابازیاں سی کھا رہا تھا۔ اس کے بعد مجھے یاد نہیں کہ کیا ہوا۔ یہاں تک کہ میں نے اپنے آپ کو ساحل کی ریت پر پڑا پایا۔ ایتھوپیا والے مجھے گھیرے ہوئے تھے اور بیس میرے قریب کھڑا ہوا تھا۔ میں نے یہ بھی دیکھا کہ کنارے کے اتھلے پانی میں گھڑیال کی لاش تیر رہی تھی۔ اور میرا خنجر اب بھی اس کے جبڑوں میں پھنسا ہوا تھا۔ "کہیں زخم تو نہیں آیا آقا۔" بیس نے

چیخ کر پوچھا۔

"معمولی سا۔" اور میں اٹھ کر بیٹھ گیا۔ میری کلائی سے تازہ تازہ خون نکل رہا تھا بیں نے کریما کو جو شب خوابی کے ناکافی لباس میں دوڑی چلی آئی تھی ایک طرف کو دھکیل دیا اور بولا۔ "بیوی اپنے خیمے میں جاؤ۔ سب ٹھیک ہے۔ میں کنول کے پھول لے کر ابھی آیا۔"

اور اب بیں نے اپنی باہیں میری گردن میں ڈال دیں۔ اور وہ دیوانوں کی طرح میرا ماتھا اور ہاتھ چومنے لگا۔ پھر وہ ان لوگوں کی طرف گھوم گیا جو وہاں پر جمع تھے اور اس نے کہا۔

"گذشتہ رات تم لوگ اس بات پر جھگڑ رہے تھے کہ شاکا کو میرے ساتھ ایتھوپیا میں قیام کرنے کی اجازت دی جائے یا نہیں۔ کہو اب کیا کہتے ہو؟"

"اب ہم کچھ نہیں کہہ سکتے۔" انہوں نے ایک آواز ہو کر کہا۔ "یہ مصری انسان نہیں دیوتا ہے۔ کیونکہ جو کام اس نے کیا ہے۔ وہ دیوتا ہی کرسکتے ہیں۔"

"معلوم تو ایسا ہی ہوتا ہے۔ کیونکہ تم بھی انسان ہو۔ لیکن تم میں سے کسی نے بھی مجھے بچانے کی کوشش نہ کی۔"

بیں نے کہا۔ لیکن جان لو کہ شاکا دیوتا نہیں بلکہ تمہاری طرح انسان ہی ہے۔ لیکن وہ انسان جسے سورما کہتے ہیں۔ اس کے علاوہ یہ میرا بھائی بھی ہے۔" چنانچہ جب تک میں ایتھوپیا پر حکومت کروں گا یا تو شاکا بھی میرے ساتھ حکومت کرے گا یا پھر میں اس کے ساتھ چلا جاؤں گا۔"

"ایسا ہی ہوگا جیسا تم کہتے ہو قارون۔" وہ چلائے۔

اب مجھے اٹھا کر میرے خیمے کی طرف لے جایا گیا۔ خیمے کے سامنے میری والدہ منتظر کھڑی ہوئی تھیں۔ انہوں نے ایتھوپیا والوں کے سامنے بڑے فخر سے میرا ماتھا چوم لیا۔ اس پر ایتھوپیا والوں نے خوشی کے نعرے لگائے۔

تو یہ ہے گھڑیال سے میری جنگ کا واقعہ۔ اس میں میں اتنا اضافہ اور کرنا چاہتا ہوں کہ مجھے اپنے خیمے میں پہنچانے کے بعد بیں فوراً ہی کنول کے پھول توڑنے

کے لیے روانہ ہوگیا اور اس دفعہ کشتی میں سوار ہو کر نرسلوں کے جال تک پہنچا اور اپنی بیوی کے لیے کنول کے پھول لے آیا اس کی اس حرکت سے ایتھوپیا والوں کو یہ کہنے پر مجبور کردیا کہ ان کا بادشاہ اپنی بیوی کو بہت زیادہ چاہتا ہے۔ لیکن اتنا زیادہ بھی نہیں جتنا کہ مجھے چاہتا ہے۔

اسی دن سہ پہر کے وقت میرے لیے ڈولی کا انتظام کیا گیا اور ہم شہر نڈا کی طرف روانہ ہوگئے اور چوتھے دن اس کے سامنے پہنچ چکے تھے۔ جب ہم شہر کے قریب پہنچے تو بارہ ہزار سپاہیوں کی رجمنٹ ہمارے استقبال کو نکل آئی۔ ہم ان سپاہیوں کی معیت میں جو مختلف ساز بجا بجا کر قومی ترانہ بجا رہے تھے۔ بیں یا شاہ ایتھوپیا قارون کے دارالسلطنت میں داخل ہوئے یہ کافی بڑا شہر تھا۔ مکانات گارے سے بنائے گئے تھے۔ اور ان کی چھتیں پھوس کی تھیں۔ یہ شہر ایک وسیع و عریض میدان میں آباد تھا۔ جس کے وسط میں ایک چٹان سربلند کئے کھڑی تھی۔ اس چٹان کی چوٹی پر ایک سیاہ سنگ مرمر کی ایک عمارت تھی۔ جس کا کلس سونے کا تھا۔ یہ مقدس نڈے کا ہیکل تھا۔ یہ ہیکل مصر کے ہیکلوں سے مشابہ تھا اور اس میں بہت سے موٹے موٹے ستون تھے۔ اس ہیکل کے اردگرد مکانات تھے اور ان میں سے ایک قارون کا محل تھا۔ ان مکانات کے گرد بلند اور مضبوط چار دیواری تھی۔ گویا یہ چٹان ایک مستحکم قلعہ تھی۔ سفید چھتوں والی حویلیوں کی وجہ سے یہ چٹان یا ٹیلہ اس قدر حسین معلوم ہو رہا تھا کہ میں نے ایسا حسین ٹیلہ کسی اور جگہ نہیں دیکھا۔

میں اپنی ڈولی سے اتر کر اپنی والدہ اور کریما کی ڈولی کے قریب پہنچا۔ اور ان کے سامنے اس خیال کا اظہار کیا۔ میں بیں سے بھی یہی کہنا چاہتا تھا۔ لیکن چونکہ وہ بادشاہ اور عظیم تھا۔ اس لیے اس کے قریب پہنچنا ممکن نہ تھا۔

"اہل بیٹے۔ میری والدہ نے کہا۔ بہت خوبصورت عمارتیں ہیں۔ یہ طویل سفر اتنا برا نہیں رہا۔ کیونکہ ایسا عجیب و یادگار منظر دیکھنے کو ملا۔"

"میں یہ پورا منظر پہلے بھی دیکھ چکی ہوں۔" کریما نے کہا۔

"پہلے بھی دیکھ چکی ہو کب؟" میں نے پوچھا۔

"یہ تو مجھے یاد نہیں۔ شاید اس وقت جب میں مقدس تانوفیر کا جام تھی۔ بہرحال میں تو ابھی سے اکتانے لگی ہوں۔ تم ہی کہو شاباکا اس شہر کو کون پسند کرے گا کہ جہاں کے لوگ سفید رنگت والوں کو بدصورت سمجھتے ہیں اور بیوی کو اپنے شوہر کے پاس جانے تک نہیں دیتے۔"

"کیا واقعی نہیں جانے دیتے۔"

"آدھی رات اور پوپھٹنے کے درمیان بیوی کو اس کی اجازت ہوتی ہے کیونکہ اس وقت وہ اپنی وحشت ناک موسیقی بند کر دیتے ہیں۔"

"کریما ان رسومات کو بدلنا اب تمہارا کام ہے۔ بلکہ فرض ہے۔"

"بے شک۔ یہ میرا فرض ہے۔" اس نے کہا۔

اس کے بعد میں واپس جا کر اپنی ڈولی میں بیٹھ گیا۔

باب 15

شہر نڈا کے دروازے پر ہمارا شاندار استقبال کیا گیا ممنت نڈے کا عظیم الشان بت رتھ میں رکھے باہر آئے اور میں سوچنے لگا کہ سونے کے اس نڈے کی قیمت کتنی ہوگی۔ درباری اور مشیر بھی آئے۔ یہ سب کے سب بہت بوڑھے تھے کیونکہ ایتھوپیا کے اکثر باشندے سو سال سے زیادہ جی جاتے ہیں۔ چونکہ وہ بیں کی جگہ ملک کا انتظام کرتے کرتے تھک گئے تھے۔ اسی لیے انہوں نے بیں کا بڑی خندہ پیشانی سے استقبال کیا۔ اور سوائے بیں کے پورے ایتھوپیا میں کوئی ایسا شخص تھا نہیں جو براہ راست شاہان ایتھوپیا کی اولاد ہو اور تخت پر رونق افروز ہو سکتا ہو۔

اور پھر سینکڑوں ہزاروں عورتیں تھیں، چوڑے چوڑے چہروں والی مسکراتی ہوئی عورتیں جن کی سیاہ جلد چمک رہی تھیں کیونکہ انہوں نے اپنے جسم پر تیل چپڑ رکھا تھا۔ ان عورتوں نے لباس کے نام اپنی کمر سے ایک کپڑا باندھ رکھا تھا البتہ وہ سب کی سب زیورات سے لدی ہوئی تھیں۔ ان کے کانوں میں وزنی بالیاں اور ناک میں بڑے بڑے نتھ تھے۔ بالکل ایسے ہی جیسے کہ مصر میں بیلوں کی ناک میں ڈالے جاتے ہیں میری والدہ تو ان عورتوں کو دیکھ کر ہنس پڑیں۔ لیکن کریما نے کہا۔ کہ اس نے ایسی بے ڈول گھناؤنی اور نفرت انگیز عورتیں پہلے کبھی نہ دیکھی تھیں۔"

یہ ایتھوپیا والے عجیب تھے بالکل بچوں کی طرح ہنستے اور تالیاں بجاتے تھے۔ بڑے ہی خوش طبع' بے فکرے اور رحم دل تھے۔ یہ لوگ اور کسی بھی چیز کے متعلق ایک منٹ سے زیادہ نہ سوچ سکتے تھے۔ چنانچہ آپ انہیں بیک وقت ہنستے اور روتے دیکھ سکتے ہیں۔ لیکن انہی لوگوں میں وہ طبقہ بھی تھا جو طبقہ اعلیٰ کہلاتا تھا۔ یہی لوگ عالم و فاضل ہونے کے علاوہ قدیم علم سے بھی واقف تھے یہی لوگ قانون ساز تھے یہی وہ لوگ تھے جن کی ہر اس بات اور ہر اس حرکت میں جو بادی النظر میں احمقانہ معلوم ہوتی تھی۔ بڑے گہرے معنے اور فوائد پوشیدہ ہوتے تھے۔ یہی وہ لوگ تھے جو مندروں کے نقشے بناتے اور ان کی تعمیر کرتے تھے۔ اور یہی وہ لوگ تھے جو سونے اور دوسری دھاتوں کی کانوں کا انتظام کرتے تھے۔ حقیقت میں یہی لوگ ملک کے آقا بلکہ داتا تھے۔ بقیہ جو تھے وہ گویا غلام تھے۔ لیکن یہ غلام بھی خوش حال تھے کیونکہ اس زرخیز ملک میں ضروریات زندگی کی کوئی کمی نہ تھی۔ اور یہ غلام وہ کرتے تھے جو کچھ ان سے کہا جاتا تھا۔

اس طرح ان کی زندگی ایک ڈگر پر چلی جاتی تھی۔ وہ ناچتے اور گاتے۔ جو کام ان کے سپرد کیا جاتا اسے کرتے پوجا پاٹ کرتے اور اپنے عزیزوں سے خصوصاً اپنے بچوں سے جن کی افراط تھی۔ محبت کرتے۔ اور جب وقت آتا۔ تو جس طرح ہنسی خوشی جی رہے تھے اسی طرح ہنسی خوشی مرتے۔ ایتھوپیا والے روایتاً" اور فطرتاً" سپاہی اور جنگجو تھے۔ تیر چلانے میں وہ اپنی مثال آپ تھے۔ اور جب بھی موقع ملتا جنگ کرنے سے دریغ نہ کرتے۔ جنگ ان کی گھٹی میں پڑی تھی چنانچہ بات بے بات کسی سے بھڑ جانا ان کی عادت تھی۔ جب ہم ایتھوپیا پہنچے ہیں تو یہ جنگجو قوم بہت ہی بیزار تھی کیونکہ اب ان کا کوئی دشمن نہ رہا تھا۔ جس سے یہ قوم جنگ کرسکتی۔ چنانچہ انہوں نے بیس سے مطالبہ کیا کہ وہ فوراً کسی بھی ملک پر چڑھائی کردے۔ کیونکہ وہ لوگ اپنی بیوی بچوں میں پڑے پڑے اور کھیتوں میں ہل چلاتے چلاتے تھک گئے تھے۔

ایتھوپیا والوں کے متعلق یہ باتیں رفتہ رفتہ مجھے معلوم ہوئیں اور یہ بھی معلوم ہوا کہ ان لوگوں کی فوجی قوت بڑی زبردست تھی۔ وہ ایک وقت میں ستر

ہزار کا لشکر دشمن کے خلاف بھیج سکتے اور ملک کی حفاظت کے لیے کافی سے زیادہ سپاہی پیچھے چھوڑ سکتے تھے۔ اکثر لوگوں کی معلومات دوسرے ممالک کے متعلق صفر تھیں۔ اور وہ نہ جانتے تھے کہ ایتھوپیا کی سرحد کے اس پار کیا ہے۔ البتہ طبقہ اعلیٰ کے لوگ جن کا ذکر میں کرچکا ہوں۔ دوسرے ممالک سے ناواقف نہ تھے کیونکہ وہ مصر اور دیگر ممالک کی سیاحت کرچکے تھے۔ کہ ان ممالک کے رسم و رواج کا مطالعہ کرچکے تھے۔ رہا ان کا مذہب تو ان کا صرف ایک دیوتا تھا اور وہ تھا ٹڈا۔ تو ایسے تھے ایتھوپیا والے۔

بیس کے استقبال اور اس کی تاجپوشی کی جو رسومات ادا کی گئیں ان کے متعلق میں کچھ زیادہ نہیں جانتا۔ میں ان رسومات میں شریک نہ ہوسکا۔ اور سبب اس کا یہ تھا کہ گھڑیال کے دانتوں میں کسی قسم کا زہر تھا۔ جو میرے خون میں سرایت کرگیا اور میں پورے ایک مہینہ تک ایک بے حد عمدہ اور آرام دہ کمرے میں کھاٹ پر پڑا رہا اگر ایتھوپیا کے قابل ملاحوں کی کوششیں اور میری والدہ کی تیمارداری اور دعائیں شامل حال نہ ہوتیں تو شائد میں زندہ نہ رہ سکتا۔ یہ میری والدہ ہی تھیں کہ انہوں نے جراحوں کے اس ارادے کی مخالفت کی۔ کہ میرا ہاتھ کاٹ دیا جائے۔ بے شک وہ میرا ہاتھ کاٹ ڈالنا چاہتے تھے۔ لیکن میری والدہ سختی سے انکار کرتی رہیں اور یہ اچھا ہی ہوا کیونکہ میرا زخم مندمل ہوگیا اور ہاتھ پہلے ہی کی طرح پر قوت ہوگیا۔ قصہ مختصر میں آخر کار تندرست و توانا ہوگیا اور بیس نے مجھے اپنے لوگوں کے سامنے پیش کیا۔ بیس مجھے لے کر مندر کے سامنے والے چبوترے پر چڑھ گیا اور پھر وہاں کھڑے ہو کر اور میری طرف اشارہ کرکر کے اس نے لوگوں کو بتایا کہ میں اس کی جان بچانے والا۔ اور نجات دہندہ ہوں اور یہ کہ ایتھوپیا میں اس کے بعد میرا ہی درجہ ہے اور لوگوں نے جس طرح خوشی کے فلک بوس نعروں کے ساتھ بیس کے اس اعلان کی تائید کی اسے میں کبھی فراموش نہ کرسکوں گا۔

کریما کو بھی بیس کی بیوی کے طور پر لوگوں کے سامنے پیش کیا گیا۔ معززین ایتھوپیا کا فیصلہ ہوچکا تھا اور انہوں نے کریما کو بیس کی بیوی اور ملکہ تسلیم کرلیا تھا۔

لیکن میں سمجھتا ہوں کہ مجبوراً کیونکہ وہ بیس کے بچے کی ماں بننے والی تھی۔ ورنہ یہ حقیقت ہے کہ کریما کا حسن ایتھوپیا والوں کے نزدیک بدصورتی تھی اور یہ بات بھی ان کی سمجھ میں نہ آئی تھی کہ ان کے بادشاہ نے جو سیاہ فام تھا اپنے لیے سفید رنگت والی بیوی کو کیوں پسند کیا تھا۔ خصوصاً اس صورت میں جبکہ اسے صرف ایک ہی بیوی کرنا تھی۔ یہاں میں یہ بتا دوں کہ ایتھوپیا کے بادشاہ کو ایک سے زیادہ بیویاں کرنے کی اجازت نہ تھی۔ کیونکہ ایتھوپیا والوں کو خوف تھا کہ کہیں سوتیلے بھائی تخت و تاج کے لیے ایک دوسرے کے گلے نہ کاٹنے لگ جائیں اور اس طرح خانہ جنگی کا آغاز ہو جائے جو ایتھوپیا کے ضرب المثل اتحاد کو پارہ پارہ کردے۔ قصہ مختصر کریما کو انہوں نے خاموشی سے قبول کرلیا۔ انہوں نے نہ تو خوشی کے نعرے لگائے اور نہ ہی تالیاں بجائیں۔ البتہ آپس میں کانا پھوسی ضرور کیں۔ ان لوگوں کی اس حرکت نے کریما کو غصے کردیا۔

بہرحال نو مہینے پورے ہونے کے بعد کریما نے ایک لڑکے کو جنم دیا۔ جو ایتھوپیا ہی والوں کی طرح کالا کوئلہ تھا۔ اور ان کے معیار حسن پر بھی پورا اترتا تھا۔ اس کے علاوہ وہ اپنے باپ کی طرح بونا اور بدقطع بھی نہ تھا۔ لڑکے کی پیدائش کے بعد ایتھوپیا والے کریما کے حق میں ذرا نرم پڑ گئے------ اور پھر دوسرے بچے کی پیدائش کے بعد تو وہ اس سے محبت کرنے لگے۔ لیکن کریما نے انہیں معاف نہ کیا تھا۔ چنانچہ وہ ان سے نفرت ہی کرتی رہی۔ اس کے علاوہ کریما کو اپنے بچوں سے بھی اتنی محبت نہ تھی جتنی کہ ایک ماں کو اپنی اولاد سے ہوتی ہے اور سبب اس کا یہ تھا کہ دونوں ہی بچے کالے تھے۔ اور کریما اکثر کہا کرتی تھی کہ ایتھوپیا والوں کا خون کس قدر زہریلا ہے کہ اس کے گورے بدن سے کالے بھوتوں نے جنم لیا ہے اور کریما کا یہ فتویٰ غلط بھی نہ تھا۔ کیونکہ خود میں اکثر دفعہ دیکھا تھا کہ اگر کوئی ایتھوپیا کسی دوسرے ملک یا قوم کی لڑکی سے شادی کرلیتا۔ تو پھر تین چار پشتوں تک اس کی نسل "کلوٹی" ہی رہتی۔ چنانچہ یہی وجہ تھی کہ بڑی شان و شوکت اور عیش و آرام سے رہنے کے باوجود کریما مصر کو یاد کرکے تڑپنے اور بے چین رہنے لگی اور اس کی یہ طلب اتنی شدید تھی کہ کریما اسے برداشت نہ کرسکی۔ اور اپنا وہ جادو

نے پوری فوج کو مختلف پروں میں تقسیم کردیا۔ ان پروں کے سپاہیوں کو چھوٹی تلوار اور ڈھالوں کے بجائے بڑی تلواروں اور بڑی ڈھالوں اور برچھوں سے مسلح کردیا۔ ہم نے تیراندازوں کی بھی نئے سرے سے تنظیم کی۔ اور انہیں صف بنا کر آگے بڑھنے اور اوٹ لے کر تیر چلانے کے گر سکھائے اور پھر بہترین سپاہیوں کو دستوں کا افسر بنادیا۔ چنانچہ یوں ہوا کہ میرے ایتھوپیا پہنچنے کے دو برس بعد ساٹھ ہزار تربیت یافتہ سپاہیوں کا لشکر تیار ہوچکا تھا۔ اور میں اس لشکر کو کسی بھی بادشاہ کی فوج کے مدمقابل لاسکتا تھا۔ کیونکہ یہ لوگ بڑے ہی بہادر ہونے کے علاوہ جیسا میں کہہ چکا ہوں بڑے ہی جنگجو تھے اس کے علاوہ ان کی کمانیں چونکہ زیادہ لمبی اور لچکدار تھیں اس لیے وہ مشرقیوں اور مصریوں سے بھی زیادہ دور تک تیر پھینک سکتے تھے------ ایتھوپیا کے امراء حیرت زدہ تھے کہ ان کا بادشاہ اور مصری شباکا یہ تیاریاں کررہے تھے کیونکہ انہیں کوئی اپنا دشمن نظر نہ آتا تھا۔ جس کے خلاف ایتھوپیا کی یہ زبردست فوج صف آرا ہوسکے۔ بہرحال ان کی یہ حیرت ہم نے دور کرنے کی کوشش نہ کی۔ قبل از وقت انہیں کچھ بتانا ضروری نہ تھا۔ البتہ ان سے صرف اتنا کہا گیا کہ سپاہیوں کو قواعد کرانا بہت ضروری ہے تاکہ وہ چاق و چوبند رہیں اور بوقت جنگ فوراً تلوار بے نیام کرلیں۔ کیونکہ ہم نے کہا۔ ہوسکتا ہے کہ ایتھوپیا والوں کی دولت کا حال سن کر شاہ شاہان کے منہ میں پانی بھر آئے اور وہ ایتھوپیا پر فوج کشی کردے۔ چنانچہ مہینوں پر مہینے گزرتے رہے اور میں وقتاً فوقتاً فوج کو ساتھ لے کر دور دراز کے علاقوں کا چکر لگاتا رہا۔ کہ سپاہیوں کو طویل سفر کرنے اور سامان سفر ساتھ لینے کی عادت پڑ جائے------ اور پھر ایک غم ناک واقعہ ہوا۔

میں ایک سرکش قبیلے کی جس نے چندا ایتھوپیا والوں کو قتل کردیا تھا۔ گوشمالی کرکے اور ان کے بہت سے مویشی ہنکا کے واپس آیا۔ تو معلوم ہوا کہ میری والدہ کا چل چلاؤ تھا وہ اس نجار میں مبتلا ہوگئی تھیں۔ جو سال کے اس موسم میں عام تھا۔ میری والدہ چونکہ بوڑھی اور کمزور تھیں اس لیے اس نجار سے گلو خلاصی حاصل نہ کرسکیں اور یہی بخار ان کے لیے مرض الموت ثابت ہوا۔ نہ دواؤں نے

آزمانے لگی جو اس نے مقدس تانوفیر سے سیکھا تھا۔ وہ مسلسل کئی کئی گھنٹوں تک پانی بھرا پیالہ اپنے سامنے رکھ کر بیٹھ رہتی پر اسرار منتر پڑھتی اور پیالے کے پانی کو دیکھا کرتی۔ کہ شاید اسے مصر کی تصویر نظر آجائے۔ شائد وہ دیکھ سکے کہ اس وقت مصر میں کیا ہو رہا ہے۔ آخر کار رفتہ رفتہ اس کی "ساحرانہ قوت" یا اس کا کچھ حصہ عود کر آیا اور وہ حقیقت میں تصویریں دیکھنے لگی اور وہ جو کچھ دیکھتی میرے سامنے۔ صرف میرے سامنے بیان کر دیتی کیونکہ وہ ایسی تفصیلات کسی اور کو حتیٰ کہ اپنے شوہر کو بھی نہ بتا سکتی تھی۔

چنانچہ انہی تصاویروں میں اس نے امادہ کو ایزیس کے مجسمے کے سامنے گھٹنوں کے بل بیٹھے اور روتے دیکھا۔ کریما کے اس بیان نے مجھے اداس اور بے تاب کردیا۔ کریما نے اپنی ساحرانہ قوت کے زور سے مقدس تانوفیر کو بھی آپیس کے مقبرے میں بیٹھے اور ہمارے متعلق سوچتے ہوئے دیکھا۔ وہ ہمارے متعلق کیا سوچ رہے تھے۔ یہ کریما معلوم نہ کرسکی ایک دن اس نے یہ بھی دیکھا کہ شاہ فارس کے سفیر فرعون مصر پیرو آکو خط دے رہے تھے۔ فرعون نے یہ خط پڑھے اور وہ بے چین و پریشان معلوم ہونے لگا۔ چنانچہ معلوم ہوا کہ مصر پر کوئی آفت نازل ہونے والی تھی۔

رفتہ رفتہ کریما کی ان ساحرانہ قوتوں کا چرچا ایتھوپیا میں ہونے لگا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اب ایتھوپیا والے اس سے ڈرنے لگے اور وہ اسے ایک ایسی عورت تسلیم کرچکے تھے۔ جو لوگوں کی روح میں جھانک سکتی اور ان کے خیالات پڑھ سکتی تھی۔ چنانچہ اب وہ کبھی بھولے سے بھی اسے بدصورت نہ کہتے اور وہ جو کچھ کہتی یا پیشین گوئی کرتی وہ غلط بھی نہ ہوتی مثلاً وہ مجھ سے کہتی کہ جاسوس آرہے ہیں تو اس کے اس اعلان کے چند دنوں بعد ہی ہمارے جاسوس آجاتے اور خبر کو مکمل کر دیتے جو کریما مکمل کرسکی ہوتی۔

خیر تو جب میں تندرست ہوگیا۔ اور بیس اپنا تاج و تخت پوری طرح سنبھال چکا تو ہم ایتھوپیا کی فوج کی تنظیم و تعلیم کی طرف متوجہ ہوئے۔ یہ فوج اب تک یوں سمجھئے کہ مسلح لوگوں کا ایک غیر تربیت یافتہ گروہ تھا۔ مقدونیوں کی طرح ہم

اٹھ گیا۔ چنانچہ ٹڈے کے مہنت ہیکلوں میں بیٹھ کر میری والدہ کی موت سے نجات کے لیے دن رات دعائیں مانگتے رہے لیکن دوا کی طرح دعائیں بھی بے اثر رہیں اور جب میں اپنی والدہ کے بستر کے قریب پہنچا تو وہ ہذیان بک رہی تھیں اور صاف معلوم ہوتا تھا کہ اب وہ بچ نہ سکیں گی۔ بہرحال تھوڑی دیر کے لیے انہیں ہوش آگیا تھا۔ اور مجھے پہچان کر وہ خوشی سے رو پڑی تھیں۔ کہ ان کی موت سے پہلے میں ان کے پاس پہنچ گیا تھا۔ انہوں نے وصیت کی کہ ان کی لاش کو ایتھوپیا کی رسم کے مطابق شیشے کے ستون میں نہ رکھا جائے بلکہ دفن کردیا جائے۔ انہوں نے کہا کہ وہ میرے اور میرے والد کے متعلق خواب دیکھتی رہی تھیں۔ اور یہ کہ میں امادہ کے متعلق زیادہ بے چین نہ ہوں۔ کیونکہ بہت جلد وہ میری باہنوں میں ہوگی۔ میں نے پوچھا کہ کہیں ان کا مطلب یہ تو نہیں کہ امادہ سے میری شادی ہو جائے گی اور کہ ہماری ازدواجی زندگی خوشگوار گزرے گی۔ اس کا جواب انہوں نے یہ دیا کہ ان کے خیال میں امادہ سے شادی کرلوں گا۔ یہ بات کہ ہماری ازدواجی زندگی کیسی ہوگی۔ تو اس کے متعلق وہ کچھ نہ جانتی تھیں اور پھر ان کا چہرہ متغیر ہوگیا۔ انہوں نے کریما سے بے بہا موتیوں کی مالا لانے کو کہا۔ میری والدہ نے خود اپنے ہاتھوں سے یہ مالا میری گردن میں ڈال دی مجھے فتح و شادمانی کی دعا دی اور ہمیشہ کے لیے اپنی آنکھیں بند کرلیں۔ میں نے مصر کی رسم کے مطابق ان کی لاش کو حنوط کروایا اور ایک تابوت میں رکھ کر اس مقبرے میں دفن کردیا۔ جو بیس نے میری والدہ کے لیے ٹڈے کی ہیکل کے قریب تعمیر کروایا تھا۔ اس طرح میں نے اپنی پیاری ماں کو رسومات ادا کئے بغیر دفن کردیا۔ والدہ کے انتقال کے بعد میں اداس و غمگین رہنے لگا۔ جب تک وہ زندہ تھیں میں اپنے آپ کو اپنے گھر میں سمجھ رہا تھا لیکن اب میرا کوئی گھر نہ تھا میں ایک انجانے ملک اور انجانے لوگوں میں تھا۔ میں اجنبی تھا جہاں میرا کوئی نہ تھا۔ میرے وطن کا کوئی نہ تھا۔ سوائے کریما کے لیکن اس سے بھی زیادہ گھل مل کر باتیں نہ کرسکتا تھا کیونکہ ہم دونوں کے تعلقات کے متعلق ایتھوپیا والوں میں عجیب شرمناک افواہیں پھیل رہی تھیں۔ بے شک بیس میرا دوست اور غمگسار تھا لیکن اب وہ بادشاہ تھا اور بادشاہ اپنی مرضی کے مالک نہیں

ہوتے اور نہ ہی ان کے پاس وقت ہوتا ہے کہ وہ کسی کے پاس تھوڑی دیر کے لیے بیٹھ لے۔ اس کے علاوہ بیس بہرحال بیس تھا۔ اور ایتھوپیائی تھا اور میں بہرحال میں تھا اور مصری تھا۔ چنانچہ ہماری دوستی اور آپس کی محبت کے باوجود ملک الگ تھا۔ خون الگ تھا اور قومیت الگ تھی۔

اب میں ایتھوپیا کی سخت گرمی اور وہاں کی نمی سے آخرکار بیزار ہوگیا۔ اور مجھے مصر کے کھیتوں، خشک صحرائی ہوا اور خنک راتوں کی یاد ستانے لگی۔ بیس نے میری یہ بیزاری دیکھی اور میرے لیے ایتھوپیا کی حسین ترین لڑکیاں فراہم کردیں کہ میں انہیں اپنی بیویاں بنالوں لیکن میں یہ سڈول جسم والی مخلص لڑکیوں سے دور بھاگنے لگا۔ کیونکہ اگر میں ان سے شادی کرلیتا اور میرے اولاد ہو جاتی تو پھر ظاہر ہے کہ میں نہ ایتھوپیا کو چھوڑ سکتا اور نہ ہی اپنی سیاہ فام بیویوں کو۔ لیکن میں اس قسم کی بیڑیاں اپنے پیروں میں ڈالنے کے لیے تیار نہ تھا۔ میں مصر نہ جانے کی قسم کھاچکا تھا۔ چنانچہ اب سوال یہ تھا کہ میں کیا کروں۔ ایتھوپیا والوں سے کسی کی جنگ چھڑی ہوئی نہ تھی کہ میں فوج لے کر میدان جنگ میں پہنچ جاتا۔ تو پھر میں کیا کروں۔

آخرکار میں نے ایک فیصلہ کرلیا۔ میں ایک سپاہی ہونے کے علاوہ شکاری بھی تھا۔ اور میرا فیصلہ یہ تھا کہ میں بیس سے چند سپاہی مانگ لوں گا۔ میں جانتا تھا کہ یہ سپاہی مہم جو تھے۔ چنانچہ وہ میرے ساتھ چلنے کے لیے بخوشی تیار ہو جائیں گے۔ ان لوگوں کو ساتھ لے کر میں جنوب کی طرف جس طرف ہاتھیوں کی افراط تھی۔ چل پڑوں گا۔ اور پھر جو دیوتاؤں کو منظور ہوگا ہوگا۔ بے شک اس مہم کا انجام میری موت پر ہوگا لیکن اب مجھے اپنی موت کی پرواہ نہ تھی۔ میرے مرنے سے دنیا کے کام رکنے والے نہ تھے اور نہ ہی کسی کو میری کمی محسوس ہونے والی تھی۔ اس کے علاوہ میں خود بھی زندگی اور دنیا کی بے کیف محفلوں سے اکتا گیا تھا۔ اس لیے میں مرنا چاہتا تھا۔

اور جب میں اپنے اس فیصلے پر غور کر رہا تھا اور اپنی مہم کا نقشہ بنا رہا تھا تو کریما نے غالباً اپنی ساحرانہ قوتوں کو بروئے کار لاکر میرے خیالات پڑھ لیے اور ایک

دن میں اپنی قیام گاہ کی کھڑکی میں بیٹھا خالی خالی نظروں سے شہر کی گھماگھمی کو دیکھ رہا تھا کہ وہ آگئی اس نے سپید چغہ پہن رکھا تھا اور اس جبے میں وہ بہت خوبصورت لگ رہی تھی۔

"میرے دوست شباکا۔" اس نے کہا۔ تم ایتھوپیا سے یہاں سرد ہواؤں سے گرم دنوں سے اور یہاں کے سیاہ فام لوگوں اور ان کی ہر دم چلتی ہوئی زبانوں سے تھک گئے ہو----- کیوں میں نے غلط تو نہیں کہا۔

"جی نہیں ملکہ۔ آپ نے غلط نہیں کہا۔"

"شباکا مجھے ملکہ نہ کہو۔" کیونکہ مجھے اس لقب سے نفرت ہوگئی ہے۔ صرف کریما کہہ کر پکارو مجھے اور وہ بھی آپ نہیں بلکہ تم کہہ کر۔"

"اچھا تو پھر کریما ہی سہی۔" میں نے کہا۔ ہاں تو کریما تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ میں ان سب باتوں سے اکتا گیا ہوں۔"

"اب یہ بھی کوئی پوچھنے کی بات ہے۔ ظاہر ہے کہ تم وحشی نہیں ہو بلکہ مصری ہو۔ مصر تمہاری رگوں میں خون کے ساتھ گردش کر رہا ہے اور-----

کریما نے گھور کر میری طرف دیکھا۔ "مصر کی ایک خاتون کی یاد تمہارے دل میں بسی ہوئی ہے۔ اس کے علاوہ میں نے اپنے طور پر تمہارے خیالات پڑھ لیے ہیں۔"

"لیکن کریما۔ تمہیں بہرحال خوش و خرم رہنا چاہیے۔ کیونکہ تم اب امیر اور باعزت ملکہ ہو۔ اور اس شخص کی بیوی ہو جو خلوص و محبت کا دیوتا ہے اور اسی شخص کی اولاد کی ماں بھی ہو۔"

"ہاں شباکا۔ مجھے خوش و خرم رہنا تو چاہیے لیکن ایسا نہیں ہے۔ میں نہ خوش ہوں اور نہ مطمئن۔ تم ہی کہو جسے ترش چیزیں پسند ہوں وہ صرف مٹھائی کھا کر جی سکتا ہے۔ دیوتاؤں نے بھی انسان کا عجب خمیر بنایا ہے جب میں بچی اور عرب قبیلے کے ایک سردار کی لڑکی تھی تو مشقت اور صحراؤں کی یکسانیت سے اکتا گئی تھی اور علم حاصل کرنے بڑے بڑے لوگوں سے ملنے اور ان کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے کی آرزو کیا کرتی تھی۔ پھر میں مقدس تانوفیر کا جام بن گئی اور میرے چاروں طرف علم کی دولت بکھری پڑی تھی اور یہ عجیب علم تھا۔ جو غیر ارضی تھا۔ اور پھر میں اس سے

بھی اکتا گئی۔ میں حسین تھی اور اس کا خود مجھے بھی احساس تھا۔ چنانچہ کسی کی بیوی بننے۔ سماج میں ایک بلند مقام حاصل کرنے۔ لوگوں سے اپنے حسن کی تعریف کرانے اور خود حکومت کرنے کی آرزو میرے دل میں کروٹیں لینے لگی۔ اور آخر کار میرا شوہر اپنے آپ میری آغوش میں آپڑا۔ وہ بہادر تھا اور مخلص تھا۔ وسیع القلب اور وسیع النظر تھا وہ تمہارا دوست تھا اس لیے مخلص اور وفادار تھا۔ وہ بادشاہ تھا یا بن سکتا تھا جیسا کہ میں نے معلوم کرلیا تھا۔ حالانکہ خود میرے شوہر کو معلوم نہ تھا کہ میں اس کی اصلیت سے واقف ہوچکی ہوں۔ چنانچہ میں نے اسے اپنا شوہر بنالیا۔ مقدس تانوفیر میرے اس انتخاب پر ہنس پڑے لیکن انہوں نے مجھے اس سے شادی کرنے سے منع نہ کیا۔ اور یوں میں ملکہ بن گئی۔ اور اب اکثر میرا جی چاہتا ہے کہ میں مرجاؤں۔ یا ایک بار پھر تانوفیر کے پاس پہنچ جاؤں اور ایک بار پھر میرے اردگرد آسمانوں کے پراسرار علم کے سوتے پھوٹ نکلیں۔ ایک بار پھر میں بطن ماضی اور بطن مستقبل میں جھانک سکوں اور ایک بار پھر یہی پیشینگوئیاں کرسکوں شاباکا معلوم ایسا ہوتا ہے کہ انسان کبھی کسی چیز پر قانع نہ ہوگا کم از کم اس دنیا میں نہ ہوگا۔" "ایسی بات تو نہیں ہے کریما۔" میں نے کہا۔ حالات اگر مختلف ہوتے تو ہم یوں نہ سوچتے۔ لیکن میں تمہاری کس طرح مدد کرسکتا ہوں۔"

"تم سے کم یہ تو کرسکتے ہو کہ مجھے تنہا چھوڑ کر نہ چلے جاؤ۔" اس نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا اور میں نے نظر اٹھا کے کریما کی طرف دیکھا۔ تو اس کی آنکھیں پرنم تھیں۔ اور میں سوچنے لگا کہ بہتر یہی ہے کہ میں کہیں چلا جاؤں اور فوراً چلا جاؤں۔ لیکن ہمیشہ کی طرح اس دفعہ بھی اس نے میرے خیالات پڑھ لیے اپنے سر کو ایک جھٹکا دیا اور ہنس کر کہا۔

"نہیں شاباکا ایسی الٹی سیدھی باتیں نہ سوچو۔ میرے پیروں میں تو بیڑیاں پڑچکی ہیں اور مرتے دم تک پڑی رہیں گی۔ میرے دو کالے کلوٹے بچے بھی ہیں ایک سورما شوہر بھی ہے اور پھر میں ملکہ ہوں اور سچ مچ سونے سے کھیلتی ہوں۔ چنانچہ میرا وہ مطلب نہ تھا جو تم نے سمجھا ہے بلکہ یہ تھا کہ اگر تم چلے گئے تو میں اداس ہو جاؤں گی اور تنہائی محسوس کرنے لگوں گی اس کے علاوہ میں خود غرض بھی

نہیں ہوں اور محض اپنی خاطر تمہیں نہیں روک رہی بلکہ یہاں ٹھہرنے میں تمہاری بھلائی ہے۔"

"میری بھلائی۔ وہ کیسے؟ میں یہاں جو کچھ کرسکتا تھا کرچکا میں نے کسانوں اور باورچیوں کو تربیت یافتہ سپاہیوں میں تبدیل کردیا۔ ایتھوپیا کی منظم فوج تیار کردی جو بڑی سے بڑی قوت سے ٹکر لے سکتی ہے۔ بیس کو اب میری ضرورت نہیں رہی۔ کیونکہ تم اسے مل گئی ہو اور پھر وہ دو بچوں کا باپ بھی بن چکا ہے اور اب وہ بادشاہ اور اپنے ملک اور لوگوں کا خیال کرنا ہے اسے۔ اور میں یہاں پڑے پڑے مارے بیزاری کے مرا جارہا ہوں۔"

"شاباکا۔ تم اسی فوج کو جس کی تنظیم تم نے کی ہے لڑانے کے لیے یہاں رک سکتے ہو۔" "لیکن کس کے خلاف---- کوئی دشمن نہیں ہے جس سے ایتھوپیا والے جنگ کرسکیں۔"

"شاہ فارس کے خلاف----"

"ایں----" میں نے حیرت سے منہ پھاڑ دیا۔

"سنو شاباکا۔ پچھلے کئی دنوں سے میری ساحرانہ قوتیں تیز ہوگئی ہیں آج ہی میں نے اپنی قوت کے زور سے دیکھا ہے کہ فرعون' مقدس تانوفیر' اور امادہ مشورہ کررہے ہیں۔ وہ تینوں بہت زیادہ پریشان اور گھبرائے ہوئے تھے۔ اب میں یہ نہیں جانتی کہ وہ گھبرائے اور پریشان کیوں تھے۔ خیر تو آخر میں ہوا یوں کہ امادہ نے ایک خط لکھ کر پیغامبروں کے حوالے کیا اور وہ پیغامبر میرے خیال میں جنوب کی طرف آرہے ہیں۔"

"جنوب کی طرف----"

"ہاں۔ وہ پیغامبر تمہارے پاس آرہے ہیں۔ شاباکا ایسی نظروں سے نہ دیکھو۔ میری طرف۔ تمہیں یہاں روکنے کے لیے۔ میں جھوٹ نہیں کہہ رہی ہوں بلکہ میں نے جو کچھ کہا ہے وہ سچ کہا ہے۔"

"شکر ہے کریما۔ کہ تم نے مجھے پہلے سے ہی خبردار کردیا۔ کیونکہ ایک مہینے کے عرصے میں میں اس مقام پر پہنچ چکا ہوتا جہاں کوئی بھی پیغامبر مجھے تلاش نہ

کر سکتا۔ اب میں پیغامبروں کا انتظار کروں گا۔ لیکن بیس کو رام کرنا تمہارا کام ہے۔ اگر ضرورت ہوئی تو تمہارے خیال میں وہ ایتھوپیا کی فوج کو میرے ساتھ کر دے گا۔ کہ میں اسے مصر لے جاؤں۔"

کریما نے سر ہلا کے اثبات میں جواب دیا۔

"تین وجوہات کی بنا پر میرا شوہر پورا لشکر تمہارے ساتھ کر دے گا۔"

"اوہ وہ تین وجوہات کیا ہیں؟"

"اول یہ کہ وہ تمہیں بہت زیادہ چاہتا ہے۔ دوم یہ کہ وہ بھی ایتھوپیا اور یہاں کی کاہلانہ اور بیکار زندگی سے اکتا گیا ہے اور سوم یہ کہ میں خود بھی اس سے کہوں گی۔ اسے تمہاری اور مصر کی مدد کرنی چاہیے۔"

"یہ آخری وجہ سب سے اہم ہے۔ چنانچہ پہلی دو وجوہات بیان کر کے تم نے میرا اور اپنا وقت ضائع کیا ہے۔" میں نے ہنس کر کہا۔

میں شہر نڈا میں رکا رہا۔ اور میرے شب و روز بے حد مصروف گزرنے لگے اس زبردست فوج کے لیے سامان سفر اور خیمہ و خرگاہ اور اتنے غلے کا انتظام کرنا تھا جو اس زبردست لشکر کے لیے برس چھ مہینے کے لیے کافی ہو۔ اس کے علاوہ میں نے سینکڑوں ماہروں کو کمانیں' تیر' تلواریں' اور ڈھالیں بنانے پر لگا دیا۔ بیس نے مجھے یہ انتظامات کرنے سے نہ روکا۔ بلکہ الٹا وہ میری مدد کرتا اور ضروری احکامات صادر کرتا رہا۔ بیس کی اس مدد اور احکامات کی تہہ میں کریما کا ہاتھ تھا۔

تین مہینے گزر گئے اور میں سوچنے لگا کہ شاید کریما کی قوتوں نے اسے دھو دیا ہے یا پھر اس نے مجھ سے جو کچھ کہا وہ غلط کہا اور محض اس لیے کہ مجھے ایتھوپیا میں روک سکے لیکن ایک بار پھر اس نے میرے خیالات پڑھ لیے۔ وہ مسکرائی اور اس نے کہا۔ "نہیں شاکا میں نے جھوٹ نہیں کہا۔ یہ پیغامبر ایک مصیبت میں پھنس گئے تھے۔ ہماری سرحد کے اس پار کسی قبیلے نے انہیں گرفتار کر لیا ہے اور اس جھگڑے کی بناء بھی عورت ہی ہے۔ چنانچہ دس دن ہوئے کہ سرحد کے محافظ انہیں آزاد کرانے کے لیے روانہ ہو چکے ہیں۔" میں پھر انتظار کرنے لگا۔ اور آخر کار وہ

پیغامبر آ گئے یہ کل چھ تھے تین مصری اور تین ایتھوپیائی۔ جو علم حاصل کرنے کے لیے مصر میں مقیم تھے۔ انہوں نے کہا۔ کہ ایک ملازم کی حماقت کی بنا پر ایک عرب قبیلے نے انہیں گرفتار کر لیا تھا یہ چنانچہ ان کی تاخیر کے متعلق کریما نے جو کچھ کہا تھا وہ غلط نہ تھا۔ اور اب انہوں نے وہ خطوط میرے حوالے کر دیئے۔ جن کی حفاظت انہوں نے اپنی جان سے زیادہ کی تھی۔ ایک خط فرعون کی طرف سے شاہ ایتھوپیا قارون کے نام تھا۔ دوسرا خط مقدس تانوفیر کی طرف سے کریما کے نام تھا۔ اور تیسرا خط امادہ کی طرف سے میرے نام تھا' لرزتے ہاتھوں سے میں نے خط کھول کر پڑھا لکھا تھا۔

شاکا میرے بھائی!

تم مصر سے یہ کہہ کر رخصت ہوئے تھے کہ اس وقت تک واپس نہ آؤں گا جب تک کہ میں تمہیں نہیں بلاتی اور میں نے کہا تھا کہ میں تمہیں کبھی نہ بلاؤں گی تم نے یہ بھی کہا تھا کہ اگر تم میرے بلاوے پر آ گئے تو پھر معاوضے میں تم مجھے طلب کرو گے اور میں نے کہا تھا کہ چونکہ دو دفعہ راہبہ بننے کا عہد کر چکی ہوں اس لیے میں کبھی اپنے آپ کو تمہارے حوالے نہ کروں گی۔

لیکن اب میں تمہیں بلا رہی ہوں اور وعدہ کرتی ہوں کہ اگر تم نے میرے اس بلاوے پر لبیک کہا۔ تم آ گئے تم فتح یاب ہو گئے اور اگر زندہ رہی تو پھر میں تمہاری ہوں گی۔ بشرطیکہ تم نے اب بھی جو کچھ ہوا ہے اس کے بعد بھی مجھے اپنی زوجیت میں لینا منظور کیا۔

اب صورت حال یہ ہے۔

شاہ فارس۔ مصر پر لشکر کشی کر رہا ہے اور اس کے ساتھ جو لشکر ہے وہ صحرا کے ریت کے ذرات کی طرح بے شمار ہے۔ مصر کسی دوسرے ملک کی مدد کے بغیر اس لشکر جرار کا مقابلہ کرنے کی جرات نہیں کر سکتا۔ شاہ فارس اپنے جلو میں تباہی و برباد لیے مصر کی طرف بڑھ رہا ہے ہاں وہ آ رہا ہے کہ مصر کو غلامی کی زنجیروں میں جکڑ دے۔ مصر کے سپوتوں کو قتل کر دے مصر کے بھرے پرے شہروں کو ویرانے میں تبدیل کر دے اور مصر کے دیوتاؤں کو ختم کر کے ان کی جگہ جھوٹے

دیوتاؤں کو قائم کردے۔ اس کے علاوہ وہ اس لیے بھی آرہا ہے کہ مجھے جبراً پکڑ کر لے جائے۔ اپنے حرم میں داخل کردے اور میری آبرو ریزی کرے۔

چنانچہ تمہیں مصر کا واسطہ جس کے ایک ایک ذرے سے تمہیں انسیت ہے تمہیں مصر کے دیوتاؤں کا واسطہ جن کی تم پرستش کرتے ہو اور تمہیں اس محبت کا واسطہ جو تمہیں مجھ سے ہے۔ شاباکا فوراً آؤ۔ کہ ہمیں تمہاری مدد کی ضرورت ہے۔ اس کے علاوہ میرے بھائی! میں تمہیں اب بھی چاہتی ہوں۔ پہلے سے ہزار گنا زیادہ چاہتی ہوں۔ حالانکہ میں یہ نہیں جانتی کہ اب تم بھی مجھے چاہتے ہو یا نہیں۔ چنانچہ اس بے پناہ محبت کی خاطر میں اپنا عہد توڑنے اور دیوی ایزیس کا عذاب مول لینے کے لیے تیار ہوں۔ بشرطیکہ ایزیس اس لڑکی سے خفا ہو جائے جو خود اس کی عزت اور پرستش قائم رکھنے کی خاطر میں اپنا عہد توڑ رہی ہے۔ اور میں دعا کرتی رہوں گی کہ اگر اسے اپنا عذاب نازل کرنا ہی ہے تو وہ صرف مجھ پر نازل کرے نہ کہ میرے شوہر اور میرے محبوب پر اور یہ عہد میں مقدس تانوفیر۔ فرعون اور مصر کے مہنت اعلیٰ کے مشورے سے توڑوں گی---- بس مجھے جو کچھ تحریر کرنا تھا کر چکی۔ اب فیصلہ تمہارے ہاتھ میں ہے---- میرے پیارے۔ میرے شاباکا میرے بھائی---- تمہیں جو کچھ فیصلہ کرنا ہے جلد کرلو۔"

صرف تمہاری۔ امادہ

تو ایسا تھا وہ خط جسے پڑھ کر میرا سر گھوم گیا اور میرا جسم حتیٰ کہ میری روح تک جلنے لگی۔ لیکن میں خاموش رہا اور خط لپیٹ کر چغے کی جیب میں رکھ لیا۔ اس اثناء میں بیس فرعون کا خط۔ جو اس کے نام تھا۔ پڑھ چکا تھا۔ چنانچہ اس نے سر اٹھا کے میری طرف دیکھا اور کہا۔ "میرے دوست! اگر تم تیروں کی سنناہٹ سننا۔ اور تلواروں کو بجلی کی طرح چمکتے ہوئے دیکھنا چاہتے ہو تو خوش ہو جاؤ۔ کہ اس کا موقع میسر آگیا ہے فرعون نے مصر اور ایتھوپیا کی دوستی کی پیش کش کی ہے۔ فرعون نے لکھا ہے کہ شاہ فارس مصر پر فوج کشی کر رہا ہے اور لکھا ہے کہ اگر اس نے مصر فتح کرلیا ہے تو شاہ فارس قسم کھا چکا ہے کہ وہ مصر کی فتح کے بعد ایتھوپیا کی طرف بڑھے گا۔ اور اسے بھی فتح کرلے گا۔ کیونکہ اسے یعنی شاہ فارس کو معلوم ہو چکا ہے

کہ ایتھوپیا پر وہی بونا حکومت کر رہا ہے جس نے کبھی اس کی مہر مقدس چرائی تھی اور اس بونے کے ساتھ وہ مصری بھی ایتھوپیا میں ہی موجود ہے جس نے گورنر مصر ایدارنس کو قتل کردیا تھا۔"

"میری بات چھوڑو۔ خود قارون کیا کہتا ہے۔ میں نے پوچھا۔

بیس نے حسب عادت اپنے دیدے گھمائے۔

"قارون کی بات چھوڑو۔ خود قارون کی بیوی کیا کہتی ہے۔" اس نے کہا۔

کریما نے مقدس تانوفیر کا خط ایک طرف رکھ کر کہا۔

"قارون کی بیوی یوں کہتی ہے کہ مقدس تانوفیر نے چند وجوہات کی بنا پر اسے فوراً طلب کیا ہے وجوہات وہ خود بتا دیں گے یعنی اس وقت جب قارون کی بیوی ان کے پاس پہنچ جائے گی اور اگر قارون کی بیوی نے مقدس تانوفیر کے بلاوے پر لبیک نہ کہا تو پھر ان کی لعنت اس پر اس کی اولاد پر۔ اس کے شوہر پر۔ اور اس کی مملکت پر پڑے گی۔ اور ان روحوں کا عذاب نازل ہوگا۔ جو مقدس تانوفیر کے اختیار میں ہیں۔"

"ہائے ہائے مقدس تانوفیر کی بددعا سے جی ڈرتا ہے۔" بیس نے کہا۔ ان کی لعنت کا مذاق اڑانا۔ یا اس کی پرواہ نہ کرنا مناسب نہیں۔"

"واقعی مناسب نہیں۔ چنانچہ جس قدر جلد ممکن ہوگا میں مصر کے لیے روانہ ہو جاؤں گی۔ معلوم ایسا ہوتا ہے کہ میری بہن کا انتقال ہوگیا ہے اور کوئی دوسری لڑکی ایسی ہے نہیں جو مقدس تانوفیر کا جام سنبھال سکے۔"

"تم تو چلی جاؤ گی لیکن پھر میں کیا جھک ماروں گا۔"

"یہ فیصلہ تو خود تمہیں کرنا ہے۔ اگر تم پسند کرو تو یہیں رہ کر ہمارے بچوں کی حفاظت کرو اور فوج کو شاباکا کی سرکردگی میں مصر کی طرف روانہ کردو۔" کریما نے اپنے شوہر کو مشورہ دیا۔ اس وقت چونکہ ہم تینوں اکیلے تھے اس لیے بیس کو اپنے شاہانہ جلال اور تمکنت کو ظاہر نہ کرتا تھا۔ چنانچہ وہ مارے ہنسی کے لوٹ پوٹ ہوگیا بالکل اسی طرح جیسے کہ وہ بادشاہ بننے سے پہلے ہنسا کرتا تھا۔

"اوہو۔ ہوہو۔ ہاہا۔ ہاہا۔ میری بیوی! وہ بولا۔ کیا بات کہی ہے تم نے بھی۔ تو تم چلی جاؤ گی اور میں باپ سے دفعتہ ماں بن کر ان بچوں کی خبرگیری کروں گا اور میرا دوست فوج کی کمان سنبھال کر چلا جائے گا۔ اور میں یہاں بوڑھے پھونس لوگوں میں بیٹھا مکھیاں اڑاتا اور عورتوں میں بیٹھا بیکار باتیں کرتا رہوں گا۔ ایں اوہو۔ ہو ہو ہو۔ کیا عمدہ مشورہ دیا ہے تم نے بھی۔ لیکن نہیں ایسا نہ ہوگا---- میں بھی ایتھوپیا کی فوج کے ساتھ چلوں گا۔ بشرطیکہ میرے دوست شباکا نے اپنے ساتھ چلنے کی اجازت دی واہ بھئی واہ۔ شباکا نے کتنی ہی دفعہ میری جان بچائی ہے۔ اور تم سمجھتی ہو کہ اب میں اسے اکیلا چھوڑ دوں گا؟ نہیں۔ ایسا نہ ہوگا۔ لیکن چھوڑو ان باتوں کو۔ ایک بار پھر میں اور شباکا میدان جنگ میں کندھے سے کندھا ملائے کھڑے ہوں گے---- پھر آگے جو مقدس بڈے کو منظور ہوگا سو ہوگا۔ اب یہ بتاؤ شباکا ہماری منظم اور تربیت یافتہ سپاہیوں کی تعداد کتنی ہے؟"

"پچھتر ہزار۔" میں نے جواب دیا۔

"بس تو ٹھیک ہے۔ آج سے پانچویں دن ایتھوپیا کی فوج مصر کو روانہ ہو جائے گی۔ کیونکہ شباکا تمہاری طرح مجھے بھی شاہ فارس سے انتقام لینا ہے۔"

باب 16

اور ہم مصر کی طرف روانہ ہوگئے۔ لیکن پانچویں دن نہیں بلکہ پندرہویں دن کیونکہ بہت سے کام نپٹانے تھے۔ اول تو یہ کہ ایتھوپیا کے امراء سے ان کے ذریعے عوام سے مشورہ کرنا تھا۔ ابتدا میں ذرا گڑبڑ ہوگئی۔ کیونکہ زیادہ تر لوگ دور دراز ملک میں جاکر جنگ کرنے کے خلاف تھے اور یہ جھگڑا اس وقت اٹھا جب بیس نے فلسفہ بگھارتے ہوئے کہا۔ کہ حملے کا انتظار کرنے سے بہتر ہے کہ ہم خود آگے بڑھ کر دشمن پر حملہ کردیں۔ ایتھوپیا کے امراء نے کہا---- اور یہ انہوں نے غلط نہ کہا تھا۔

"کہ اگر وہ ایتھوپیا ہی میں بیٹھے رہے تو بے آب وگیاہ صحرا ان کا پاسان اور طویل فاصلہ ان کی ڈھال ہوگا۔ کیونکہ شاہوں کا شاہ---- خواہ وہ کتنا ہی پرقوت کیوں نہ ہو۔ اس قدر طویل فاصلہ طے کرنے کے بعد اور صحرا عبور کرنے کے بعد اور ان کی سرحد پر قدم رکھنے سے پہلے اکتا جائے گا اور اس کے سپاہی بددل ہو جائیں گے۔ آخر میں اس بحث کا فیصلہ عجیب ڈھنگ سے ہوگیا۔ سپاہیوں کو جب اس بحثا بحثی کا پتہ چلا تو ایک ادنیٰ سپاہی سے لے کر بڑے سے بڑے افسر تک سب کے سب ایک دم سے بیتاب ہوگئے اور مطالبہ کرنے لگے کہ انہیں فوراً ہی میدان جنگ میں لے جایا جائے۔ کیونکہ---- جیسا کہ میں کہہ چکا ہوں۔ جنگ ایتھوپیا

والوں کی گھٹی میں پڑی تھی۔ چنانچہ اب ایتھوپیا کے مشیر گھبرا گئے کہ مبادا خود ان کے ملک میں بغاوت کی آگ بھڑک اٹھے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ انہوں نے خانہ جنگی پر دور دراز کی جنگ کو ترجیح دی۔ انہوں نے لشکر کو بیں کو اور کریما کو بھی مصر جانے کی اجازت دے دی لیکن شرط یہ لگا دی کہ بیں کے بچے اس کے ساتھ نہیں جائین گے کیونکہ۔۔۔۔۔ انہوں نے کہا۔ اگر بیں کو شکست ہوگئی یا وہ مارا گیا تو پھر اس کے بڑے لڑکے کو تخت پر بٹھا دیا جائے گا۔ اس کے علاوہ مہنتوں نے مقدس ٹڈے سے بھی مشورہ کیا اور شگون لیا۔ تو وہ مبارک ثابت ہوا کیونکہ مجھ سے کہا گیا۔ مقدس ٹڈے کا سونے کا عظیم الشان مجسمہ اپنی پچھلی ٹانگوں پر سچ مچ کھڑا ہوگیا۔ اور اپنی مونچھیں ہلانے لگا۔ مہنتوں نے کہا۔ مقدس ٹڈا ایسا اس وقت کرتا تھا جب ایتھوپیا والوں پر خوش بختی سایہ فگن ہونے والی ہوتی تھی۔ بہرحال مجھے کچھ شک سا ہوا کہ اس نیک شگون میں بھی کریما کا ہاتھ تھا۔

قصہ مختصر ہمارا لشکر جرار روانہ ہوا۔ بیں سپہ سالار اعظم تھا۔ اور شمشیر زنوں کی کمان کر رہا تھا۔ میں بیں کے ماتحت تھا اور تیر انداز میرے ماتحت تھے۔ جن کی تعداد تین ہزار سے کم نہ تھی۔ ابتدا میں کریما اور بیں اپنے بچوں کی جدائی کی وجہ سے اداس اور خاموش رہے لیکن رفتہ رفتہ ان کی اداسی اور خاموشی دور ہوگئی اور پھر وہ خوش و خرم نظر آنے لگے۔ کیونکہ بیں جنگ میں شریک ہونے والا تھا اور کریما مصر کی سرزمین پر ایک بار پھر قدم رکھنے والی تھی۔

ہمارے اس کوچ کی تفصیلات بیان کرنے کی ضرورت نہیں البتہ اتنا بتا دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ ہماری رفتار ست تھی۔ بے حد ست' سبب اس کا یہ تھا کہ ہمارے پاس نہ رتھ تھے اور نہ گھوڑے۔ چنانچہ ہم پیدل ہی سفر کر رہے تھے۔ حتیٰ کہ جب ہم دریا پر پہنچے تو ایسے زبردست لشکر کے لیے کشتیوں کا انتظام ایک قابل حل مسئلہ بن گیا۔ اس کے علاوہ لشکر کے لیے اشیائے خورد و نوش کا انتظام بھی ہر منزل پر پہلے سے کرنا پڑتا تھا۔ اور اس کے لیے پچھلی منزل سے ہی مویشی وغیرہ بھجوا دینے پڑتے تھے۔ تو کہنے کا مطلب یہ کہ رفتار بہت ست تھی ہم مصر کی طرف بڑھتے رہے اور راستے میں کوئی واقعہ نہ ہوا نہ تو فوج میں کوئی وبا پھوٹی نہ بغاوت ہوئی

اور نہ ہی کوئی دیگر حادثہ ہوا۔

جب ہم سرحد مصر کے قریب پہنچے' تو فرعون کے پیغامبر ہمارے ان خطوط کا جواب لے کر آگئے جو ہم نے اپنی آمد کی اطلاع دینے کے لیے فرعون کو لکھے تھے اور ان خطوط میں کوئی اچھی خبر نہ تھی۔ معلوم ہوا کہ شاہ فارس نے ڈیلٹا کے شہروں پر قبضہ کرلیا تھا اور ایک طویل محاصرے کے بعد وہ ممفس بھی فتح کرچکا تھا۔ مصر کی فوج نے خشکی پر اور نیل کے پانی پر شاہ فارس کا سخت مقابلہ کیا تھا لیکن آخر کار وہ تھیبس کی طرف پسپا ہونے پر مجبور ہوگئی تھی۔ فرعون نے لکھا تھا کہ وہ امادہ کے قلعہ میں پناہ گزین ہو کر شاہ فارس کا آخری مقابلہ کرنے کا ارادہ کرچکا ہے کیونکہ اسے خوف تھا کہ زیریں مصر کی فوج مصر بالا کی طرف پسپا ہونے کے بجائے شاہ فارس کے سامنے ہتھیار ڈال دے گی اس نے ہمارے اس وعدے کا جو ہم نے اس کی مدد کے لیے کیا تھا۔ شکریہ ادا کیا تھا اور لکھا تھا کہ وہ دست بدعا ہے کہ ہم مصر کو غلامی اور خود فرعون کو موت سے بچانے کے لیے وقت پر مصر پہنچ جائیں امادہ کا خط میرے نام تھا۔ اس نے لکھا تھا۔

"شاکا! میرے پیارے شاکا۔ اگر تم مجھے زندہ دیکھنا چاہتے ہو تو جلدی آجاؤ۔ مبادا تم یہاں اس وقت پہنچو جب میری لاش بھی دفنائی جاچکی ہو۔ اگر تم نہ آگئے تو میں خودکشی کرلوں گی۔ کیونکہ مجھے مرنا تو منظور ہے لیکن یہ منظور نہیں کہ شاہ فارس مجھے اپنی داشتہ بنالے۔ صورت حال مایوس کن اور حوصلہ شکن ہے اور ہرچند کہ امادہ کے قلعہ کے کو مستحکم بنادیا گیا ہے لیکن وہ بھی سیلاب مشرق کو زیادہ دنوں تک روک نہ سکے گا۔ بھلا اتنے بڑے لشکر کا جو جدید آلات حرب سے مسلح ہو مصر مقابلہ کرسکتا ہے؟ آہ! جلدی آجاؤ میرے پیارے۔"

کریما کے نام بھی مقدس تانوفیر کے چند پیغامات تھے۔ جن میں کہا گیا تھا کہ ان پیغامبروں کے ہم تک پہنچنے کے ایک مہینے کے بعد اگر ہم مصر نہ پہنچے تو پھر قصہ ہی ختم ہو جائے گا۔ اور پھر کسی کے بنائے کچھ نہ بنے گا۔

یہ خطوط پڑھنے کے بعد ہم نے مجلس مشاورت طلب کی اور بڑی عجلت میں

ایک فیصلے پر پہنچ کر آگے روانہ ہوگئے۔ اب ہم تیزی سے آگے بڑھ رہے تھے اور دم لینے کے لیے کسی جگہ قیام نہ کر رہے تھے۔ اس کے علاوہ ہم نے فرعون کی خدمت میں پیغامبر بھیج دیئے کہ ہم جلد از جلد اس کے پاس پہنچنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ چنانچہ وہ اس وقت تک شاہ فارس کو روک رکھے جب تک اس کا فرعون کا آخری سپاہی بھی کام نہیں آجاتا۔ فرعون اور امادہ کے خطوط ملنے کے پچیسویں دن ہم مصر کے سرحدی شہر میں تھے۔ شہر میں ایک عام ابتری پھیلی ہوئی تھی۔ باشندے خوف کے مارے سچ مچ پاگل ہو رہے تھے۔ یہاں ہم نے ایک رات کے لیے قیام کردیا۔ رات کا کھانا جو ہمارے لیے لایا گیا تھا کھایا اور پڑ کر سو رہے پھر علی الصبح روانہ ہوگئے۔ البتہ ہم نے ایک ہزار سپاہی شہر کی حفاظت کے لیے چھوڑ دیئے امادہ ابھی چار دنوں کی مسافت پر تھا۔

چوتھے دن صبح اطلاع ملی کہ امادہ تسخیر ہو رہا تھا یا ہوچکا تھا اور آخر کار جب ہم امادہ کے قلعے کے سامنے پہنچے تو نظر آیا کہ وہ شاہ فارس کے زبردست لشکر کے محاصرے میں ہے اور دریائے نیل یونانی اور قبرصی جنگی جہازوں سے ٹپا پڑا تھا۔ اس کے علاوہ شاہ فارس کے پیغامبر ہمارے پاس آئے اور شاہ فارس کا یہ پیغام سنایا۔

"اے وحشیو! ہتھیار ڈالدو۔ ورنہ کل کا سورج طلوع ہونے سے پہلے تم میں کا ہر ایک شخص نہ ٹوٹنے والی نیند سو رہا ہوگا۔"

ہم نے شاہ فارس کے پیغام کا یہ جواب دیا۔ کہ ہم آپس میں مشورہ کرنے کے بعد آئندہ کل ہتھیار ڈال دیں گے۔ کیونکہ جب ہم ایتھوپیا سے چلے تھے تو ہمارے خواب و خیال میں بھی نہ تھا کہ شاہ فارس کی فوج آسمان کے تاروں کی طرح بے شمار ہوگی۔ کیونکہ ہم فرعون کے خط سے دھوکا کھاگئے تھے اس کے علاوہ ہم نے کہا۔ مناسب ہوگا کہ شاہ شاہان ہمیں اپنے حال پر چھوڑ دے۔ کیونکہ ہم لوگ بہادر اور جنگجو ہیں چنانچہ ہمارا خاتمہ کرنا آسان نہیں ہے۔ مناسب یہی ہے کہ شاہ فارس ہمیں ایتھوپیا لوٹ جانے دے۔ اور خواہ مخواہ اپنے سپاہیوں کی جان کا دشمن نہ بنے کیونکہ ہمارا ہر سپاہی دو مشقیوں کو قتل کرنے کے بعد ہی قتل ہوگا۔

پیغامبر بیس کا یہ پیغام لے کر جو خود بیس کی زبانی تھا۔ روانہ ہوئے۔ ان

پیغامبروں میں سے ایک نے جو کہ کوئی افسر یا امیر معلوم ہوتا تھا۔ بلند آواز میں اپنے ساتھیوں سے کہا کہ وہ اس بات کو برداشت نہیں کرسکتے کہ وہ اس بونے کے پیغامبر کی خدمات انجام دے رہا ہے۔ جو انسان سے زیادہ بندر معلوم ہوتا ہے اور یہ کہ یہ بونا اس وقت بڑا مضحکہ خیز معلوم ہوگا۔ کہ جب وہ پھانسی کے ستون سے لٹک رہا ہوگا بیس نے کوئی جواب نہیں دیا۔ جب شاہ فارس کے پیغامبر جاچکے تو اس نے کہا۔ مقدس ٹڈے کی قسم! اس فارسی کتے نے میری توہین کی ہے اور اس کے عوض میں فارسیوں کے خون سے نیل کا پانی سرخ کردوں گا۔ اور ان کی لاشوں سے نیل کو پاٹ دوں گا۔ اور اس مغرور فارسی کی لاش جہاز کے مستول سے لٹکا دوں گا۔"

جب پیغامبر جاچکے تو بیس نے سپاہیوں کو کھانا کھانے اور آرام کرنے کا حکم دیا۔ مجھے یقین ہے کہ شاہ فارس ہم پر فوراً ہی حملہ نہ کردے گا۔" اس نے کہا۔ کیونکہ وہ سمجھ رہا ہوگا۔ کہ اس کی زبردست فوج دیکھ کر ہم ڈر گئے ہیں۔ چنانچہ راتوں رات فرار ہوجائیں گے۔ ایتھوپیا والوں نے خوب ڈٹ کر کھایا۔ اور پھر اطمینان سے پیر پسار کر لیٹ گئے ایتھوپیا والوں میں یہ عجیب بات تھی کہ ہر حال میں انہیں نیند آجاتی تھی۔ اور جب ایتھوپیا کی فوج خواب خرگوش کے مزے لے رہی تھی تو میں بیس اور کریما اور چند دیگر افسر جاگ رہے تھے اور آپس میں مشورہ کر رہے تھے کیونکہ ہم نہ جانتے تھے کہ اب کیا کیا جائے۔ امادہ کا قلعہ سامنے تھا لیکن مشرقیوں نے ایسا سخت محاصرہ کر رکھا تھا کہ کوئی نہ باہر سے اندر آسکتا تھا اور نہ کوئی اندر سے باہر جاسکتا تھا اور اسی قلعہ میں فرعون کی بقیہ فوج پناہ گزین تھی۔ اگر جو کچھ ہم نے سنا تھا وہ غلط نہ تھا۔ تو یہ فوج بیس ہزار سپاہیوں پر مشتمل تھی۔ اس کے علاوہ نیل پر یونانی اور قبرسی بیڑا بھی موجود تھا جس میں دو ہزار سے زیادہ جنگی جہاز تھے۔ غروب ہوتے ہوئے سورج کی روشنی میں ہم دیکھ سکتے تھے کہ جہاز دریا کے مغربی کنارے سے بندھے ہوئے تھے جہاں مصری نہ پہنچ سکتے تھے----- رہے ہم----- تو ہم بے حد مناسب جگہ قیام پذیر تھے۔ نیل کے ساحل پر کھیتوں کے سلسلے کے اس پار تھے۔ ہماری پشت پر صحرا تھا اور پھر ہم نشیب میں بھی نہ تھے لیکن ہمارے سامنے ایک ناقابل عبور دلدل تھی۔ جو ہمیں شاہ مشرق کے لشکر کے جنوبی حصے سے الگ کر

رہی تھی۔ چنانچہ شبخون تو مار ہی نہ سکتے تھے۔ خصوصاً اس لیے بھی کہ رات اندھیری تھی۔ شاہ فارس کی فوج کا گویا قلب یا مشرقی حصہ جو دو ہزار سپاہیوں پر مشتمل تھا شمال کی طرف پڑاؤ ڈالے ہوئے تھا۔ انہی سب باتوں کو ذہن میں رکھ کر ہم بے حد نیچی آواز میں ہر ہر پہلو پر بحث کرتے رہے یہاں تک کہ اندھیرا اتنا گہرا ہوگیا کہ ہم ایک دوسرے کی صورت بھی نہ دیکھ سکتے تھے اور ہماری فوج ستر ہزار کی فوج گہری نیند سو رہی تھی۔

"ہم سچ مچ پھنس گئے ہیں بری طرح پھنس گئے ہیں۔ آخر کار بیس نے کہا۔ اگر ہم نے ان کے حملے کا انتظار کیا تو فارسی یقیناً ہمیں کچل کر رکھ دیں گے اگر ہم فرار ہوئے تو چونکہ فارسیوں کے پاس اونٹ گھوڑے ہیں اس لیے وہ ہمیں آلیں گے۔ اور ہمارے پاس جہاز تو ایک بھی نہیں لیکن فارسیوں کے پاس سینکڑوں ہیں اور اگر ہم نے حملہ کردیا تو ہمیں دلدل سے گزرنا پڑے گا اور وہاں ہم دھنس کر ہی رہ جائیں گے ادھر فرعون کی تباہی یقینی نظر آرہی ہے کیونکہ فارسی منجنیقیں اماده کی دیواریں توڑ رہی ہیں۔ چنانچہ اب میری تو عقل حیران ہے کہ کیا کیا جائے۔ مقدس ٹڈے کی قسم کوئی بات سمجھ میں نہیں آرہی ہے چنانچہ معلوم ہوتا ہے کہ ہمارا یہ سفر بیکار ہی رہا۔ اور یہ کہ ہمارے ساتھیوں میں سے بہت کم واپس اپنے وطن پہنچ سکیں گے اور یہ کہ مصر کی تباہی یقینی ہے۔"

میں نے کوئی جواب نہیں دیا کیونکہ بیس کی طرح میری سمجھ میں کوئی بات نہ آرہی تھی۔ میری ساری ذہانت اور جنگی قابلیت میری مدد کرنے سے قاصر تھی اور دیگر افسر بھی حیران اور خاموش تھے۔ البتہ کریما چونکہ عورت تھی اس لیے وہ خاموش نہ رہ سکی اور رو پڑی۔ رہا میں تو میرا دل بھی اماده کے خیال سے بھر آیا تھا۔ کیونکہ اس کی حالت قربانی کے اس بکرے کی طرح تھی جسے دیوتا کے حضور کھڑا کردیا گیا ہو اور مہنت اس کی گردن اڑانے کے لیے تیغہ بلند کرچکا ہو-----
دفعتہً "کچھ کھٹکا سا ہوا۔ خیمے کا دروازہ بند تھا۔ اس پر پردہ پڑا ہوا تھا۔ لیکن اسی بند دروازے میں سے کسی کی آواز سنی گہری اور گھمبیر آواز جو کہہ رہی تھی۔

"یہ آج معلوم ہوا۔ کہ سورج غروب ہونے کے بعد ایتھوپیا والے مایوس

ہو جاتے ہیں اور ان کے حوصلے پست ہو جاتے ہیں اگر ان کی جگہ مصری ہوتے تو وہ ایسی باتیں نہ کرتے۔" یہ آواز گمبھیر اور گہری آواز مجھے کان آشنا معلوم ہوئی۔ لیکن میں خاموش ہی رہا دوسرے لوگ بھی دم بخود اور خاموش بیٹھے رہے۔ کیونکہ سچ تو یہ ہے کہ اس پر اسرار آواز کو سن کر ہم سب سہم گئے تھے اور ہمارا یہ خوف بے جا نہ تھا کیونکہ ظاہر ہے کہ سنتریوں کی تین مستعد صفوں کو کوئی زندہ انسان نہیں بلکہ روح ہی عبور کرسکتی تھی۔ چنانچہ ہم اندھیرے میں خاموش بیٹھے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھتے رہے۔ یہاں تک کہ دفعتہً" روشنی کا دھندلا سا داغ نظر آیا۔ وہ بڑھنے لگا۔ روشنی تیز ہونے لگی۔ تیز----- تیز----- اور تیز یہاں تک کہ ہمارے دل خوف سے سرد ہوگئے۔ اب یہ روشنی سمٹ کر ایک شکل اختیار کرنے لگی----- وہ مجسم ہونے لگی۔ اس نے ایک صورت بنادی۔ مرجھایا ہوا جھریوں پڑا چہرہ۔ اندھی آنکھیں اور سپید لانبی داڑھی----- یہ مقدس تانوفیر کا چہرہ تھا۔ جی ہاں فرش زمین سے دو فٹ بلند۔ مقدس تانوفیر کا چہرہ جیسے ہوا میں معلق تھا اور ان کے سر اور گالوں پر شعلے لرز رہے تھے۔

"آہ! میرے آقا! کریما نے چیخ کر کہا اور ایک دم سے اپنا ماتھا زمین پر ٹیک دیا "میرے پیارے جام۔" مقدس تانوفیر نے کہا۔ شکر ہے کہ تم سلامت اور تندرست ہو اور اب ہماری جان میں جان آئی۔ تو کسی نے اٹھ کر مشعل جلائی اور دیکھا تو ہمارے سامنے کوئی اور نہیں۔ بلکہ مقدس تانوفیر بیٹھے ہوئے تھے۔ جنہوں نے حسب معمول اپنے جسم کو سیاہ لبادے میں چھپا رکھا تھا۔

"میرے عظیم چچا! آپ کہاں سے آگئے----- میں نے حیرت سے پوچھا۔ "اتنی دور سے تو نہیں آیا۔ جتنی دور سے تم آئے ہو۔" انہوں نے جواب دیا اماده کے قلعہ میں سے آیا ہوں۔ یہ نہ پوچھو کہ کس طرح۔ بوڑھا اور اندھا فقیر جہاں چاہے جاسکتا ہے۔ بشرطیکہ وہ راستے سے واقف اور ہاں اگر تم لوگوں کے پاس کچھ کھانے کو ہو تو میں بھی چند لقمے کھالوں گا۔ کیونکہ اماده میں پچھلے ایک مہینے سے کھانے کو کچھ زیادہ نہیں مل رہا ہے اور آج رات تو بہت ہی کم ملا ہے۔" کریما فوراً خیمے سے باہر بھاگی۔ اور چند سیکنڈ بعد ہی شراب اور روٹی لے کر واپس آچکی تھی۔

مقدس تانوفیر نے کئی دن کے بھوکے کی طرح روٹی کھائی اور عادی شرابیوں کی طرح شراب پی۔

"کئی برسوں بعد آج پہلی مرتبہ میں نے ایسی تیز شراب پی ہے۔ مقدس تانوفیر نے آخری جام پینے کے بعد کہا۔ "بہرحال جب سمجھ بوجھ کی ضرورت ہو تو انسان کو اپنا عہد توڑنے میں تاخیر نہ کرنی چاہیے۔ اور اس وقت ہم سب کو سمجھ بوجھ کی ضرورت ہے۔ دیوتاؤں کو بھی میں یہی جواب دوں گا۔ کیونکہ میں بہت جلد ان کے پاس جانے والا ہوں۔ ہاں تو اب یہ بتاؤ کہ تمہاری کتنی فوج ہے؟"

"تقریباً پچھتر ہزار۔"

"شاباش۔ انہوں نے خوش ہو کر کہا۔ اب یہ بتاؤ تمہاری تجویز کیا ہے۔ یا کہ تم نے جنگ کا کیسا نقشہ بنایا ہے۔"

"ہم کوئی نقشہ نہیں بنا سکے۔" ہم نے سر نفی میں ہلا کر جواب دیا۔

"ہیں۔ مقدس تانوفیر نے سخت لہجے میں کہا۔ معلوم ہوتا ہے کہ بادشاہ بننے کے بعد یا پھر شادی کرنے کے بعد کچھ سست اور بے وقوف سے بن گئے ہو۔ تم جب کنوارے تھے اور بادشاہ بھی نہ تھے تو تدبیریں تمہارے موٹے ہونٹوں کے کیواڑوں میں سے دھکا پیل کرتی نکلا کرتی تھیں------ اور شباکا! تمہیں کیا ہوا۔ کیا ایتھوپیا کی خنک ہوا نے تمہاری جنگی قابلیت کو بھی زنگ لگادیا یا کہیں ایسا تو نہیں کہ شادی کے خیال نے تمہیں عنی بنادیا ہو۔ خیر مردوں کی عقل پر چونکہ پردے پڑ گئے ہیں۔ اس لیے اب مجھے جنس مخالف سے ہی پوچھنا پڑے گا۔

"کریما۔ جلد بتاؤ۔ کیا ہے تمہاری تجویز-----؟"

دفعتہ" کریما کا چہرہ متغیر ہوگیا۔ اس کے چہرے کے نقوش کھنچ سے گئے۔ آنکھیں تقریباً بے نور سی ہوگئیں اور جب وہ بولی تو معلوم ہوا جیسے خود کریما کو معلوم نہیں کہ وہ کیا کہہ رہی ہے۔

"میری تجویز تو یہ ہے کہ شاہ فارس کی فوجوں کو تباہ کر کے شہر امادہ کو آزاد کرا دیا جائے۔" اس نے کہا۔

"بے حد عمدہ تجویز۔" مقدس تانوفیر نے کہا۔ لیکن سوال یہ ہے کہ اس

تجویز کو جامہ عمل کس طرح پہنایا جائے۔"

"اگر میرا حافظہ غلطی نہیں کر رہا ہے-----" کریما نے کہنا شروع کیا۔ تو سال کے اسی موسم میں یہاں سے ایک فرسخ ادھر دریائے نیل اس قدر پایاب ہو جاتا ہے کہ ایک بلند قامت شخص اسے عبور کر سکتا ہے۔ اگر بہت ہوا تو پانی اس کے کندھوں تک آئے گا۔ چنانچہ میں پہلے پانچ ہزار تیغ زنوں کو اس طرف بھیج دوں گی کہ وہ آہستہ آہستہ خاموشی سے وہاں پہنچ جائیں جہاں فارسیوں کا جنگی بیڑا لنگر انداز ہے ملاح چونکہ اپنے آپ کو محفوظ سمجھ رہے ہوں گے۔ اس لیے بے فکری کی گہری نیند سو رہے ہوں گے چنانچہ ہمارے آدمی وہاں پہنچتے ہی جہازوں کو آگ لگا دیں گے جنوب کی طرف سے تیز ہوا بہہ رہی ہے۔ خشک لکڑی نہ صرف فوراً آگ پکڑ لے گی بلکہ دیکھتے ہی دیکھتے تمام ہی جہازوں کو اپنی لپیٹ میں لے لے گی اور فارسیوں کے زیادہ تر سپاہی جو ان جہازوں میں ہیں جل بھن کر کوئلہ ہو جائیں گے اور جو بچ رہیں گے انہیں ہمارے پانچ ہزار بہادر موت کے گھاٹ اتار دیں گے۔

"عمدہ۔ بہت عمدہ۔" مقدس تانوفیر نے کہا۔ "لیکن مشرقی کنارے پر دو ہزار سپاہیوں کی فوج ہے۔ ان سے نپٹنے کی کیا صورت ہوگی کریما؟"

"میں دلدل کے اس پار ایک راستہ دیکھ رہی ہوں۔ یہ راستہ ٹیلوں کی اوٹ میں۔ مگر صحرا کے کنارے کنارے آگے بڑھ گیا ہے۔ چنانچہ تیس ہزار تیر اندازوں کو شباکا کے زیر کمان اسی راستے کے ذریعے امادہ کے دوسری طرف بھیج دوں گی اور انہیں کوئی نہیں دیکھے گا۔ کیونکہ راستہ ٹیلوں کی آڑ یا عقب میں ہے راستے کے انتہائی سرے پر نیچے ٹیلے ہیں۔ جو کہ سنگلاخ ہیں۔ میں تیر اندازوں سے کہوں گی کہ وہ ان ٹیلوں کے پیچھے چھپ جائیں اور صبح کا انتظار کریں۔ اور جب صبح کی روشنی پھیلے گی تو شباکا اور تیر اندازوں کو عین اپنے قدموں میں فارسیوں کی فوج نظر آئے گی۔ اب اگر ہر تیر انداز کو سو سو تیر دے دیئے گئے تو ہمارے تیر انداز بیک وقت دس ہزار فارسیوں کو چھید کر رکھ دیں گے ہماری کمانیں مضبوط اور لچکدار ہیں اور تیر تیز ہیں۔ چنانچہ ایک تیر بیک وقت دشمن کے دو آدمیوں کو چھید سکتا ہے۔ اور چونکہ ہمارے تیر انداز بلندی پر ہوں گے اس لیے پورے میدان میں

بلکہ تقریباً نیل کے ساحل تک تیر پھینک سکیں گے۔"

"شاباش۔" مقدس تانوفیر نے کہا۔ لیکن کریما۔ قلعہ امادہ کے اس طرف شاہ فارس کی فوج کا قلب ہے اس کا کیا ہو گا؟"

"میں سمجھتی ہوں کہ ہماری فوج کو بہت کم اور کمزور سمجھ کے فارسیوں کی یہ فوج ہماری طرف بڑھے گی اور سورج کی پہلی کرن کے ساتھ دلدل عبور کرے گی یا اس کی کوشش کرے گی۔ چنانچہ ان لوگوں کو رگید ڈالنے کے لیے ہمیں پانچ ہزار تیر انداز تیار رکھنے چاہیں کہ جیسے ہی دشمن آگے بڑھے ہمارے تیر انداز اس پر تیروں کی بوچھاڑ کر دیں۔ لیکن کافی جانی نقصان اٹھانے کے باوجود فارسی دلدل عبور کرلیں گے۔ لیکن جب فارسی اس طرف آئیں گے تو وہ ہمیں صف در صف اپنے استقبال کو تیار پائیں گے۔ اور ہمارے سامنے ڈھالوں کی دیوار سی ہوگی۔ جسے فارسی پیادے اور گھوڑ سوار توڑ نہ سکیں گے۔ کیونکہ ان سپاہیوں کی صفوں کو کوئی نہیں توڑ سکتا جو شباکا کے تربیت یافتہ ہوں اور جن کی کمان قارون کر رہا ہو۔ فارسی آگے بڑھیں گے لیکن ہمارے سپاہیوں سے ٹکرا ٹکرا کے یوں پیچھے ہٹ جائیں گے۔ جس طرح سمندر کی موجیں چٹانوں سے ٹکرا کے لوٹ جاتی ہیں۔ ہاں وہ بار بار حملے کریں گے اور ہر حملے میں ان کی زیادہ سے زیادہ تعداد کم ہوتی جائے گی یہاں تک کہ خوف کی چیخیں ان کے کانوں تک پہنچ جائیں گی اور یہ وہ زخمی اور وہ مرنے والے چیخ رہے ہوں گے جن کا صفایا شباکا اور اس کے تیر انداز کر رہے ہوں گے اور یہ کراہیں اور چیخیں یہ شور اور پھر دھڑا دھڑ جلتے ہوئے جہازوں کو دیکھ کے فارسیوں کے جی چھوٹ جائیں گے۔ اور وہ پیٹھ پھیر کر فرار ہو جائیں گے۔"

"خوب۔ بہت خوب۔" مقدس تانوفیر نے کہا۔ لیکن اس کے باوجود شاہ فارس کی بہت سی فوج باقی رہ جائے گی۔ اس کے متعلق کیا کہتی ہو کریما؟"

"میں فرعون کو پیغام بھیج دوں گی۔ کہ وہ قلعہ امادہ کے دروازے کھول کر اپنے سپاہیوں کے ساتھ باہر نکل آئے۔ ہاں شمالی اور جنوبی دروازوں سے اس کے سپاہی نکل آئیں اور بقیہ فارسیوں پر ٹوٹ پڑیں۔ دونوں طرف سے ٹوٹ پڑیں تو اس طرح فارسی چکی کے دو پاٹوں کے درمیان آجائیں گے اور پس کر رہ جائیں

گے۔ البتہ یہ میں نہیں جانتی کہ فرعون کو یہ پیغام کس طرح بھجوایا جائے۔ اور اسے یہ اطلاع کس طرح دی جائے کہ اسے کب حملہ کرنا ہے۔"

"بہت عمدہ۔" مقدس تانوفیر نے کہا۔ رہا فرعون کو پیغام پہنچانے اور اطلاع دینے کا معاملہ تو وہ تم مجھ پر چھوڑ دو۔ یہ واقعی عجیب بات ہے کہ میرا جام شکستہ جسے میں نے پھینک دیا تھا۔ اب بھی کام آ رہا ہے۔ کیونکہ جان لو جو تجاویز تم نے پیش کی ہیں وہی میرے ذہن میں بھی تھیں۔ لیکن میں اپنا اطمینان کرلینا چاہتا تھا۔ اور مقدس تانوفیر ہنسے۔ کریما نے یوں انگڑائی لی۔ جیسے وہ نیند سے بیدار ہو رہی ہے۔ اس نے اپنی آنکھیں ملیں اور کہا۔ کہ اسے بھوک معلوم ہو رہی ہے۔

پھر دوسرے ہی لمحے مقدس تانوفیر صاف اور ٹھہری ہوئی آواز میں یوں کہہ رہے تھے۔ "بیں امید ہے کہ تم ایسا ہی کرو گے جیسا کہ تمہاری بیوی نے کہا ہے۔ چنانچہ حکم دو۔ کہ سپاہیوں کو بیدار کر دیا جائے حکم دو کہ وہ مسلح ہو جائیں اتفاقاً" میرے چار ساتھی جن پر اعتبار کیا جاسکتا ہے اس وقت میرے ساتھ آئے ہیں اور باہر کھڑے ہوئے ہیں۔ ان میں سے دو ان پانچ ہزار بہادروں کی رہبری کریں گے جنہیں فارسیوں کے جنگی جہازوں کو آگ لگانی ہے۔ اور دوسرے دو شباکا اور اس کے تیر اندازوں کو اس راستے سے جس سے کریما پوری طرح واقف معلوم ہوتی ہے امادہ کے دوسری طرف لے جائیں گے رہا میں تو میں جارہا ہوں قلعہ امادہ میں کہ فرعون کو وقت مقررہ پر اپنا کردار ادا کرنے کے لیے تیار کردوں----- سن لو----- سب سن لو۔ اگر آج ہی رات کو اس تجویز پر عمل نہ کیا گیا تو کل امادہ فتح ہو جائے گا۔ ایک راہبہ ماری جائے گی۔ اور بیں! تم اور تمہارے ساتھی کبھی ایتھوپیا نہ پہنچ جائیں گے----- تو پھر یہ طے رہا؟" میں نے اثبات میں سرہلادیا کیونکہ اب ان باتوں میں وقت ضائع مناسب نہ تھا۔ اور بیں نے اپنے دیدے گھما کے کہا۔

"جب کسی کی سمجھ میں کوئی بات نہ آ رہی ہو تو پھر اس کی بہتری اسی میں ہے کہ وہ کسی دوسرے کی تجویز پر عمل کرے۔ اور پھر شکار بن جانے کی بہ نسبت شکار کا تعاقب کرنا مناسب ہے اور جب یہ تجویز مقدس تانوفیر اور ان کے جام

نے ----- خواہ وہ ٹوٹا ہوا ہی کیوں نہ ہو ----- پیش کی ہو۔ تو اس کی کامیابی میں کسی شک و شبہہ کی گنجائش باقی نہیں رہ جاتی۔ افسرو۔ تم نے سن لیا؟ جاؤ سپاہیو کو بیدار کردو اور ان سے کہہ دو کہ وہ مسلح ہو کر صف در صف کھڑے ہو جائیں۔"
افسر اٹھے اور تیر کی طرح خیمے سے باہر نکلے اور چند منٹوں بعد ہی ہم سپاہیوں کے بیدار اور مسلح ہونے کی آوازیں سن رہے تھے۔

"مقدس تانوفیر۔ آپ کے وہ راہبر کہاں ہیں جن کا آپ نے ذکر کیا تھا؟"

مقدس تانوفیر نے ہاتھ اٹھا کر اشارہ کیا۔ اور اندھیرے میں سے چار شخص یکے بعد دیگرے نکل کر خیمے میں آگئے۔ یہ چاروں اجنبی معلوم ہوتے تھے عجیب سے تھے اور خاموش تھے بس اس سے زیادہ میں ان کے متعلق کچھ نہیں کہہ سکتا کیونکہ ان کے چہروں پر نقاب پڑی ہوئی تھی۔ اور نہ ہی جنگ کے خاتمے پر وہ مجھے کہیں نظر آئے۔ شائد وہ جنگ میں مارے گئے تھے۔ یا پھر وہ ----- خیر جانے دیجئے اس ذکر کو۔

"سن لیا۔ تم چاروں نے؟" مقدس تانوفیر نے پوچھا۔ اور ان چاروں نے رضامندی کے اظہار کے طور پر اپنے سر جھکا دیئے۔

"شاباکا۔ بیں نے میرے کان میں کہا۔ یہ بات کچھ سمجھ میں نہیں آئی کہ ان چاروں نے ہماری باتیں کیسے سن لیں۔ حالانکہ وہ خیمے میں نہ تھے؟ اور پھر وہ یہاں تک کیسے آگئے۔ جبکہ ہم نے طلایہ کے سپاہیوں کو حکم دے رکھا ہے کہ وہ ہر اس شخص کو تیروں سے اڑا دیں جو پہچان کا لفظ نہ جانتے ہوں۔ پھر یہ چاروں تو نقاب پوش ہیں۔ بھلا یہ طلایہ گرد دستے کے درمیان سے کیسے نکل آئے؟"

"یہ تو دیوتا ہی جانیں۔" میں نے جواب دیا۔ اس پر بیں نے ایک ٹھنڈا سانس کھینچا اور کریما یوں مسکرائی جیسے وہ ان چار اجنبیوں کے متعلق سب کچھ جانتی ہو۔ "سن چکے ہو تو پھر تعمیل کرو۔" مقدس تانوفیر نے کہا اور چاروں نقاب پوشوں نے ایک بار پھر کمر سے خم ہو کر اپنی رضامندی کا اظہار کیا۔

"مقدس تانوفیر۔ آپ انہیں ہدایتیں نہ دیں گے کہ انہیں کیا کرنا اور کیا نہیں کرنا ہے-----؟" بیں نے مشکوک لہجے میں کہا۔

"اس کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ ان کو ہدایت دینا فضول ہے جو سب کچھ جانتے ہوں۔"

"یہ لوگ بھوکے اور پیاسے ہوں گے۔ اس لیے مناسب ہوگا کہ انہیں بھی کچھ کھلا پلا دیا جائے۔" میں نے کریما سے کہا۔

"بے وقوف خاموش رہو۔" کریما نے خشمگیں نظروں سے میری طرف دیکھ کر جواب دیا۔ "تم سمجھتے ہو کہ مقدس تانوفیر کے دوستوں کو کھانے پینے کی ضرورت ہوتی ہے؟"

"کم سے کم میں تو یہی سمجھتا ہوں کیونکہ یہ لوگ کئی مہینوں سے محصور ہیں اگر آقا بھوکا تھا اور اس نے کھایا تو پھر اس کے شاگرد کیوں نہ کھائیں گے؟ میں بڑبڑایا۔ دفعتہً ایک خیال بجلی کی سی تیزی سے میرے دماغ میں کوند گیا۔ اور میں خاموش ہو رہا۔ عین اسی وقت ایک افسر نے آکر اطلاع دی کہ سپاہی بیدار و مسلح ہو چکے ہیں۔ "ٹھیک ہے۔ بیں نے کہا۔ تو پھر ملکہ کریما کی تجویز پر عمل کرنے کے لیے روانہ ہو جاؤ۔ پانچ ہزار بہادر اپنے ساتھ لو اور جا کر فارسیوں کے جہازوں کو آگ لگا دو۔ اور یہاں بیں نے چند خاص دستوں کے جن میں خود افسر کا دستہ شامل تھا نام لیے۔ ان دستوں کو لے کر فوراً روانہ ہو جاؤ۔ اگر ممکن ہو تو چند جہازوں کو بچا لینا۔ جب تم اپنا کام کر چکو تو انہی جہازوں میں دریا عبور کر کے مجھ سے یا شاباکا کے دستوں سے جیسا موقعہ ہو مل جانا۔ جاؤ۔ مقدس ٹڈا تمہیں کامیاب کرے۔"

افسر نے سلام کیا اور پھر پوچھا۔ "اس مقام تک جہاں سے ہمیں دریا عبور کرنا ہے ہماری راہبری کون کرے گا؟" کہ فوراً ہی دو نقاب پوش چند قدم آگے بڑھ آئے۔

"مقدس ٹڈے کی قسم۔" افسر نے میرے کان میں کہا۔ "ان لوگوں سے تو مجھے ڈر لگتا ہے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ ان کی رہبری میں ہم دریا عبور کرنے کے بجائے زندگی کی سرحد ہی عبور کر جائیں۔"

"ڈر نہیں بہادر افسر مقدس تانوفیر نے کہا۔ اگر تم نے اپنا کام اتنی ہی خوبی سے انجام دیا جس خوبی سے راہبر اپنا کردار ادا کریں گے تو جہاز کوئلہ ہو گئے سمجھو

البتہ جہازوں کو جلانے کے لیے اپنے ساتھ آگ ضرور لے جانا۔"

چنانچہ افسران دو پراسرار رہبروں کے ساتھ روانہ ہوگیا وہ بچارا ذرا خوفزدہ معلوم ہوتا تھا۔ تھوڑی دیر بعد ہی پانچ ہزار بہادر نیل کے پایاب حصے کی طرف جارہے تھے۔ اب بیس نے میری طرف دیکھ کر کہا۔

"میرے بھائی! مناسب ہوگا کہ اب تم بھی تیراندازوں کو لے کر روانہ ہو جاؤ۔ اب یہ تمہیں شائد مقدس تانوفیر ہی بتائیں گے کہ تمہیں کس طرف جانا ہے۔"

"نہیں نہیں۔ مقدس تانوفیر نے کہا۔ یہ تو انہیں میرے راہبر بتائیں گے۔ شاباکا میرے راہبروں پر بھروسہ کرو۔ اور کسی بھی قسم کے شک کو اپنے دل میں جگہ نہ دو۔ شاباکا۔ کیا میں نے اس وقت تمہاری مدد نہ کی تھی جب کہ تم شاہ فارس کی گرفت میں تھے؟ اور کیا میں نے تمہاری اور بیس کی جان نہ بچائی تھی۔ جب تم یہاں سے میلوں دور تھے؟ فکر نہ کرو اب بھی میری مدد تمہارے شامل حال ہوگی۔

"مم------ مم------ میں کچھ نہیں جانتا۔" میں بڑبڑایا۔

"بے شک تم کچھ نہیں جانتے۔ لیکن میں سب کچھ جانتا ہوں اور میرے خیال میں بیس بھی جانتا ہے۔ اور کریما بھی۔ خیر تو اگر میں نے پہلے تمہاری مدد کی تھی تو اس وقت کیوں نہ کروں گا۔ جبکہ اسی جگہ پر مصر کی آزادی کا انحصار ہے۔

اور اب انہوں نے میرے اس ترکش کو اٹھالیا۔ جو قریب ہی پڑا ہوا تھا۔ اور ترکش کے ایک خاص تیر کو۔ جس میں ایک سپید اور ایک کالا پر لگا ہوا تھا۔ یوں چھوا۔ گویا وہ اسے اپنی اندھی آنکھوں سے دیکھ رہے ہوں۔

شاباکا۔ اس وقت میرے ان الفاظوں کو یاد کرلینا۔ جب کہ یہ تیر تمہاری کمان میں سے نکل کر کسی خاص شخص کے جسم میں ترازو ہو جائے۔" اور اب میں نے بیس کی طرف گھوم کر دیکھا اور پوچھا۔

"ہماری ملاقات کہاں ہوگی؟"

"میں نہیں جانتا۔ میرے بھائی۔ بیس نے جواب دیا۔ شائد قلعہ امادہ میں بشرطیکہ یہ ممکن ہو اگر نہیں تو پھر دوسری دنیا میں۔ شائد اوزیرس کے دسترخوان

پر۔ یا پھر مقدس ٹڈے کے کھیتوں میں یا پھر اس اندھیرے میں جو انسانوں اور دیوتاؤں کو نگل لیتا ہے۔"

"کریما میرے ساتھ آرہی ہے یا وہ تمہارے ساتھ رہے گی؟" میں نے پوچھا۔ "وہ کسی کے ساتھ نہیں جارہی ہے۔ بیس کے بجائے مقدس تانوفیر نے جواب دیا وہ میرے ساتھ قلعہ امادہ میں چلے گی۔ کیونکہ مجھے اس کی ضرورت ہے۔ اس کے علاوہ کریما وہاں محفوظ ہوگی۔ گھبراؤ نہیں۔ ہر درویش خواہ وہ کتنا ہی کمزور کیوں نہ ہو اپنے عصا اور جام کی حفاظت کرنا جانتا ہے۔ خواہ وہ جام شکستہ ہی کیوں نہ ہو۔"

چنانچہ میں بیس سے مصافحہ کرکے باہر آگیا۔ میں حیران تھا کہ میں کہیں خواب تو نہیں دیکھ رہا ہوں یا یہ سب کچھ حقیقت ہے۔ یا محض خواب؟ میں نے پلٹ کر دیکھا تو کریما مسکرا رہی تھی اور میں نے اس کی مسکراہٹ کو شگون نیک سمجھا۔ کیونکہ میں نے خیال کیا کہ یہ مقدس تانوفیر کا دل تھا جو مسکرا رہا تھا اور کریما تو محض ان کا آئینہ تھی۔ میرے تیس ہزار تیرانداز تیار تھے چنانچہ میں یہ اطمینان کرکے کہ ہمارے پاس تیروں کا کافی ذخیرہ ہے۔ میں اپنے تیراندازوں کے آگے ہوگیا۔ دونوں نقاب پوش رہبر میرے آگے آگے چل رہے تھے۔ میں نے انہیں مشکوک نظروں سے دیکھا۔ میرا یہ شک بے جا نہ تھا۔ کیونکہ فوج کو دو اجنبیوں کے اختیار میں دے دینا خطرے سے خالی نہ تھا۔ ہوسکتا تھا کہ نقاب پوش ہمیں دشمن کی فوج کے عین بیچ میں لے جاکر چھوڑیں۔ لیکن پھر مجھے یاد آیا کہ ان کی ذمہ داری مقدس تانوفیر نے لی تھی۔ مقدس تانوفیر میرے چچا تھے۔ جن کی میں بہت زیادہ عزت کرتا تھا اور جن پر مجھے اعتبار تھا۔ خود تانوفیر کو بھی مجھ سے بہت زیادہ محبت تھی۔ چنانچہ ظاہر ہے کہ وہ میرا برا نہ چاہیں گے۔ اس خیال نے میری ڈھارس بندھائی اور اب میں حیرت سے سوچ رہا تھا کہ وہ خیمے میں کس طرح آگئے تھے؟

بہرحال مقدس تانوفیر کی نقل و حرکت کو کوئی نہیں سمجھ سکتا۔ کیونکہ وہ انسان سے زیادہ روح تھے۔ ہوسکتا ہے کہ ہم نے جسے دیکھا وہ مقدس تانوفیر نہ ہوں بلکہ ان کا "کا" ہو۔ لیکن پھر سوال یہ ہے کہ کیا "کا" بھی انسانوں کی طرح کھاتا پیتا

ہے؟ اس کے متعلق تو میں صرف اتنا جانتا تھا کہ مقبروں میں مردوں کے "کا" کے لیے کھانے اور پینے کی چیزیں رکھی جاتی تھیں۔ چنانچہ اس الجھے ہوئے اور ناقابل فہم مسئلہ کو چھوڑ کر میں خود اپنے کام کے متعلق سوچنے لگا۔ اور ہمارا کام یہ تھا کہ شاہ فارس کی فوج کو ایک دم سے گھبرا کر خوفزدہ کردیا جائے۔

دلدل سے کترا کے ہم ایک ناہموار اور بلند جگہ میں آگئے ہرچند کہ گہری تاریکی کی وجہ سے کچھ نظر نہ آتا تھا تاہم میں نے محسوس کیا کہ ہم ڈھلان چڑھ رہے ہیں۔ یہ کوئی ٹیلہ تھا جس کی چوٹی پر ہم پہنچ گئے اور پھر دوسری طرف اتر کے ایک راستے پر آگئے اب ہمارے راہبر بائیں طرف مڑ گئے اور ان کے پیچھے میرے تیس ہزار تیر اندازوں کی طویل قطار بھی اس طرف مڑ گئی۔ ہم سب پیدل تھے اور ہمارے پیروں میں نرم و سبک پر تلے تھے۔ چنانچہ ہمارے چلنے سے قدموں کی چاپ بلند نہ ہو رہی تھی۔ اس کے علاوہ قطار کے آخری سرے تک یہ حکم پہنچا دیا گیا تھا کہ اس شخص کو فوراً ہی قتل کردیا جائے گا جو ذرا بھی آواز پیدا کرے گا۔ چنانچہ رات کے اندھیرے میں ہم ان دونوں پر اسرار راہبروں کی راہبری میں خاموشی سے آگے بڑھتے رہے۔

پورے دو گھنٹے تک ہم چلتے رہے اور پھر ایک بار بائیں طرف مڑ کر ایک اور ڈھلان چڑھنے لگے اور میں نے اندازہ لگایا کہ ہم قلعہ امادہ کے دوسری آچکے تھے اور یہاں پہنچ کر دفعتہ" ہمارے رہبر رک گئے۔ اور میں اور میرے پیچھے تیر اندازوں کی قطار رک گئی۔ پھر ایک راہبر آگے بڑھا۔ اور اس نے میرے چغہ کی آستین پکڑ لی۔ وہ مجھے ٹیلے کی چوٹی کے کنارے پر لے گیا اور اپنا آستین سے ڈھکا ہوا ہاتھ سامنے کی طرف اٹھا دیا۔ میں نے اس کے ہاتھ کی سیدھ میں دیکھا اور عین میرے قدموں میں صرف ایک تیر کے فاصلے پر شاہ فارس کے پڑاؤ کے ہزار ہا الاؤ جل رہے تھے پورے ایک فرسخ کے طول و عرض میں الاؤ کے شعلے نظر آرہے تھے اور ہم اس پڑاؤ کے عین قلب کے قریب بلکہ یوں کہنا مناسب ہوگا۔ کہ قلب کے عین اوپر تھے۔

"دیکھو سپہ سالار شابا کا۔ ہمارے راہبر نے پہلی بار اپنی زبان کھولی----

لیکن اس کی آواز عجیب پھنکارتی ہوئی تھی۔ جیسے الفاظ ایسے منہ سے نکل رہے ہوں

جس کے لب نہ ہوں۔

"دیکھو یہ تمہارے قدموں میں فارسیوں کی فوج محو خواب ہے چونکہ یہ لوگ اپنی تعداد پر نازاں ہیں اس لیے انہوں نے نہ تو طلایہ گردوں کا انتظام کیا ہے اور نہ ہی سنتریوں کا۔ اب اپنے تیر اندازوں سے کہو کہ وہ چار صفوں میں آگے بڑھیں اور اس طرح کہ پو پھٹنے سے پہلے وہ پتھروں اور چٹانوں کے پیچھے پناہ لے کر تیر چلا سکیں اس طرح کہ ان کا ہر تیر انداز آسانی سے تیر چلا سکے تم اپنے قلب کے ساتھ یہیں کھڑے رہو گے اس طرح کہ وہ سب جو جنوب اور شمال کی طرف ہوں گے۔ تمہیں یا تمہاری کمین گاہ کو دیکھ سکیں گے۔ میں اور میرا ساتھی تمہارے میمنہ کو لے کر آئے بڑھ کر ان ٹیلوں پر جا پہنچیں گے جو نیل کے قریب ہیں تاکہ یہ تمہارے تیر انداز مغروروں کو روک سکیں یا ان کا خاتمہ کرسکیں۔ رہی دوسری باتیں تو وہ خود تمہاری قابلیت پر منحصر ہیں۔ کیونکہ ہم سپاہی نہیں بلکہ راہبر ہیں اور جنگی داؤ پیچ سے سراسر ناواقف ہیں۔ اب بلاؤ اپنے افسروں کو اور جاری کرو اپنے احکامات چنانچہ ہم اپنے دستوں میں واپس پہنچے اور اپنے افسروں کو طلب کیا اور انہیں نہایت تفصیل سے سمجھا دیا کہ انہیں کیا کرنا ہے اور پھر ان سے کہا کہ وہ اپنے اپنے دستے میں جاکر میری ہدائتیں ہر سپاہی تک پہنچا دیں۔

چند ثانیوں بعد ہی میمنہ کے دس ہزار سپاہی آگے بڑھے اور اندھیرے میں چل کر نظروں سے غائب ہوگئے۔ اور ان کے ساتھ ہمارے دونوں نقاب پوش راہبر بھی ان دونوں پر اسرار رہبروں کو میں نے پھر کبھی نہ دیکھا۔ اب میں قلب کو لے کر آگے بڑھا اور اندھیرے میں جیسے تیسے ان کی صف بندی کرکے ان سے کہا کہ اگر ممکن ہو تو وہ اپنی ترتیب قائم رکھ کر لیٹ جائیں اور آرام کرلیں! انہیں یہ بھی ہدایت کردی گئی کہ سورج طلوع ہونے سے تیس منٹ پہلے کھا پی لیں (کھانا ہر سپاہی کے ساتھ تھا) پھر اپنے ترکشوں کا معائنہ کرلیں تیروں کی گڈیاں کھول کر تیار رہیں اس طرف سے اطمینان کرکے میں چند سپاہیوں کے ساتھ جو پیغامبروں اور محافظوں کی خدمات انجام دے سکتے تھے۔ آگے بڑھ کر یا ڈھلان کے کنارے پہنچ کر ہم اوندھے منہ لیٹ گئے کہ دشمن کی نقل و حرکت پر نظر رکھ سکیں۔

باب 17

دو گھنٹے گزر گئے۔ اور میں نے ستاروں کی طرف دیکھ کر اندازہ لگایا کہ اب صبح ہونے میں دیر نہ تھی۔ میری نظر نیل کی طرف اٹھی ہوئی تھی اور ان روشنیوں پر مرکوز تھی جو شاہ فارس کے جہازوں کے مستولوں پر جل رہی تھیں۔ میں سوچنے لگا کہ وہ لوگ کہاں ہیں جنہیں جہازوں کو آگ لگانے کے لیے بھیجا گیا تھا۔ کیونکہ اب تک تو وہ مجھے نظر آئے نہیں تھے بہرحال ان کا سفر ذرا طویل اور دشوار گزرا ہوگا کیونکہ انہیں دریا عبور کرنا تھا۔ شائد وہ اب تک جہازوں تک نہ پہنچے تھے شایائد راستہ بھول گئے تھے۔ بہرحال جنگی بیڑا خاموش اور پرسکون تھا ذرا بھی ہلچل نظر نہ آرہی تھی۔ اور نہ ہی کسی سنتری نے چیخ کر کسی کو ٹوکا تھا۔ آخر کار تارے مدھم پڑ گئے۔ پوپھٹنے کا وقت آگیا۔ اور میں نے اپنے پیچھے ہلکی ہلکی آوازیں سنیں۔ میرے سپاہی بیدار ہو رہے تھے اور جیسا ان سے کہا گیا تھا کھانا کھا رہے تھے چنانچہ میں نے بھی تھوڑا سا کھانا کھایا۔ حالانکہ بھوک نہ معلوم ہو رہی تھی اور تھوڑی سی شراب پی۔ حالانکہ طلب نہ محسوس کر رہا تھا۔ اب افق مشرق روشن ہوگیا تھا۔ کہ "دفعتہ" نیل کے انتہائی حصے پر ایک شعلہ سا نظر آیا جو ابتداء میں ایسا معلوم ہوا کہ جیسے کوئی لالٹین پکڑے اسے جھلا رہا ہو۔ پھر یکایک وہ شعلہ تیز سے تیز تر ہوگیا۔ اور دفعتہ" اس سرے سے اس سرے تک پھیل گیا۔ اب میں نے دیکھا

کہ وہ آگ تھی جو فارسیوں کے جنگی بیڑے کو اپنی لپیٹ میں لے چکی تھی۔

آگ ایک مستول سے دوسرے مستول تک ایک رسے سے دوسرے رسے تک اور ایک بادبان سے دوسرے بادبان تک پہنچ گئی۔ یہاں تک کہ معلوم ہوا۔ جیسے نیل کے پانی پر ایک آتشی چادر تن گئی ہو۔ ہمارے ساتھی کامیاب رہے تھے۔ شاہ شاہان کے جہاز دھڑا دھڑ جل رہے تھے اور تیز پھینکتی ہوئی ہوا پنکھا جھل کر آگ کو اور بھڑکا رہی تھی۔ کسی زندہ چیز کی طرح شعلے ایک سے دوسرے جہاز تک پہنچ رہے تھے کیونکہ جہازوں کو ایک دوسرے سے تقریباً ملا کر کنارے سے یوں باندھا گیا تھا کہ انہیں آسانی سے کھولا اور الگ نہ کیا جاسکتا تھا۔ لیکن چند جہاز مست ہاتھیوں کی طرح رسے تڑانے میں کامیاب ہوگئے۔ لیکن یہ جہاز بھی جل رہے تھے چنانچہ انہوں نے آگ پھیلانے میں ہمارے ساتھیوں کی ہی مدد کی۔ اور جب سورج نے افق مشرق سے سرا بھار کر دنیا اور دنیا والوں کی طرف دیکھا ہے تو مادر نیل کے سینے پر کچھ نہ تھا۔ سوائے جلتے ہوئے جہازوں کے اور کوئی آواز سنائی نہ دے رہی تھی۔ سوائے ان بھیانک چیخوں کے جو جلتے ہوئے جہازوں میں سے اٹھ رہی تھی۔ آگ اب بھی بڑھ رہی تھی اور مزید تیز ہو رہی تھی----- اس سے زیادہ دیکھنے کا مجھے وقت نہ ملا۔ کیونکہ اب وقت عمل کا آگیا تھا۔ آسمان روشن ہوگیا تھا اور اس دھندلی روشنی میں دور تک دیکھا جاسکتا تھا۔ میں نے اپنے چاروں طرف دیکھا اور دل ہی دل میں یہ اعتراف کیا۔ کہ جہاں پر ہم تھے وہ جگہ تیر چلانے کے لیے بہترین جگہ تھی۔ سامنے ڈھلان۔ سویا اس سے زیادہ قدم تک تقریباً عمودی تھی اور اس ڈھلان پر ہزاروں بڑے بڑے پتھر بکھرے ہوئے تھے جن کے پیچھے تیر انداز چھپ سکتے تھے اس عمودی ڈھلان کے بعد ڈھیلی مٹی کی ڈھلان تھی جس پر دشمن باسانی چڑھ نہ سکتا تھا۔ اس ڈھلان کے قدموں میں میدان تھا۔ اور اسی میدان میں فارسیوں کا پڑاؤ تھا۔ اور دو فرلانگ دور نیل کا ساحل تھا۔

فارسیوں نے اپنے پڑاؤ کے لیے اس میدان کا انتخاب کر کے سخت غلطی کی تھی۔ کیونکہ میدان کچھ زیادہ وسیع و عریض نہ تھا۔ اور فارسی اس میدان میں گویا ٹھنسے ہوئے تھے۔ صبح کا کہر چھٹنے لگا اور فارسیوں کے خیمے نظر آنے لگے۔ میدان

میں خیموں کا ایک شہر سا آباد تھا۔ حد نظر تک خیمے ہی خیمے تھے اور عین میرے سامنے اور ساحل دریا کے قریب ایک ریشمی خیمہ اور سنہرا سائبان نظر آ رہا تھا۔ بے شک شاہ شاہان کا خیمہ تھا۔ بے شک وہ اسی بادشاہ کا خیمہ تھا۔ جس نے مصر کو غلام بنانے کا ارادہ کیا تھا۔ کیونکہ خیمے کی چوٹی پر درفش کاویانی لہرا رہا تھا بے شک مقدس تانوفیر یا کریما یا پھر وہ روح جو مقدس تانوفیر کے قبضہ میں تھی جانتی تھی کہ حملہ کس طرف سے کیا جائے اور کہاں گھات لگائی جائے۔ اور اب میں پلٹ کر اپنے تیر اندازوں کی طرف بھاگ پڑا۔ اور چشم زدن میں تمام انتظامات مکمل ہو گئے۔ کیونکہ تیر انداز پہلے ہی سے تیار کھڑے تھے۔ ایتھوپیا والے آرام کرنے اور کھانا کھانے کے بعد تازہ دم ہو چکے تھے۔ جب میں ان کے قریب پہنچا تو انہوں نے ہاتھ اٹھا اٹھا کر مجھے سلام کیا۔ چونکہ ہم بلند آواز میں بول نہ سکتے تھے اس لیے میں نے سرگوشی میں افسروں سے اور افسروں نے سپاہیوں سے اور ہر سپاہی نے اپنے ساتھی سے کہا کہ آج کا دن ہمارے امتحان کا دن ہے۔ آج یا تو ہمیں جنگ کر کے فتح حاصل کرنی ہے یا پھر ایتھوپیا اور قارون کی عزت کی خاطر کٹ مرنا ہے-----

اس کے بعد میں نے احکامات جاری کئے اور میرے تیر انداز چار صفوں میں آگے بڑھے۔ اور ڈھلان پر بکھرے پتھروں کے عقب میں سینے کے بل ایسے لیٹ گئے کہ اب کوئی انہیں دیکھ نہ سکتا تھا۔

دیوتا را کا سرخ گھومتا ہوا گولا ابھرا اور میں پتھر کی اوٹ میں بیٹھا اسے ابھرتے دیکھتا رہا۔ مقدس تانوفیر۔ یا شائد دیوتا ہماری مدد کر رہے تھے۔ کیونکہ اس عرصے میں فارسی بیدار ہو چکے تھے اور نیل کی سطح پر جو کچھ ہو رہا تھا۔ اس سے واقف ہونے لگے تھے۔ چونکہ ان کے پڑاؤ اور نیل کے درمیان بلند نرسلوں کا جنگل حائل تھا۔ اس لیے وہ دیکھ نہ سکتے تھے کہ کیا ہو رہا تھا یا کیا ہو چکا تھا۔ چنانچہ وہ ہزار دس ہزار کی ٹولیوں میں حالات معلوم کرنے کے لیے اس ڈھلان کی طرف بھاگ پڑے۔ جو ہماری کمین گاہ کے قدموں میں تھی۔ ان آنے والوں میں نہ کوئی ترتیب تھی اور نہ تنظیم۔ بس وہ بھاگے آ رہے تھے۔ جس کے ہاتھ جو ہتھیار لگا وہ اٹھائے بھاگا آ رہا تھا۔ لیکن زیادہ تر نہتے ہی تھے۔ وہ ہماری کمین گاہ کی اس ڈھلان

کے قدموں میں پہنچ گئے۔ جس کی مٹی ڈھیلی تھی اب وہ ڈھلان چڑھ رہے تھے۔ کہ نیل پر جو کچھ ہو رہا تھا۔ اسے بخوبی دیکھ سکیں۔

مصر میں سورج یوں نکل آتا ہے جیسے وہ افق مشرقی کی کئی سڑھیاں ایک ساتھ پھلانگ گیا ہو۔ چنانچہ اس دفعہ بھی وہ دفعتہً نکل آیا اور اس کی کرنیں روئے زمین پر بکھر گئیں۔ لیکن نشیب میں اب بھی اندھیرا پھیلا رہا۔

میں منتظر رہا اور میں نے دائیں بائیں دیکھا کہ سب تیار ہیں یا نہیں۔ سب تیار تھے۔ میں نے مزید چند ثانیوں تک انتظار کیا کہ فارسیوں کی زیادہ سے زیادہ بھیڑ نچلی ڈھلان پر جمع ہو جائے۔ پھر میں نے دو دفعہ وہ اشارہ کیا۔ جو ہم میں پہلے سے طے ہو چکا تھا۔

میرے پیچھے ایک لمبے بانس پر ایتھوپیا والوں کا جھنڈا بلند کیا گیا۔ یہ پہلا اشارہ تھا۔ چنانچہ اس جھنڈے کو دیکھتے ہی ہر تیر انداز نے گھٹنوں کے بل بیٹھ کر چلہ چڑھایا۔ دوسرے ہی لمحے اپنی پسندیدہ سیاہ کمان اٹھا کر اس کا چلہ اپنے کانوں تک کھینچ چکا تھا۔ اس کمان کو سوائے میرے اور کوئی نہ کھینچ سکتا تھا۔

دور جہاں تک تیر نہ پہنچ سکتے تھے خیمے کی چوٹی پر درفش کاویانی لہرا رہا تھا۔ میں نے شاہ شاہان کے اس جھنڈے کو نشانہ بنا کر تیر چھوڑا تیر سنسناتا ہوا چلا۔ اس کا پھل فضا میں ایک لکیر سی بنا گیا۔ اور دوسرے لمحے میری پسندیدہ کمان سے نکلا ہوا تیر درفش کاویانی کو اسکے بانس تک ٹانک چکا تھا۔

اس نیک شگون کو دیکھ کر ایک شور بلند ہوا۔ تیس ہزار انسانوں نے خوشی کا نعرہ لگایا۔ جس کی آواز بادل کی گرج کی طرح ٹیلوں اور میدانوں میں لڑھکتی چلی گئی۔ اور پھر ایک پھنکار کی آواز آئی۔ "سوں۔ سا۔""" یہ ان تیس ہزار تیروں کی آواز تھی۔ جو ہوا کو چیرتے ہوئے دشمن کی طرف چلے تھے اور تیر اندازوں نے اندھا دھند نہیں بلکہ تاک تاک کر تیر چلائے تھے ایتھوپیا والوں کو تیر انداز کا سبق میں نے دیا۔ اور میری محنت بیکار نہ گئی تھی۔ ان تیروں نے کتنے فارسیوں کو چھید کر رکھ دیا؟ یہ تو مصر کے دیوتا ہی جانتے ہیں۔ میں نہیں جانتا میں تو صرف اتنا جانتا ہوں کہ ڈھلان جو زندوں سے ڈھکی ہوئی تھی۔ اب لاشوں اور زخمیوں سے پٹ

پڑی تھی۔ اکثر تڑپ رہے تھے اور اکثریوں بے حس و حرکت پڑے تھے جیسے گہری نیند سو رہے ہوں۔ ایتھوپیا کی کڑی کمانوں سے نکلے ہوئے تیروں کو کوئی زرہ نہ روک سکتی تھی۔ اور یہ تو ابتدا تھی کے بعد دیگرے باڑھیں ماری گئیں اور تیروں کی اس مسلسل بوچھاڑ سے فضا تاریک ہوگئی۔ یہاں تک کہ ڈھلان پر ایک شخص بھی زندہ یا اپنی ٹانگوں پر کھڑا نظر نہ آیا۔

اب تیر اندازوں کو پڑاؤ پر خصوصاً فارسیوں کے بار برداری کے جانور پر تیر چلانے کا حکم دیا گیا۔ تھوڑی دیر بعد یہ کام بھی ہوچکا تھا۔ جو جانور بچ رہے تھے۔ وہ بد حواس ہو کر ادھر ادھر بھاگ رہے تھے۔

آخر کار فارسیوں نے اس گویا آسمان سے برستی ہوئی موت کو دیکھا۔ اور کچھ کچھ معاملہ کی سمجھ میں آیا تو انہوں نے چیخ چیخ کر احکامات صادر کئے ہزاروں فارسی جو بچ رہے تھے بڑی بے ترتیبی سے نیل کے ساحل کی طرف بھاگے اور ہمارے تیروں کی زد سے باہر ہو کر جمع ہوئے اور مشورہ کرنے لگے۔ چند سیکنڈ بعد ہی وہ ایک آخری فیصلہ کر چکے تھے۔ کیونکہ اب وہ پورا لشکر۔ جس کے آگے آگے فارسی تیر انداز تھے ایک سیل رواں کی طرح ٹیلے کی طرف بڑھ رہا تھا۔

اب میں نے ایک ایک سپاہی تک اپنا یہ حکم پہنچا دیا کہ وہ چھپ کر بیٹھ رہیں اور انتظار کریں۔ یہاں میں یہ بتادوں کہ اب تک ہمارے تیر اندازوں میں ایک بھی شخص نہ مارا گیا تھا۔ فارسی آگے بڑھتے رہے ان کی زرہیں تلواریں اور بھالوں کے پھل صبح کی روشنی میں چمکنے لگے۔ وہ آگے بڑھے صف در صف آگے بڑھے طوفانی سمندر کی تباہ کن موجوں کی طرح آگے بڑھے اور وہ اتنے زیادہ تھے کہ نظر ان کو شمار نہ کر سکتی تھی۔ اب وہ ڈھیلی مٹی کی ڈھیلان کے قدموں میں پہنچ گئے۔ جو خود ان کے ساتھیوں کی لاشوں سے پٹی پڑی تھی اب یہاں پہنچ کر وہ رک گئے۔ چونکہ وہ ہمیں دیکھ نہ سکتے تھے۔ ڈھلان پر اور ٹیلے پر انہیں کوئی نظر نہ آرہا تھا۔ ایتھوپیا کے کالے سپاہی کالے پتھروں کے پیچھے چھپے ہوئے تھے۔ چنانچہ ان میں اور پتھروں میں تمیز کرنا ممکن نہ تھا۔ اور پھر ایتھوپیا والوں کی کمانیں بھی سیاہ تھیں جو چمکتی نہ تھیں۔

اور پھر فوج کے گھنے قلب میں سے جہاں میں سمجھتا ہوں کہ خود شاہ فارس موجود تھا۔ اور اس دستے میں سے جسے "لافانی" کہتے تھے اور جو بادشاہ کا محافظ دستہ تھا۔ چند صاحب نکل کر ادھر ادھر دوڑ پڑے۔ اور چیخ کر کہنے لگے۔

"حملہ کرو۔ آگے بڑھو۔" اور اب آگے کی صفیں ڈھلان پر چڑھنے لگیں۔ اب میں خاموشی سے منتظر بیٹھ رہا۔ یہاں تک کہ فارسیوں کی اگلی صفیں ڈھلان پر ہم سے صرف پچاس قدم کے فاصلے پر آگئیں۔ فارسیوں نے چند تیر بھی چلائے جو پتھروں سے ٹکرا کر رہ گئے اور اب میں نے اشارہ کیا۔ مقدس ٹڈے کا جھنڈا بلند کیا ایک بار----- دوبار----- تین بار----- جب وہ تیسری بار بلند ہوا ہے تو پھر ایک بار تیس ہزار تیر فارسیوں کے اجسام چھلنی کرنے کے لیے فضا کو چیرتے ہوئے چلے----- اور فارسی زخمی یا مردہ ہو کر گرے۔ انبار در انبار گرے۔ لیکن بدستور آگے بڑھتے رہے کیونکہ خود شاہ فارس انہیں دیکھ رہا تھا۔ اور شاہ کی نظر کے سامنے جنگ کر رہے تھے اور فرار ہونے کی سزا تھی۔ شرمناک اور کربناک موت۔ ہم ان سب کا خاتمہ نہ کر سکتے تھے۔ کیونکہ وہ بے شمار تھے۔ ہم نصف فوج کا بھی خاتمہ نہ کر سکتے تھے اور اب وہ ہمارے قریب پہنچ چکے تھے۔ ان کی پہلی صف اور ہمارے درمیان اب دس قدم سے بھی کم فاصلہ رہ گیا تھا۔ اب چونکہ ہمیں کھڑے ہو کر تیر چلانا پڑ رہے تھے اس لیے اب ہمارے سپاہی زخمی یا مردہ ہو کر گر رہے تھے۔ اب میں نے اشارہ کیا اور فوراً پیچھے ہٹنے کے اشارے کے طور پر ہاتھی دانت کا قرنا پھونکا گیا۔ اب ہم بدستور تیر چلاتے قدم بقدم پیچھے ہٹے ٹیلے کی چوٹی کی طرف ہٹے۔ چوٹی پر پہنچتے ہی ہم نے جلد ہی سے دو صفیں بنالیں اور حتیٰ الامکان ایک دوسرے کے کندھا ملا کر کھڑے ہوگئے۔ دائیں اور بائیں طرف کے تیر انداز مجھے اور میرے سپاہیوں کو دیکھ سکتے تھے چنانچہ انہوں نے ہماری تقلید کی اور اب مجھے وہ ترکیب یاد آگئی جو میں نے ان تیر اندازوں کو ایتھوپیا میں باربار سکھائی تھی۔

تیر اندازوں کی پہلی صف نے تیر چلائے اور ان تیروں نے تباہی مچادی کسی ایک تیر کا نشانہ بھی خطا نہ گیا۔ بلکہ اکثر ایک تیر دو دشمنوں کو چھید گیا۔ ہمارے

تیر انداز تیر چلا کر ایک دوسرے سے لپٹ گئے اور دوسری بھی صف نے پھر تیر چلا دیئے۔۔۔۔ جب دوسری صف کے تیر فارسیوں کی طرف چلے تو اگلی صف پھر ایک دم سے کھڑی ہوگئی۔ ہم تیر چلا کر پھر لیٹ گئے۔ اور دوسری صف نے پھر تیر چلا دیئے۔ اب مشرقیوں کا سیلاب رک گیا۔ کیونکہ ان کی اگلی صفیں اوندھے منہ پڑی ہوئی تھیں اور پیچھے والوں کو لاشوں اور زخمیوں کو روندتے ہوئے آگے بڑھنا تھا۔

بشرطیکہ وہ آگے بڑھ سکتے۔ چنانچہ سپاہی ڈھلان پر لاشوں کے درمیان چہ کنم کے عالم میں کھڑے ہوئے تھے۔ افسر انہیں تلواروں کے دستے سے مار رہے تھے لیکن سپاہی ایک قدم بھی آگے نہ بڑھاتے تھے۔ ایک بار پھر ہماری اگلی صف نے کھڑے ہو کر تیر چلائے ہم پھر لیٹ گئے اور پچھلی صف کو تیر چلانے کا موقع دیا۔ یہ انتہا تھی انسان ان تیروں کو برداشت نہ کرسکتا تھا۔ ہزارہا فارسی گرے اور بقیہ بدحواس ہو کر بھاگے۔

اب میرے اشارے پر قرنا پھونکا گیا۔ یہ حملے کا اشارہ تھا۔ سپاہیوں نے کمانیں کندھوں سے لٹکا کر تلواریں کھینچ لیں۔

"چلو ساتھیو!" میں نے چیخ کر کہا۔ اور ڈھلان پر بھاگ پڑا۔۔۔۔ اور ہم زخمیوں اور مردوں کو کچلتے ہوئے سیل رواں کی طرح ڈھلان سے اترنے لگے۔ فارسیوں کی پیش قدمی دفعتہً پسپائی میں تبدیل ہوگئی۔ اور سیاہ فام اور جفاکش ایتھوپیا والوں کے سامنے عیش و آرام کے عادی فارسی ٹک نہ سکتے تھے۔ وہ چلائے۔

"دیو آمدید۔۔۔۔ دیو آمدید۔۔۔۔"

اور وہ بھاگے۔

پیادوں کے کشتوں کے پشتے لگ گئے۔ یہاں تک کہ رتھوں کے گرداگرد لاشوں کی ایک دیوار سی بن گئی۔ اور ہمارا قلب پیچھے سے چلا آرہا تھا۔

ایسی جنگ شائد اس وقت سے پہلے کبھی نہ ہوئی ہوگی۔ اور ابھی سورج طلوع ہوئے ایک گھنٹہ بھی نہ ہوا تھا۔ کہ شاہ فارس اور اس کی نصف فوج موت کی

نہ ٹوٹنے والی نیند سو چکی تھی۔

اور اب ہم ایک بار پھر جمع ہوئے۔ مادر نیل کا پانی پی کر اپنے آپ کو تازہ دم کیا۔ اور اپنے تیر اندازوں کا جائزہ لیا۔ تو معلوم ہوا کہ ہمیں کچھ زیادہ جانی نقصان نہ پہنچا تھا۔

"ابھی کام پورا نہیں ہوا ہے۔۔۔۔" میں نے کہا۔

اور یہ میں نے غلط نہیں کہا تھا۔ کیونکہ شاہ فارس کا وہ مشہور دستہ جس کا نام "لافانی" تھا۔ اب بھی ہمارے عقب میں تھا۔ اور اس کے سپاہی اپنے بادشاہ کے گرد جمع ہورہے تھے۔ اور پھر "لافانی" دستے اور قلعہ امادہ کے درمیان ابھی اور سپاہی حائل تھے اور قلعہ کے جنوب میں ایک اور فوج تھی۔ اور اس فوج سے ہمیں کو نپٹنا تھا۔

اور اب ہم "لافانی" دستے کی طرف بڑھے۔ میرے سارے تیر انداز مجھ سے آملے تھے۔ اس لیے ہم ایک ساتھ ہی آگے بڑھے۔ جب ہم لاشوں سے پٹے ہوئے میدان میں آگے بڑھے تو شاہ فارس نے اپنے بچے ہوئے رتھوں کو ہماری طرف دوڑادیا۔ لیکن یہ رتھ بھی شاہ فارس کو کوئی فائدہ نہ پہنچا سکے۔ کیونکہ ہمارے تیروں کے سامنے گھوڑے ٹک نہ سکے اور دیوتاؤں کا شکر ہے کہ ہمارے پاس تیروں کی کوئی کمی نہ تھی۔ رتھ ہم تک پہنچ نہ سکے۔ ایک دو رتھ۔ دیوتا جانیں کس طرح ہماری صفوں میں پہنچ گئے۔ لیکن فوراً ہی انہیں تباہ کردیا گیا۔ اور ہماری صفیں ٹوٹنے نہ پائیں اور ان میں ذرا سا بھی رخنہ پیدا نہ ہوا۔

رتھ تباہ ہوچکے تھے۔ رتھ بان مارے جاچکے تھے۔ لیکن۔۔۔۔ "لافانی" اب بھی موجود تھے۔ چنانچہ ہم ان کی طرف تیر چلانے لگے یہاں تک کہ ترکش خالی ہوگئے۔

ادھر فارسی غصے میں دیوانے ہو کر ہماری طرف لپکے اور ہم ان کے لمبے لمبے بھالوں کی پرواہ نہ کرتے ہوئے اپنی تلواریں ہلاتے ان میں پھر گھس پڑے۔

اور اب ہم نے آخری اور سخت حملہ کیا اور جنوب کی طرف سے مصریوں

نے حملہ کیا اور آخر کار "لافانی" سپاہیوں کی صفوں میں رخنے پڑ گئے۔ اور ہم ان میں جا گھسے اور اب مجھے خدائے مصر فرعون پیروا نظر آیا۔ جس نے اپنے سر پر مصر کا دہرا تاج پہن رکھا تھا۔ فرعون بری طرح زخمی تھا اور دشمن کے نرغے میں تھا۔ کہ دفعتہ" ایک بلند قامت لافانی اس کی طرف لپکا اس نے اپنا بھالا بلند کیا اور دوسرے ہی لمحے وہ فرعون کے سینے میں اتر چکا تھا۔ فرعون گرا۔ میں ایک دم آگے بڑھ کر فرعون کے قریب جاکھڑا ہوا اور اپنی تلوار سے اس لافانی کی گردن پر وار کیا۔ جس کے بھالے کے زخم سے فرعون گرا تھا۔ لیکن میری تلوار آہنی ٹوپی پر پڑ کر ٹوٹ گئی۔ سپاہیوں کا ایک ریلہ آیا۔ اور مجھے فرعون سے دور گھسیٹ لے گیا۔ اسی وقت میں نے دیکھا کہ چند سپاہی فرعون کو اٹھا کر قلعہ کی طرف لے جا رہے تھے۔

اور دیکھو وہ سامنے شاہ شاہان اپنی پوری شان و تمکنت کے ساتھ اپنے سنہرے اور منقش رتھ میں کھڑا ہوا تھا۔ اس نے میری طرف دیکھا۔ اس نے وہ سیاہ کمان اٹھالی جسے وہ میری سمجھے ہوئے تھا۔ اس نے مجھے پہچان لیا۔ اس نے چلہ کھینچا اور چیخ کر کہا۔

"مصری کتے! مرنے کے لیے تیار ہو جاؤ۔" اور اس نے تیر چھوڑ دیا۔ تیر سنسناتا ہوا آیا اور میرے خود میں پیوست ہوگیا۔ میرے سر پر ایک خراش تک نہ آئی میں نے شاہ شاہان تک پہنچنے کی دیوانہ وار کوشش کی لیکن کامیاب نہ ہوا اب فارسی پسپا ہونے لگے "لافانی" سپاہیوں کی صفیں کچی دیوار کی طرح جگہ جگہ سے ٹوٹ گئیں وہ بدستور لڑتے اور ہمارا مقابلہ کرتے ہوئے تیزی سے پیچھے ہٹے گروہ در گروہ پیچھے ہٹے اور شاہ شاہان کے گرد سپاہیوں کا جمگھٹا تھا وہ بادشاہ تھا جس سے مجھے سخت نفرت تھی۔ اپنے آپ کو بچا کر لے جانے والا تھا۔ فارسیوں کے پاس گھوڑے تھے چنانچہ شاہ فارس فرار ہو سکتا تھا۔ اور اپنے محفوظ دستے کے ساتھ اپنی مملکت میں پہنچ سکتا تھا۔ پھر وہ ایک لشکر جرار کا انتظام کر سکتا تھا۔ کیونکہ نصف دنیا اس کے تابع و فرمان تھی۔ چنانچہ ایک بار پھر وہ مصر پر چڑھائی کر سکتا اور اسے تباہ و برباد کر سکتا تھا۔ کیونکہ ظاہر ہے کہ جب وہ دگنی قوت سے مصر پر حملہ کرے گا تو اس وقت

ایتھوپیا والے مصر کی مدد کو موجود نہ ہوں گے اور شائد اس وقت وہ خاتون امادہ کو بھی اپنے ساتھ لے جانے اور اپنے حرم میں داخل کرنے میں کامیاب ہو جائے گا اور ----- اور ----- فارسی ایتھوپیا والوں کی صفوں میں سے نکلنے میں کامیاب ہوگئے۔ اور اب میرے اور شاہ فارس کے درمیان خاصا فاصلہ تھا۔ اور میں زخمی تھا۔ زخم میرے سینے پر آیا تھا۔ میرے ہاتھ میں ٹوٹی ہوئی تلوار تھی۔

میرا دشمن فرار ہو رہا تھا اور میں کچھ نہ کر سکتا تھا۔ میرے تیر ختم ہو چکے تھے۔ لیکن نہیں ----- میرے ترکش میں ابھی ایک تیر باقی تھا۔ میں نے اسے ترکش سے کھینچ لیا۔ اس کی ڈنڈی کے سرے پر دو پر لگے ہوئے تھے ایک سفید اور ایک کالا کسی نے اسی خاص تیر کے متعلق کچھ کہا تھا شاید -----؟ ہاں۔ ٹھیک ہے مجھے یاد آگیا۔ مقدس تانوفیر نے اسی تیر کو چھو کر کہا تھا۔ کہ جب یہ تیر کسی خاص شخص کے جسم میں ترازو ہو جائے تو میں ان کے الفاظ یاد کرلوں۔ میں نے اپنے کندھے سے کمان اتار کر چلے میں تیر چڑھایا۔

شاہ فارس اس اثناء میں کافی دور نکل چکا تھا اور تیروں کی زد سے باہر ہو چکا تھا۔ "لافانی" سپاہیوں میں گھرا ہوا بادشاہ کا رتھ ایک چھوٹی سی ڈھلان پر چڑھ کر اس جگہ پہنچ چکا تھا جہاں کبھی کوئی گاؤں آباد تھا۔ شاہ فارس کا فوق البھڑک لباس اور زرہ بکتر دھوپ میں چمک رہا تھا۔

میں نے چلہ کھینچا۔ شست باندھی اور چٹکی ڈھیلی کردی۔ تیر "سوں" سے چلا اور چشم زدن میں وہ شاہ فارس کے کندھوں کے درمیان جہاں گردن دھڑ سے جڑی ہوئی ہوتی ہے۔ پیوست ہوگیاں بادشاہ لڑکھڑا کر جھکا اور رتھ میں سے الٹ کر زمین پر گرا۔ دوسرے ہی لمحے شور بلند ہوا۔

"شاہ شاہان مارے گئے ----- شاہ شاہان مارے گئے۔ بھاگو۔ بھاگو۔ بھاگو اور فارسی بدحواس ہو کر بھاگے اور ایتھوپیا والوں اور مصریوں نے ان کا تعاقب کیا اور انہوں نے فارسیوں کو تلواروں کی دھار پر رکھ لیا۔ یہاں تک کہ تعاقب کرنے والوں کے ہاتھ فارسیوں کو قتل کرتے کرتے شل ہوگئے۔ صرف گنتی کے فارسی شاہ عظیم کی موت اور اس کے زبردست لشکر کی تباہی کی خبر پہنچانے کے

لیے مشرق کے دارالسلطنت میں زندہ پہنچ پائے۔

میں جہاں تھا وہیں کھڑا ہوا حیرت زدہ اور دم بخود۔ کیونکہ میرے صرف ایک تیر نے مصر کی قسمت پلٹ دی تھی۔ میرے ایک تیر نے شاہ شاہان کو شاہ عالم کو خاک و خون میں لٹا دیا تھا۔ میں یوں ہی کھڑا ہوا تھا۔ کہ ایک جانی پہچانی آواز نے میرے قریب سے کہا۔

"واہ۔ میرے بھائی۔ بڑا ہی زبردست کارنامہ انجام دیا ہے تم نے آؤ دیکھیں چل کر اس عظیم شخص کو جو تمہارے تیر کا نشانہ بنا ہے۔"

یہ ہیں تھا۔ میں نے اس کی گردن میں اپنی بانہیں ڈال دیں اور اس کے کندھے کا سہارا لے کر اس طرف چلا۔ جس طرف شاہ فارس پڑا ہوا تھا۔ "یہ شخص ابھی مرا نہیں ہے۔" ہیں نے اوندھے منہ پڑے ہوئے شاہ فارس کی طرف دیکھ کر کہا اور وہ جھکا اور اس نے شاہ فارس کا کندھا پکڑا اور اسے لڑھکا کر چت لٹایا۔ تیر کا پھل اس کے حلقوم سے باہر نکلا ہوا تھا۔

"ارے یہ تو فارسیوں کا بادشاہ ہے۔" ہیں نے کہا اور وہ ہنسا۔

اور اب مرتے ہوئے بادشاہ نے آنکھیں کھول دیں اس نے ہمیں دیکھا اور ہمیں پہچانا۔ اس کے بشرے سے انتہائی نفرت و حقارت کے آثار ہویدا ہوئے "آہ---- تو فتح تمہاری ہوئی مصری کتے۔" شاہ شاہان نے کہا۔ کاش۔ اے کاش! ایک بار پھر مجھے زندگی مل جاتی۔ کاش ایک بار پھر میں اپنے دارالسلطنت میں ہوتا اور تم وہاں آجاتے تو میں----"

"تو تم مجھے کشتی کی سزا دیتے۔ وہی سزا جس سے مجھے ہیں نے اپنی عقلمندی سے بچالیا تھا۔" میں نے کہا۔

"اس سے بھی زیادہ سخت سزا دیتا۔"

"لیکن میں تمہیں کوئی سزا نہ دوں گا' بلکہ تمہیں یہیں چھوڑ کر اسی حال میں چھوڑ جاؤں گا۔ کہ تم ایک سپاہی کی موت مرو۔ لیکن یہ سن لو۔ کہ وہ تیر جو تمہارے لیے پیغام موت لایا ہے اسی کمان سے چلا تھا جسے تم اپنے قبضے میں سمجھ رہے تھے لیکن جو شروع سے ہی میرے قبضے میں تھی اور دیکھو اسی ہاتھ نے وہ تیر

چھوڑا تھا۔" "یہ شک تو مجھے پہلے ہی ہوگیا تھا۔ کہ کمان کے معاملے میں بھی مجھے دھوکا دیا گیا ہے۔ وہ بڑبڑایا۔ ہائے میں نے اپنے دارالسلطنت سے تمہیں کیوں نکلنے دیا۔" "اور یہ بھی سن لو شاہ فارس کہ وہ حسینہ جس کا نام خاتون امادہ ہے اور جس کی آرزو تم نے کی تھی۔ میری بیوی بننے والی ہے۔ اس وقت وہ دلہن بنی بیٹھی ہوگی اور یہ بھی جان لو کہ تمہارا تمام لشکر تباہ ہو چکا اور شباکا مصری اور اس کے دوست ہونے ہیں نے مصر کو غلامی سے نجات دلا دی۔"

"شباکا مصری-----" وہ بڑبڑایا۔ افسوس! کبھی یہی شباکا مصری میرے قبضے میں تھا لیکن میں نے اپنی حماقت سے اسے آزاد کردیا تو شباکا تم اس امادہ کو اپنی بیوی بناؤ گے جسے میں اپنے حرم میں داخل کرنا چاہتا تھا اور غالباً مصر کے فرعون بھی تم ہی بنو گے۔ کیونکہ میرے خیال میں موجودہ فرعون کی بھی میری طرح آخری سانسیں ہیں۔ شباکا۔ تم بے شک بڑے بہادر۔ بڑے جنگجو اور بڑے ہی پرقوت ہو۔ لیکن ایک ایسی چیز بھی ہے جو تم سے زیادہ پرقوت ہے اسے ہم تقدیر کہتے ہیں۔ ایسی شان دار کامیابی جیسی تم نے حاصل کی ہے۔ دیوتاؤں کو خفا کردے گی----- میری طرف دیکھو شباکا۔ میں شاہ عالم تھا۔ ایک دنیا میرے سامنے جھکتی تھی لیکن اس وقت میں تمہارے سامنے خاک و خون میں بے بس پڑا ہوا ہوں۔ لعنتی شباکا! اپنے عروج اور اپنی کامیابی پر پھول نہ جانا کیونکہ اس دنیا میں کوئی خوش قسمت نہیں ہے اور کسی کی خوشی مکمل نہیں ہے۔ دنیا کیا ہے اور کیا نہیں یہ تمہیں اس وقت معلوم ہوگا۔ جب تم بھی موت کو اپنے اتنے ہی قریب دیکھ رہے ہوگے جتنی قریب اس وقت میں دیکھ رہا ہوں۔"

پھر شاہ شاہان کی آنکھیں پتھرا گئیں۔ اس نے ایک لمبا سانس کھینچا اور یہ اس کا آخری سانس تھا۔

ہم نے سپاہیوں سے کہا کہ شاہ فارس کی لاش اٹھالیں اور اس جسد خاکی کو ساتھ لیے ہم فتح و ظفر کے پھریرے اڑاتے قلعہ امادہ میں داخل ہوئے امادہ بڑی آبادی نہیں تھی۔ اور اس کی بہترین عمارت اس کا ہیکل تھا اور ہم اسی طرف

جا رہے تھے۔ ہیکل کے دالان میں فرعون پیروالٹیا ہوا تھا۔ اس کا بھی بس چل چلاؤ تھا۔ اس کا جسم چھلنی ہو رہا تھا۔ ہر زخم سے خون بہہ رہا تھا اور خون کے ہر قطرے کے ساتھ اس کی زندگی رس رہی تھی۔

"خوش آمدید شاباکا۔" اس نے کمزور آواز میں کہا۔ "تم نے اور ایتھوپیا والوں نے مصر کو آخر بچالیا۔ میرا بیٹا جنگ میں مارا گیا اور اب میں بھی کوئی دم کا مہمان ہوں۔ چنانچہ اب مصر کی باگ سنبھالنے کے لیے امادہ کے اور تمہارے سوائے اور کون باقی رہ گیا ہے کاش! کہ تم نے فوراً امادہ سے شادی کرلی ہوتی اور مصر چھوڑ کر نہ گئے ہوتے لیکن امادہ بے وقوف اور ضدی تھی اور میں------ میں تم سے جل رہا تھا۔ شاباکا مجھے معاف کر دینا شاباکا------ الوداع------" اس کے بعد وہ تھوڑی دیر تک زندہ رہا۔ لیکن اس کی زبان بند ہو چکی تھی۔

ہیکل کے عقبی حصے سے کریما نکل آئی۔ اس نے مسکرا کر اپنے شوہر کو خوش آمدید کہا اور پھر میری طرف گھوم کر بولی۔ "رئیس شاباکا۔ آؤ۔ کوئی تمہارا انتظار کر رہا ہے۔ اور تمہیں خوش آمدید کہنے کے لیے بیتاب ہے۔" میں اس کے کندھے کا سہارا لے کر ہیکل کے عقبی حصے کی طرف چلا۔ چونکہ میں زخمی تھا اور اپنے آپ چل نہ سکتا تھا۔

ہم عقبی دالان کے اختتام پر پہنچ گئے۔ یہاں پر قربان گاہ کا کمرہ تھا۔ "اندر جاؤ۔ شاباکا۔" کریما نے کہا۔ میں کمرے میں داخل ہو گیا۔ ابتداء میں مجھے کچھ نظر نہیں آیا۔ کیونکہ مقام مقدس میں اندھیرا تھا۔ رفتہ رفتہ میری آنکھیں اندھیرے کی عادی ہو گئیں اور میں نے دیکھا کہ سامنے سنگ جراحت سے تراشہ ہوا دیوی ایزیس کا قدم آدم مجسمہ کھڑا تھا۔ جس نے اپنے ننھے ہورس کو آغوش میں لے رکھا تھا۔ یہ طفل مقدس تھا جو ہاتھی دانت سے تراشہ گیا تھا۔

دیوی ایزیس کے قدموں میں کسی کے لمبا سانس کھینچنے کی آواز آئی میں نے نظریں جھکا کر ایزیس کے قدموں میں دیکھا۔ ایک سفید پوش شبیہہ دیوی کے سامنے گھٹنوں کے بل جھکی عبادت میں مصروف تھی۔ دفعتہً وہ سفید پوش خاتون اٹھ کر میری طرف گھوم گئی اور مقام مقدس کے ادھ کھلے دروازے میں سے آتی ہوئی

روشنی کی موٹی لکیر اس پر پڑی۔ یہ امادہ تھی۔ جس نے راہبہ کا سفید اور باریک چغہ پہن رکھا تھا۔ جس میں سے اس کے بدن کے دلاویز خطوط نظر آرہے تھے۔ دیوتاؤں کی قسم وہ خیال سے بھی زیادہ خوبصورت نظر آرہی تھی۔ اس قدر خوبصورت کہ میرا دل دھڑکنا بھول گیا------ اس نے مجھے دیکھا اس نے دیکھا کہ میں دھول اور خون میں اٹا ہوا ہوں------ امادہ کے چہرے پر سرخی دوڑ گئی۔ اس کے رخساروں پر شفق ہی کھل اٹھی اور اس کی آنکھیں چمکنے لگیں۔ اس کی آنکھوں میں ایسی چمک میں نے پہلے کبھی نہ دیکھی تھی یہ محبت کی جلا تھی۔ جی ہاں۔ وہ آنکھیں اب ایک راہبہ کے جذبات سے عاری اور سرد آنکھیں نہ تھیں۔ بلکہ وہ اس عورت کی آنکھیں تھیں جو کسی سے مجھ سے------ محبت کرتی تھی------

"امادہ۔" میں نے آہستہ سے کہا۔ "میری امادہ۔"

"شاباکا۔" اس نے بھی آہستہ سے کہا۔ "میرے شاباکا۔ آخر کار تم واپس آگئے------ میرے پاس آگئے آخر کار۔" اور اس نے بانہیں میری طرف پھیلا دیں۔ لیکن اس سے پہلے کہ میں اسے اپنی بانہوں میں سمیٹ لیتا۔ وہ ایک ہلکی سی چیخ کے ساتھ پیچھے ہٹ چکی تھی۔

"یہاں نہیں شاباکا۔ یہاں نہیں۔" اس نے کہا۔ اس دیوی کے سامنے نہیں۔ جو ہر اس واقعے سے واقف ہے جو آسمان و زمین پر وقوع پذیر ہوتا ہے۔"

"تو پھر شائد اس سے بھی واقف ہوگی کہ مصر آزاد ہو چکا ہے اور یہ بھی جانتی ہوگی کہ کس کی تلوار نے مصر کی غلامی کی زنجیریں کاٹ دی ہیں۔"

"سنو شاباکا۔ تم نے جو کچھ کیا ہے اس کا انعام تمہیں ملنا چاہیے اور میں ہوں وہ انعام۔ اس کے علاوہ میں ایک عورت ہوں اور تمہاری ہوں شاباکا۔ تمہارے ہونٹوں کے لمس کی آرزو میں میرے ہونٹ جل رہے ہیں۔ میں تمہیں چاہتی ہوں۔ تم مجھے دنیا کی ہر چیز سے زیادہ عزیز ہو۔ اور تمہاری خاطر میں بڑی سے بڑی مصیبت اور بڑے سے بڑا عذاب برداشت کرنے کو تیار ہوں اور کرلوں گی۔ لیکن میں تمہیں کسی مصیبت اور کسی عذاب میں مبتلا نہ دیکھ سکوں گی۔ مجھے اپنی نہیں تمہاری جان کا خوف ہے۔ شاباکا۔ میں نے دو دفعہ اس دیوی کے سامنے قسم

کھائی ہے اور دو دفعہ عہد کیا ہے اور یہ دیوی بڑی حاسد ہے اور اس بات کو پسند نہیں کرتی کہ اس کی راہبہ کو اس سے چھین لیا جائے۔ مجھے خوف ہے کہ ایزیس کا غضب صرف مجھ ہی پر نہیں۔ بلکہ تم پر بھی نازل ہوگا۔ اور وہ بھی صرف موجودہ زندگی میں نہیں بلکہ ہر اس زندگی میں جو ہمیں اس دنیا میں ملے گی۔ چنانچہ شباکا میں اپنی نہیں بلکہ تمہاری بھلائی کی خاطر درخواست کرتی ہوں۔ کہ مجھے میرے حال پر چھوڑ دو۔ میں نے سنا ہے کہ خدائے مصر مرچکا ہے یا مررہا ہے۔ چنانچہ اب مصری تمہیں فرعون بنا دیں گے۔ شباکا مصر کا تخت قبول کرلو اور مجھے مرتے دم تک دیوی کی خدمت کرنے کے لیے چھوڑ دو۔"

"میں بھی ایک دیوی کی خدمت کرنا چاہتا ہوں اور اس کا نام محبت ہے اور تم محبت کی دیوی کی راہبہ ہو۔ میں محبت کا پرستار ہوں۔ چنانچہ ایزیس اور اس کے غضب سے نہیں ڈرتا۔ آؤ۔ آمادہ ہوسکتا ہے کہ میں یہیں گر کر مرجاؤں۔ چنانچہ آؤ۔ میرے ہونٹ چوم لو۔ ہاں امادہ میں نے بہت انتظار کیا بہت صبر کیا۔ لیکن اب نہ میں انتظار کرسکتا ہوں اور نہ صبر۔ آؤ۔ ہم شادی کرلیں۔ کیونکہ اگر اب بھی تم نے انکار کردیا۔ تو میں خودکشی کرلوں گا۔"

ایک لمحے تک وہ خاموش کھڑی شدت جذبات سے کانپتی رہی۔ نیل کے کنارے پر اُگے ہوئے نرسل کی طرح کانپتی رہی۔ اور پھر۔۔۔۔ اور پھر۔۔۔۔ وہ آگے بڑھ کر مجھ سے لپٹ گئی۔ میں نے اسے اپنی بانہوں میں سمیٹ لیا اور اپنے ہونٹ اس کے ہونٹوں سے چسپاں کردیئے۔

اور اس کے بعد؟ چند لمحوں تک میں شباکا مصری۔ گویا وجد کے عالم میں رہا۔ اور میں کسی دوسری دنیا میں پہنچ گیا۔ اور پتہ نہیں کیا ہوا ہلکے گلابی رنگ کی دھند نے مجھے اور امادہ کو اپنی آغوش میں لے لیا۔

اور پھر۔۔۔۔؟ میں نے ایلن کوائٹر مین نے گھڑی کا گجر بجنے کی تیز و تند آواز سنی اور میں نے چونک کر اوپر نظر کی۔ بے شک وہ گھڑی ہی تھی جس کا گجر بجا تھا۔ خوبصورت گھڑی جو آتش دان کے اوپر ٹنگی ہوئی تھی۔ اس کی سوئیاں دس بجا رہی تھیں اور دس گھنٹے کا آخری گجر تھا۔ جس کی آواز میں نے سنی تھی۔۔۔۔

اور اب مجھے یاد آیا۔ کہ صدیوں پہلے مجھ پر نیند یا غنودگی طاری ہو رہی تھی۔ تو اس وقت بھی میں نے گھڑی کی طرف دیکھا تھا۔۔۔۔ اب یہ یاد نہیں کہ کیوں دیکھا تھا۔۔۔۔ لیکن یہ ضرور یاد ہے کہ اس وقت بھی سوئیاں اسی حالت میں تھیں اور گھڑی دس کے گھنٹے کا دوسرا گجر بجا رہی تھی۔ کیا مطلب تھا اس کا؟ کیا واقعی ہزاروں سال بیت گئے تھے۔ یا پھر صرف آٹھ سیکنڈ گزرے تھے۔"

میں اپنے کندھے پر ہلکا سا بوجھ محسوس کر رہا تھا۔ یہ معلوم کرنے کے لیے کہ یہ بوجھ کاہے کا تھا۔ میں نے گردن گھما کر دیکھا۔ یہ خاتون ریجنال کا سر تھا۔ وہ اپنا سر میرے کندھے پر رکھے میٹھی نیند سو رہی تھی۔ خاتون ریجنال جو اس عجیب خواب میں جو مجھے نظر آیا تھا۔ خاتون امادہ اور ایزیس کی راہب تھی۔ اور ہاں خاتون ریجنال کے سینے پر بھی میں اس وقت ہلال کی شکل کا داغ دیکھ رہا تھا۔ ہوبہو ویسا ہی نشان جیسا کہ خاتون امادہ کے سینے پر تھا۔ اور ایک سیکنڈ پہلے میں ایزیس کے ہیکل میں تھا۔ اور خاتون امادہ کے ساتھ تھا اور امادہ نے بالکل یہی لباس پہن رکھا تھا جو اس وقت خاتون ریجنال پہنے ہوئے تھی اور جب مجھے یاد آیا کہ میں خاتون امادہ کے جو دراصل خاتون ریجنال تھی۔ ہونٹ چوم رہا تھا تو میرا چہرہ شرم سے سرخ ہوگیا۔

خاتون امادہ۔۔۔۔ خاتون ریجنال۔۔۔۔ امادہ۔۔۔۔
ریجنال۔۔۔۔ ہیکل۔۔۔۔ خلوت گاہ۔۔۔۔ ہم آغوشی۔۔۔۔
اف۔۔۔۔ وہ سب کیا تھا۔۔۔۔ میں پاگل ہوگیا تھا کیا؟

خاتون ریجنال گہری نیند سو رہی تھی اور اسے بیدار کرنا مناسب نہ تھا۔ چنانچہ میں شباکا۔ یا ایلن کوائٹر مین بے حس و حرکت بیٹھا رہا اور یوں بیٹھے رہنے میں عجیب طرح کا آرام محسوس کر رہا تھا۔ میں اس پورے معاملے کو سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا کہ دفعتہً خاتون ریجنال بیدار ہوگئی۔

"ہم۔۔۔۔ ہم۔۔۔۔ کہاں تھے شباکا۔۔۔۔ میرا مطلب ہے مسٹر کوائٹرمین؟ اس نے ٹکر ٹکر میری طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"یہ تو میں نہیں جانتا۔" میں نے گڑبڑا کے جواب دیا۔" شائد مشرق میں

تھے ----- یعنی ----- خواب تھا وہ۔"

"خواب؟ وہ بولی۔ کیا حماقت ہے۔ یہ بتاؤ کہ ابھی ابھی تم میرے ساتھ ہیکل کی عبادت گاہ میں تھے یا نہیں؟ ہم دیوی ایزیلس کے مجسمے کے سامنے کھڑے ہوئے تھے یا نہیں؟ وہی مجسمہ جو دو سال پہلے میرے شوہر جارج پر گرا تھا اور جس نے جارج کی جان لی تھی؟ اور یہ بتاؤ کہ ہم نے سرخ موتیوں کی وہ مالا جو تم ایران سے لائے تھے اور پھر مجھے بخش دی تھی۔ دیوی کے بت کی گردن میں ڈال دی تھی یا نہیں کہ چونکہ میں اپنا عہد توڑ رہی تھی۔ اس لیے دیوی مجھ سے خفا نہ ہو جائے۔" "نہیں۔" میں نے جواب دیا۔ میں نے ایسی کوئی حرکت نہ کی تھی۔ بھلا یہ کیسے ممکن تھا کہ میں ان بے بہا موتیوں کو اپنے ساتھ لے جاتا۔ میرا مطلب ہے میدان جنگ میں؟ مجھے اچھی طرح سے یاد ہے کہ جب میری والدہ کا انتقال ہو رہا تھا تو وہ مالا انہوں نے مجھے دے دی تھی۔ اور پھر وہ مالا میں نے کریما کو دے دی تھی کہ وہ اسے میرے لیے سنبھال کر رکھے۔"

"ٹھیک ہے۔ لیکن کریما جب مقدس تانوفیر کے ساتھ قلعہ میں آئی تھی تو اس نے مالا تمہاری محبت کی یادگار کے طور پر ایک بار پھر میرے حوالے کر دی تھی۔ اور اسی وقت اس نے مجھے کچھ کھانے کو بھی دیا تھا۔ کیونکہ ہم محصور تھے اور بھوکوں مر رہے تھے خیر تو یہی مالا میں نے تمہاری گردن میں ڈال دی تھی۔ جب تم ہیکل میں آئے تھے اور پھر اپنی گردن میں ڈال لی تھی۔ اور اس طرح ہم نے اپنے آپ کو نہ ٹوٹنے والے بندھن میں باندھ لیا تھا۔ لیکن بعد میں ہم نے سوچا کہ دیوی کی خفگی دور کرنے کے لیے یہ مالا اس پر چڑھا دی جائے۔ کیونکہ تم جانو میں نے دو دفعہ عہد کیا تھا اور دو دفعہ اس کی راہبہ بنی تھی۔ چنانچہ ظاہر ہے کہ ہم اس کا غضب مول لینے کی جرات نہ کر سکتے تھے۔ میں نے دوسری دفعہ بھی عہد توڑ دیا اور یہ نہ صرف دیوی کی توہین تھی بلکہ کفر تھا لیکن شاباکا ----- میرا مطلب ہے کہ کواٹرمین ----- میں نے یہ عہد توڑنے کی جرات کیونکر کی؟ میرا دل دیوی کے غضب کے خیال سے لرز کیوں نہ اٹھا۔ اس لیے کہ محبت کسی بھی خوف پر غالب آجاتی ہے۔" میں نے جواب دیا لیکن معلوم ہوتا ہے کہ میں جلد ہی بیدار ہو گیا تھا

اور تم ذرا زیادہ دیر تک ہی یہ خواب دیکھتی رہیں۔ چنانچہ شائد تم بتا سکتی ہو کہ پھر کیا ہوا میں نے تو خواب کا آخری منظر یہ دیکھا تھا کہ تم میری بہرحال میں بھول گیا کہ میں نے یہ خواب کہاں تک دیکھا تھا۔ میں نے آخری الفاظ کا کچھ سوچ کر اضافہ کیا تھا۔ کیونکہ ایزیلس کے ہیکل کا منظر میری نظر کے سامنے اپنی پوری تفصیلات کے ساتھ آگیا تھا ----- خاتون امادہ کے چہرے پر سرخی دوڑ گئی اور وہ ذرا بے چین نظر آنے لگی۔

"خود میرے دماغ میں بھی سارے واقعات گڈمڈ ہو رہے ہیں۔ اس نے کہا۔ "مجھے تو محبت وغیرہ کی صرف ایک ایک تفصیل یاد ہے۔ تم جانو یہ خواب بڑے عجیب ہوتے ہیں۔"

"لیکن ابھی تو تم نے کہا تھا کہ جو کچھ دیکھا وہ خواب نہ تھا؟"

"اب بھئی سچ تو یہ ہے کہ میں خود بھی نہیں جانتی۔ کہ وہ کیا تھا۔ لیکن ----- تمہارا وہ زخم بہت زیادہ تکلیف دہ نہ تھا شائد حالانکہ اس زخم سے خون تو بہہ رہا تھا۔ اور جب ----- میں کہہ رہی تھی کہ تمہارا خون میرے چغے پر یہاں لگ گیا تھا۔" اور اس نے گردن جھکا کر اپنے سینے پر دیکھا۔ وہاں خون کا داغ نہ تھا۔ "اب چونکہ تمہارے چغے پر میرے خون کا داغ نہیں ہے اس لیے ہم دونوں نے جو کچھ دیکھا وہ خواب ہی تھا۔ لیکن میرے خدا۔ کیا سخت و شدید جنگ تھی وہ بھی۔" "ہاں میں باب ہیکل پر کھڑی دیکھ رہی تھی۔ واقعی بڑی خوفناک مگر یادگار جنگ تھی اور تمہیں یاد ہے کہ ایتھوپیا والوں نے بادشاہ کے "لافانی" دستے پر کیسا سخت حملہ کیا تھا۔ ہاں یاد ہی ہوگا۔ کیونکہ ایتھوپیا والوں کی کمان تو تم ہی کر رہے تھے۔ اور پھر فرعون پیرو مارا گیا ----- شاباکا ----- توبہ ----- ایلن کواٹرمین۔ افوہ۔ ہزاروں برس پہلے بھی کواٹرمین تم بڑے ماہر نشانے باز تھے۔ اور پھر وہ فارسیوں کے جہازوں کا جلنا۔ اور ----- اب کیا کہوں سینکڑوں ہی واقعات ہوئے تھے۔" "ہاں۔ میں نے کہا اب مجھے یاد آگیا ہے اور وہ مقدس تانوفیریا پھران کا جام حکمت عملی کا بڑا ماہر تھا۔ "اور خود تم بھی تو بڑے عمدہ سپہ سالار تھے اور میں بھی کچھ کم نہ تھا۔ تم نہیں جانتے کہ جب جنگ ہو رہی تھی تو میرے دل کی حالت کیا

تھی۔ میرے سینے میں آگ سی جل رہی تھی دل دھڑک رہا تھا----- اس کے لیے دھڑک رہا تھا۔" "کس کے لیے دھڑک رہا تھا؟" "مصر کے لیے بھئی۔ اور پھر میں نے ایزیس کی عبادت گاہ کی شفاف دیوار پر نظر کی تمہیں یاد ہو گا کہ میں وہاں دعا مانگ رہی تھی۔ میں نے دیوار پر تمہارا عکس دیکھا۔ تم عبادت گاہ میں داخل ہو رہے تھے تم زندہ تھے اور میرا دل خوشی سے ناچ اٹھا میں تو سمجھی کہ مجھے شادی مرگ ہو جائے گی۔ اور میری خوشی بے جا بھی نہ تھی۔ کیونکہ مجھے تم سے----- کیا کہتے ہیں----- انسیت سی تھی۔ میں تمہاری بننے والی تھی نا-----۔ یقین نہیں آتا۔ کہ میں محبت کرسکتی ہوں-----۔ لیکن اس زمانے میں میں نے شباکا کو دل و جان سے چاہا تھا۔ اور اس زمانہ کا کواٹرمین-----۔ یعنی شباکا----- بہادر اور مردانہ حسن کا مکمل نمونہ تھا۔ لیکن یہ کیا بکواس کر رہی ہوں۔"

"واقعی عجیب بکواس ہے یہ سارا معاملہ۔ لیکن بھئی میں تو انجام معلوم کرنے کے لیے مرا جا رہا ہوں۔ سچ مچ۔ آخر اس پوری کہانی کا انجام کیا ہوا؟ افسوس ہے کہ یہ تمہیں یاد نہیں۔ اور میرے خیال میں تو اب تمہارے پاس "ٹادوکی" کی بھی نہ ہوگی؟"

"ایک پتی بھی نہیں ہے۔ اس نے بڑے یقین سے کہا۔ اور اگر ہوتی بھی تو اس کا دھواں ایک ہی دن میں دو دفعہ لینا خطرناک ثابت ہو سکتا ہے۔ ہم وہ سب معلوم کر چکے جو معلوم کرنا چاہتے تھے اور میں سمجھتی ہوں کہ ہم نے جہاں تک دیکھا ہے ٹھیک ہی دیکھا ہے۔ حالانکہ میں بھی یہ معلوم کرنا چاہتی ہوں کہ ہماری شادی کے بعد کیا ہوا؟" "آہا۔ توگویا ہماری شادی ہوگئی تھی۔" "میرا مطلب ہے-----" اس نے میری سنی ان سنی کر کے کہا۔ میں یہ معلوم کرنا چاہتی ہوں کہ تم کتنے عرصہ تک مصر پر حکومت کرتے رہے تم جانو۔ تم ہی۔ یا شباکا مصر کا فرعون بنا تھا اور یہ کہ آیا مشرقی واپس آگئے تھے اور انہوں نے ہمیں مصر سے نکال دیا تھا۔ کہ کیا اب یہ تو حقیقت ہے کہ دیوی ایزیس کا بچہ ہورس یعنی طفل مقدس کسی طرح اپنی ماں کی آغوش سے نکل کر چلا گیا تھا۔ کیونکہ ابھی چند برسوں پہلے ہم اسے کاندہ لینڈ میں دیکھ چکے ہیں۔"

"شائد -----۔ لیکن میں سمجھتی ہوں کہ کریما ایتھوپیا واپس نہ گئی ہوگی۔ بشرطیکہ اسے مجبور نہ کیا گیا۔ کیونکہ تم جانو اسے ایتھوپیا سے نفرت تھی۔ ہاں بھئی۔ اپنی سیاہ فام اولاد کی محبت بھی اسے ایتھوپیا لے جا سکتی تھی۔ بہرحال یقین سے کچھ نہیں کہہ سکتے اس لیے رائے زنی کرنا فضول ہے۔"

"میں سمجھتا ہوں کہ تمہارے پاس تھوڑی سی ٹاڈوکی تو ہوگی ہی۔" میں نے اداسی سے کہا۔ چند زائد پتیاں میں نے ڈبیہ میں دیکھی تھیں۔" "میں کہہ چکی ہوں کہ ایک پتی بھی نہیں ہے۔" اس نے کہا اور ہاتھ بڑھا کر ڈبیہ کا ڈھکن بند کردیا۔ اور بھئی اب ہمیں نہ تو کچھ اور دیکھنے کی آرزو کرنی چاہیے اور نہ رائے زنی ہی کرنی چاہیے۔ کیونکہ ہماری اس کہانی کا انجام بہرحال خوشگوار ہوا ہے اور میں یہ معلوم کرنا نہیں چاہتی کہ ایزیس کا غضب کس صورت میں تم پر اور مجھ پر نازل ہوا۔" "تو ان سب باتوں میں تم یقین رکھتی ہو۔" "ہاں۔ اس نے بڑے جوش سے کہا اور سب سے بڑی بات تو یہ کہ مجھے یہ بھی یقین ہے کہ دیوی ایزیس کا غب اب بھی اپنا کام کر رہا ہے اور شائد اسی لیے ہم اس دنیا میں پھر آئے ہیں۔" "ہم کون؟" "تم۔ میں۔ جارج۔ ہنیس اور کاندہ لینڈ کا وہ بوڑھا مہنت ہاروت بھی جو تمہیں یاد ہوگا ہماری اس کہانی میں نابینا تانوفیر بنا ہوا تھا۔ اور مجھے یقین ہے کہ کواٹرمین کو اس زمانے میں ہم کسی بھی نام سے کیوں نہ پکارے جاتے ہوں تم بہرحال سپہ سالار شباکا اور میں شہزادی اور راہبہ امادہ تھی اور میں سمجھتی ہوں کہ اب بھی ایزیس کا غضب دو دھاری تلوار کی طرح ہم دونوں کے درمیان لٹک رہا ہے چنانچہ یہی وجہ ہے کہ میرا شوہر جارج ایک حادثے کا شکار ہوگیا۔ اور یہی وجہ ہے کہ----- لیکن اُفوہ۔ میں حد درجہ تھکن محسوس کر رہی ہوں۔ چنانچہ اب مجھے سونا چاہیے۔ چل کر۔"

ختم شد